سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ' 7 دسمبر 1994ء

(چہار شنبہ' 3 رجب المرجب 1415ھ)

جلد 14' شمارہ 1

(بشمول شمارہ جات 1 تا 3)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ______ 1

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل ______ 3

قرار دادیں:

ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر جناب صلاح الدین کی وفات پر فاتحہ خوانی ______ 3

ورلڈ کپ میں پاکستانی ہاکی ٹیم کی عظیم الشان فتح پر مبارک باد ______ 5

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ جیل خانہ جات) ______ 9

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ______ 39

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ______ 53

اراکین اسمبلی کی رخصت ______ 58

(جاری)

مسئلہ استحقاق :

ڈی-ایس-پی اوکاڑہ کا رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ ---------------------- 3

__نشان زدہ سوال نمبر 1104 کے غلط جواب کی فراہمی ---------------------- 71

__حکمت عملی کے اصولوں پر عمل درآمد کی رپورٹ بابت 94-1993ء
اسمبلی میں پیش کرنے میں تاخیر--- 77

__تحریک استحقاق نمبر 2 کے غلط جواب کی فراہمی ---------------------- 80

__منیجنگ ڈائرکٹر، پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ--- 84

مہنگائی پر بحث ----------------------------------

اجلاس کی طلبی کا فرمان

In exercise of the powers conferred by Article 54(3) read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Muhammad Haneef Ramay, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Wednesday, the 7th December, 1994 at 3.00 p.m. in the Assembly Chambers, Lahore.

The 27th November, 1994

MUHAMMAD HANEEF RAMAY,

Speaker,

Provincial Assembly of the Punjab

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چودھواں اجلاس)

بدھ' 7 دسمبر 1994ء

(چہار شنبہ' 3 رجب المرجب 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز' لاہور میں 3:30 بجے سہ پہر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم O

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

سورة النساء آیات 64 تا 65

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ آپ حکم فرما دیں۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

وما علینا الا البلاغ o

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا جائے ۔

سیکرٹری اسمبلی ۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے قاعدہ نمبر 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحیثیت ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

1۔ میاں محمد افضل حیات

2۔ حاجی محمد اقبال گھرکی

3۔ چودھری اصغر علی گجر

4۔ تاج محمد خانزادہ

قرار دادیں

ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر جناب صلاح الدین کی وفات پر فاتحہ خوانی

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ہاں۔ وزیر قانون صاحب! کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق) ۔ جناب سپیکر! ایک انتہائی بلند پایہ صحافی مفکر ادیب ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر جناب صلاح الدین کو کراچی میں فائرنگ کرکے ہلاک کر دیا گیا میں ان کی تعزیت کے سلسلے میں اس ایوان کے جذبات کے حوالے سے آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایوان اس افسوس ناک واقعے پر اظہار تعزیت کرتا ہے اور پسماندگان سے دکھ اور ہم دردی کا اظہار کرتا ہے آپ سے استدعا ہے کہ فاتحہ خوانی کی جائے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! اسی موضوع پر ہماری طرف سے بھی ایک قرارداد کا نوٹس آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ساتھ ہی اسے بھی take up کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ متنازعہ بات نہیں۔ اگر آپ بھی پڑھنا چاہتے ہیں تو پڑھ لیجیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ قرارداد پیش کرنے

سے پہلے ان کے لیے فاتحہ پڑھ لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ نے قرارداد پڑھنی ہے تو آپ اپنی قرارداد کو پڑھ لیجیے۔ تو پھر ہم فاتحہ خوانی کر لیتے ہیں۔

سید تابش الوری: یہ ایوان ملک کے نامور صحافی اور ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر اعلیٰ جناب صلاح الدین کے وحشیانہ قتل پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور صحافت پر تشدد کے رجحان کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ مجرموں کو گرفتار کر کے انہیں عبرت ناک سزا دی جائے۔

میرے علاوہ اس کے محرکین جناب ظفر علی شاہ صاحب، چودھری شوکت داؤد، ارشد عمران سلہری جناب ایس۔ اے حمید، جناب عمران مسعود، میاں عبدالستار اور جناب انعام اللہ خان نیازی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب کی طرف سے اور تابش الوری صاحب کی طرف سے ------

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! ---------

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ ----

آوازیں: پہلے اس بارے میں ایوان سے اجازت لے لیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہی کرتے ہیں۔ پہلے میں رولز relax کرنا چاہتا ہوں کیا ایوان رولز relax کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(اجازت دی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان نے اتفاق رائے سے اجازت دے دی ہے ۔ لہذا ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے ۔

سید تابش الوری: پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ان قراردادوں کی منظوری کا اعلان نہیں فرمایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اعلان کر دیا ہے ۔ میں نے پہلے رولز relax کیے ہیں اور میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ ایوان ان قراردادوں کی منظوری دیتا ہے ۔

(قراردادیں منظور کی گئیں)

ورلڈ کپ میں پاکستانی ہاکی ٹیم کی عظیم الشان فتح پر مبارک باد

چودھری اختر رسول، جناب سپیکر! میری ایک قرارداد ہاکی کے متعلق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی جناب۔

چودھری اختر رسول، جناب والا!! جناب منشاء اللہ بٹ صاحب بھی اس میں شریک ہیں اور میاں عثمان ابراہیم اور میاں عمران مسعود صاحب بھی اس میں شریک ہیں۔ اور یہ قرارداد ہے کہ ---------

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ۔ ہاکی کے بارے میں یہ جو قرارداد ہے کیونکہ یہ بھی ہماری قومی فتح ہے کیا یہ ایوان اسے out of turn take up کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(ایوان نے اجازت دی)

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔ اب آپ اسے پڑھیے۔

چودھری اختر رسول، یہ ایوان آٹھویں ورلڈ ہاکی کپ میں پاکستان ہاکی ٹیم کی عظیم الشان کارکردگی اور عالمی چمپیئن کا اعزاز جیتنے پر دل کی گہرائیوں سے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا یہ ایوان یہ قرارداد منظور کرتا ہے۔

(قرارداد منظور ہوئی)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مدیر ہفت روزہ "تکبیر" صلاح الدین صاحب کے المناک قتل کے بعد کیا پنجاب میں اور خاص طور پر لاہور میں جتنے اخبارات کے دفاتر ہیں اور جو مدیران اکثر و بیشتر حکومت کے خلاف لکھتے ہیں (اصل میں صلاح الدین صاحب کو سزا بھی اسی لیے دی گئی) کیا ان کی حفاظت کے لیے یا ان دفاتر کی حفاظت کے لیے حکومت پنجاب کی طرف سے کوئی قدم اٹھایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! میرے خیال میں اگر آپ اس کا جواب دے دیں تو بہتر

رہے گا۔ وہ چاہتے ہیں اور آپ اسے elaborate کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! پنجاب میں صحافت کے حوالے سے حکومت کسی بھی اخبار رسالے یا شمارے کے بارے میں کوئی ایسی تفریق نہیں رکھتی۔ چاہے وہ شمارہ وہ اخبار یا وہ میگزین حکومت کے خلاف ہے۔جناب والا! صحافت کو مکمل آزادی ہے تمام اخباروں کے مالکان یا دفاتر اپنی اپنی پالیسی کے تحت اپنے شمارہ جات میں حکومت پر تنقید. کر سکتے ہیں البتہ حکومت بغیر کسی تفریق کے تمام صحافیوں' مدیروں اور ان کے دفاتر کے حوالے سے پہلے بھی اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کر رہی ہے اور آئندہ بھی پہلے کی نسبت بہتر طریقے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! واضح طور پر یہ پوچھا گیا ہے کہ اس تشدد کے رجحان کے پیش نظر جو بڑے اخبارات ہیں یا ان کے جو دفاتر ہیں --------

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش الوری صاحب! انہوں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا حالانکہ یہ بات نہیں بنتی تھی ------

سید تابش الوری، میں اختلاف نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں تو انہیں support کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وہ بات ختم ہو گئی ہے۔ آپ کا ایجنڈا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر ہم کام کریں۔

سید تابش الوری، ہم اسی میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سارے ملک کے صحافی بمعہ کو اسی موضوع پر اور اسی تشدد کی کارروائیوں کے خلاف ملک گیر ہڑتال کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ ان کا حق بنتا ہے ۔ اخبارات کو روکا نہیں جا سکتا ۔ ان کا یہ ایک اچھا اقدام ہے اگر ایک ایسی بات ہوئی ہے تو ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ملک گیر ہڑتال کریں۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی ۔ لیکن حکومت پنجاب نے اپنا نقطہ نظر وزیر قانون کی معرفت واضح طور پر بیان کر دیا ہے ۔ شکریہ' اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ جناب محمد بشارت راجا۔

جناب محمد بشارت راجا، سوال نمبر 64

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر' چونکہ ابھی وزیر قانون نے حکومت کا

مؤقف بیان کیا ہے۔ دراصل ہمارے ساتھیوں کا کہنا بھی اس بات پہ دلالت کرتا ہے ۔ جیسے کل یا پرسوں گورنر پنجاب نے ایک statement دی ہے کہ حکومت Law & Order کو بحال رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ تو میں یہی آپ سے گزارش کروں گا کہ گورنر ایک صوبے کا سربراہ ہے..........

جناب ڈپٹی سپیکر، ہم نے لاء اینڈ آرڈر پر ایک دن بحث کرنی ہے ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ایس اے حمید صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر raise کریں۔ پھر میں پوچھوں گا کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر کون سے رول کے تابع کیا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! مجھے معلوم ہے کہ آپ کو الہام ہوتا ہے۔ آپ کو پتا ہوتا ہے کہ میں نے کیابات کرنی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ ہمارے ساتھی ہیں۔ ہم ایک سال سے اکٹھے کام کر رہے ہیں۔ مجھے پتا چل جاتا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! آپ کی جو یہ کرسی ہے اور جو منصب ہے یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ سنیں زیادہ اور بولیں کم لیکن آپ زیادہ بولتے ہیں کم سنتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر raise کریں۔ آپ سپیکر کے conduct کو زیر بحث نہیں لا سکتے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! کیوں زیر بحث نہیں لا سکتے۔ یہ بات ہمارے قواعد انضباط کار میں لکھی ہوئی ہے کہ آپ نے ممبران کو بات کرنے کا موقعہ دینا ہے ۔ آپ بات کرنے کا موقعہ نہیں دیتے۔ جو میں بات کر رہا ہوں وہ بالکل قواعد انضباط کار کے مطابق ہو گی ۔ میں یہ عرض کرنی چاہ رہا ہوں کہ پچھلے کئی ماہ سے آپ کے سپیکر کے چیمبر کا یہ وتیرہ ہے کہ جتنی بھی ہماری قراردادیں' تحاریک التوائے کار یا ہماری تحاریک استحقاق جاتی ہیں ان میں سے آپ گن کر 60 سے 70 فیصد kill کر دیتے ہیں اور پچھلی دفعہ 63 تحاریک التوائے کار آپ نے kill کی تھیں۔ اس دفعہ 25 تحاریک التوائے کار ہم نے جمع کرائیں صرف دس تحاریک التوائے کار آپ نے allow کی ہیں اور باقی مسترد کر دی ہیں۔ قومی اسمبلی بھی ہے سینیٹ بھی ہے۔ وہاں پہ سپیکر سپیکر بن کے دکھا رہا ہے۔ وہاں پہ

حامد رضا گیلانی جو پی پی کا سب سے بڑا supporter ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، حامد رضا نہیں بلکہ یوسف رضا گیلانی ۔حامد رضا تو سینیئر ہیں۔

جناب ایس اے حمید، میں اس کی تصحیح کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر! اس نے سپیکر بن کے دکھایا ہے ۔ وہ اب تک اپنی کرسی صدارت پہ بیٹھنا نہیں چاہتا کہ اس کی بات کے اوپر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ پی پی کا نمائندہ ہے۔ جناب سپیکر! یہاں یہ صورت حال ہے --------

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ کیا آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب والا! بالکل پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر specific, brief and relevant بیان کریں۔ یہ نہیں کہ آپ تقریر شروع کر دیں۔ آپ کہیں کہ سپیکر قومی اسمبلی یہ کر رہے ہیں۔ میں اس کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

جناب ایس اے حمید، جب اتنی تحاریک التوائے کار kill ہو جائیں گی تو پوائنٹ آف آرڈر بھی اتنا ہی لمبا ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔ میں نے آپ کو ہی سارا دن بولنے کے لیے نہیں دینا۔ I rule it out ۔ آگے چلیں' جی میاں عبدالستار صاحب۔

جناب ایس اے حمید، آپ نے کس لیے kill کی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب! آپ ان کو بتائیں۔ میں نے kill کر دی ہیں۔ آپ مجھ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ I rule it out میرے بھائی! آپ relevant نہیں جی میاں عبدالستار! (قطع کلامی) میرے بھائی آپ relevant نہیں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! جناب اقبال خاکوانی نے پوائنٹ آف آرڈر پہ ایک بات کی تھی اور اس کے جواب میں جناب لاء منسٹر نے حکومت کی طرف سے پالیسی بیان کی کہ انہوں نے صحافت کو آزادی دے رکھی ہے اور یہاں پہ کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو صلاح الدین کے ساتھ اور اس کے بعد ایک اور واقعہ کل پیش آیا ان کو سزا اس لیے دی گئی تھی کہ وہ حق کی بات کرتے تھے۔ انہوں نے کراچی میں امن کی بات کی۔

وہ پورے پاکستان میں سے صوبائیت کے خاتمہ کے داعی تھے۔ وہ شیعہ سنی کی بات کے خلاف تھے۔ اس لیے اس شخص کو سزا دی گئی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ صحافی جو پنجاب میں کلمہ حق بلند کرتے ہیں اور کیا حکومت پنجاب ان کی حفاظت کے لیے کوئی بندوبست کر رہی ہے یا نہیں؟

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ جیل خانہ جات)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ یہ تقریر تو ہو سکتی ہے لیکن پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ جناب محمد بشارت راجا۔

محمد بشارت راجا: سوال نمبر 64

معطل کردہ افسران / ملازمین کی تفصیل

*64۔ **محمد بشارت راجا:** کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 1993ء کے دوران محکمہ جیل کے کتنے افسران/ملازمین کو معطل کیا گیا ان افسران کے نام، عہدہ اور جگہ تعیناتی بیان کی جائے ان افسران کو کن کن الزامات کے تحت معطل کیا گیا۔

(ب) ان معطل شدہ افسران میں سے کس کس کو بغیر انکوائری کے 20۔اکتوبر 1993ء کے بعد وزیراعلیٰ، سیکرٹری محکمہ داخلہ حکومت پنجاب کے حکم پر بحال کیا گیا اور اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) سال 1993ء کے دوران محکمہ جیل کے 240 آفیسران /ملازمین کو معطل کیا گیا۔

(1) معطل آفیسران/ملازمین کے نام بحکم ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب 4
عہدہ جائے تعیناتی و الزام فلیگ 'اے

(2) معطل آفیسران/ملازمین کے نام، بحکم آئی جی جیل خانہ جات 13
عہدہ جائے تعیناتی و الزام فلیگ اے

(3)	معطل آفیسران /ملازمین کے نام،	
	عہدہ جائے تعیناتی و الزام فلیگ بی بحکم سپر نٹنڈنٹ صاحبان لاہور سرکل	150
(4)	معطل آفیسران /ملازمین کے نام	
	عہدہ جائے تعیناتی و الزام فلیگ سی بحکم سپر نٹنڈنٹ صاحبان ملتان سرکل	59
(5)	معطل آفیسران /ملازمین کے نام،	
	عہدہ جائے تعیناتی و الزام فلیگ ڈی بحکم سپر نٹنڈنٹ فیصل آباد سرکل	14
	کل معطل شدہ ملازمین	240

(ب) معطل شدہ آفیسران /ملازمین میں سے کسی کو بھی بغیر انکوائری کے مورخہ 20 اکتوبر 1993ء کے بعد بحکم وزیر اعلیٰ یا سیکرٹری محکمہ ہذا بحال نہیں کیا گیا ہے

نوٹ، فلیگ اے، بی، سی اور ڈی ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد بشارت راجا: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسا کہ جواب میں دیا گیا ہے کہ 240 ملازمین کو معطل کیا گیا اور ان میں سے کسی کو بھی بغیر انکوائری کے بحال نہیں کیا گیا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انکوائری کے دوران ان 240 افسران میں سے کتنے کے خلاف الزامات ثابت ہوئے اور جن کے خلاف الزامات ثابت ہوئے ان کو کیا سزا دی گئی؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! ان 240 افسران میں سے جن افسران کو بحال کیا گیا ان کے حوالے سے ضمنی سوال یہ ہے کہ کتنوں کے خلاف الزامات ثابت ہوئے۔ جناب سپیکر! ان میں سے چار ملازمین ایسے ہیں جن کے خلاف الزامات ثابت ہونے پر major سزا دی گئی ہے۔ دو افسران ایسے ہیں جن کو بے گناہ تصور کرتے ہوئے ان کی انکوائری واپس لی گئی ہے۔ ایک ملازم ایسا ہے کہ جس کی اپیل ابھی آئی جی صاحب کے پاس فیصلہ طلب ہے۔ اور اس کے علاوہ چار ملازمین ایسے ہیں کہ جن کی انکوائری ابھی زیر التواء ہے۔ جناب سپیکر! دو ملازمین ایسے ہیں کہ جن کو آئی جی صاحب نے بحال کیا ہے اور میں اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان چھ کے علاوہ کوئی ایسا آفیسر نہیں۔ جس کے خلاف کوئی ایسا خاص جرم ہو جس میں وہ کسی بڑی سزا کے قابل ہو یا اس کے خلاف کارروائی شروع رکھی جائے۔

محمد بشارت راجا، جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے اپنے جواب میں ملازمین کی جو تعداد مختلف cases کے حوالے سے بتائی ہے اسے میں ساتھ ساتھ نوٹ کرتا رہا ہوں۔ وہ تقریباً 16 بنتی ہے۔ ان کے جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ 16 ملازمین ایسے ہیں کہ جن کے cases کا فیصلہ ہو چکا ہے یا ان کی انکوائری ابھی pending ہے۔ تو ان 16 کے علاوہ یعنی 240 میں سے یہ 16 ملازمین اگر نکال لیے جائیں تو بقایا کی پوزیشن کیا ہے؟ کیا وہ اس وقت معطل ہیں؟ یا ان کے خلاف انکوائری pending ہے یا ان کو سزا دی جا چکی ہے؟ وزیر موصوف صاحب اس بارے میں ذرا واضح طور پر فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب راجا بشارت صاحب 16 کے علاوہ پوچھ رہے ہیں کہ باقی ماندہ کے بارے میں اس وقت کیا پوزیشن ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! باقی ملازمین کے خلاف کوئی ایسا جرم موجود نہیں ہے جس میں ان کا مقدمہ ابھی زیر التوا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا ان کو بحال کر دیا گیا ہے؟

وزیر قانون، جی ہاں۔

محمد بشارت راجا، جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ وزیر صاحب categorically یہ فرما دیں کہ ان 16 ملازمین کے علاوہ جن کے خلاف cases pending ہیں وہ انکوائریاں drop تصور ہوں گی اور ان کو بحال کیا گیا ہے یا کیا جائے گا یا کیا جا چکا ہے۔ یہ ذرا categorically فرما دیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! انکوائری جو ہے وہ pending ہوتے ہوئے بھی افسران بحال ہو سکتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اس ضمن میں جو افسران ہیں وہ بحال ہو چکے ہیں۔ اور جن کے خلاف ابھی انکوائری pending ہے ان کا میں نے ذکر کر دیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ضمنی سوال کر رہا ہوں۔ کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ ان 240 افراد میں سے کتنے افراد جیل میں منشیات کی سمگلنگ کے الزام میں معطل ہوئے تھے؟ کیونکہ ان افسران کا میرے پاس ریکارڈ ہے۔ ثبوت موجود ہے۔ راولپنڈی اڈیالہ جیل میں جیل کے ملازمین منشیات، ہیروئن سمگل کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ ان کے خلاف

کیا کارروائی کی گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا آپ کا ان منشیات والوں سے کوئی رابطہ ہے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب ہم اخبار میں پڑھتے ہیں۔ اور میں یہ بھی بتا دوں کہ میرا رابطہ نہیں تھا لیکن اس حکومت نے ہمیں جیل بھیج کر ہمارا رابطہ کروا دیا ہے۔ اور انشاء اللہ جب تک یہ حکومت رہے گی ہمارا رابطہ رہے گا۔ آنی جانی لگی رہے گی۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! ایک ملازم لیاقت علی کو ڈسٹرکٹ جیل قصور میں جب وہ تعینات تھے انہیں قیدیوں کو ناجائز اشیاء فراہم کرنے کے جرم میں معطل کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان ناجائز اشیاء میں کوئی ایسی بات بھی شامل ہو جو فاضل رکن اسمبلی فرما رہے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور ملازم ایسا نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ایک کے علاوہ اور نہیں ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! آج کل اگر آپ اخبار پڑھیں تو روز آپ کو یہ خبر ملے گی شیخ رشید اڈیالہ جیل سے گیا تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل معطل ہو گیا، بہاول پور جیل پہنچا تو وہاں ڈاکٹر اور اسسٹنٹ جیلر معطل ہو گئے۔ ہمارے تو آنے جانے سے بھی یہ جیل حکام معطل ہو جاتے ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ میرے پاس جو معلومات ہیں ان کے مطابق اڈیالہ جیل کے تین ملازم منشیات کی سمگلنگ میں ملوث تھے۔ جیل میں منشیات سمگل کرتے ہوئے وہ معطل ہوئے ہیں جبکہ وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ صرف ایک ملازم معطل ہوا ہے۔ اتنی اندھیر نگری نہیں مچائی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کہتے ہیں کہ تین افسران اس سلسلے میں معطل ہوئے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جی تین افسران اڈیالہ جیل سے اس سلسلے میں معطل ہوئے ہیں۔ میرے پاس ثبوت موجود ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب بادشاہ میر خان آفریدی فرماتے ہیں کہ اڈیالہ جیل سے تین افسران منشیات کی سمگلنگ کے سلسلے میں معطل ہوئے ہیں۔ اس بارے میں آپ ذرا وضاحت فرمائیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! میرے پاس کوئی ایسی information نہیں ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا!! اس سوال کے جواب میں یہاں بڑا واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ معطل شدہ افسران ملازمین میں سے کسی کو بھی بغیر انکوائری کے مورخہ 20۔اکتوبر 1993ء کے بعد بحکم وزیراعلیٰ یا سیکرٹری محکمہ داخلہ بحال نہیں کیا گیا۔ اور فلیگ اے 'بی 'سی اور ڈی ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں جناب والا!! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آیا یہ یقین سے یہاں on the floor of the House فرما رہے ہیں کہ ان کی جو یہ information ہے یہ بالکل درست ہے کیونکہ میرے پاس جو information ہے وہ یہ ہے کہ عاشق علی جو کہ محکمہ جیل کا آفیسر ہے اسے بغیر کسی انکوائری کے بحال کر دیا گیا ہے۔ اور وہ اپنی ملازمت کر رہا ہے۔ میں اس کے بارے میں وزیر صاحب کی وضاحت چاہوں گا۔

وزیر قانون، جناب والا!! عاشق حسین کے بارے میں پہلے یہ بتائیں کہ وہ کون سی جیل میں کس درجہ کے ملازم ہیں؟ پھر میں انہیں جواب دیتا ہوں۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! پہلے تو میں یہ چاہوں گا کہ وزیر صاحب یہ فرمائیں کہ آیا ان کی information درست ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، عمران مسعود صاحب وہ تو درست تصور ہو گی۔ وزیر جو بات ہاؤس میں کہتا ہے وہ درست ہوتی ہے۔ مزید ان سے کوئی بات اس بارے میں پوچھی جا سکتی ہے۔ یعنی جو بھی فاضل رکن یا وزیر یہاں بات کرتا ہے اسے بالکل درست سمجھا جاتا ہے تاکہ otherwise اس کو غلط ثابت نہ کر دیا جائے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا!! میری information یہ ہے کہ عاشق علی جو کہ محکمہ جیل کا ملازم ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر، عاشق علی کا Rank کیا ہے؟ وہ کس جیل کا ہے؟

میاں عمران مسعود، یہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل ہیں۔ ان کو کسی قسم کی انکوائری کیے بغیر بحال کر دیا گیا ہے۔ تو میں چاہوں گا کہ اس بارے میں وزیر صاحب کو اطلاع ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، عاشق حسین اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کہاں پر ہیں؟

میاں عمران مسعود، اس کا تو مجھے علم نہیں ہے بہرحال وہ محکمہ جیل کے آفیسر ہیں۔ جو کہ معطل کیے گئے اور بغیر انکوائری کے بحال کر دیے گئے لیکن جواب میں لکھا ہے کہ کوئی آفیسر انکوائری

کے بغیر بحال نہیں کیا گیا۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! اصل سوال سال 1993ء کے دوران محکمہ جیل کے افسران کو معطل کیے جانے کے حوالے سے ہے اور جس آفیسر کے بارے میں میرے معزز دوست پوچھنا چاہتے ہیں ان کے بارے میں ظاہر ہے کہ انہی کو بتانا ہو گا اور سوال میں انہیں یہ وضاحت کرنا ہو گی کہ آیا اسے 1993ء کے دوران معطل کیا گیا۔ اور یہ بھی بتانا ہو گا کہ اس وقت وہ کہاں پر کون سی جیل میں تھا ؟ پھر میں اس کا جواب دے دوں گا۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا!! وزیر صاحب کو چٹ موصول ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں شاید اب وہ میرے سوال کا جواب دے دیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا وزیر صاحب یقین سے یہ بتا رہے ہیں کہ کوئی آدمی بحال نہیں کیا گیا ؟ میں تو صرف ان سے surety مانگ رہا ہوں۔ اور اگر یہ اس سوال کا جواب دینے کے لیے وقت چاہتے ہیں تو وقت دے دیا جائے۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ 1993ء کے حوالے سے یہ specific سوال کریں کہ 1993ء کے فلاں مہینے میں عاشق حسین کو معطل کیا گیا۔ کیا وہ انکوائری کے بغیر بحال ہوا یا نہیں۔ تو میں انہیں جواب دیتا ہوں۔ ورنہ میرا جواب یہی ہے کہ معطل شدہ جو افسران اور ملازمین ہیں ان میں سے کسی کو بھی بغیر انکوائری کے بحال نہیں کیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ اگلا سوال۔ راجا ریاض احمد۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب سپیکر! میں وضاحت چاہتا ہوں کہ میرے ضمنی سوال کے جواب میں وزیر موصوف نے کہا ہے کہ صرف ایک آدمی کو منشیات کی سمگلنگ میں معطل کیا گیا۔ میری اطلاع یہ ہے کہ تین آدمیوں کو معطل کیا گیا۔ یا تو وزیر موصوف میری بات کو درست تسلیم کر لیں یا اپنی بات کو درست منوا لیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ریکارڈ منگوا کر یہ بات ثابت کروں گا کہ on the floor of the House جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ اگر میری بات سچی ہوئی تو پھر آج مجھے آپ اس بات کی اجازت دیں کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے ------ یعنی یا تو وزیر صاحب اس بات کی تردید کریں یا اقرار کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، بادشاہ آفریدی صاحب کا سوال یہ ہے کہ منشیات کی سمگلنگ کے سلسلے میں تین آدمیوں کو معطل کیا گیا ہے۔ جبکہ آپ نے کہا ہے کہ ایک آدمی معطل ہوا ہے۔ اس بارے میں ذرا

وضاحت کریں۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ میرے پاس کوئی ایسی اطلاع نہیں ہے کہ تین افسران کو منشیات کے جرم میں معطل کیا گیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ آفریدی صاحب اب آپ کی بات ریکارڈ پر آ گئی ہے ۔ اور اگر فرض کریں کہ آپ کی بات درست ہوئی تو آپ اس کو Assurance Committee میں لے جا سکتے ہیں کہ وزیر صاحب نے یہ assure کیا تھا جبکہ بات یہ نہیں۔ لہذا اب یہاں پر مزید بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب مجھے آپ بات کرنے دیں ۔ یہ میرے شہر کی بات ہے میں اپنے شہر کی بات کر رہا ہوں۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے اور وزیر صاحب کو منشیات کی سمگلنگ جیسے گھناؤنے جرم میں ملوث اپنے عملے کے لوگوں کا علم نہیں۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر،جناب بادشاہ میر خان آفریدی آپ میری بات سنیں۔ یہ بات آپ کی favour میں جا رہی ہے کہ انہوں نے ایک کہا آپ نے کہا تین ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کہا کہ نہیں صرف یہی ایک ہے تین نہیں۔ بس آپ کا کام ہو گیا۔ اگر آپ کی بات ٹھیک ہے تو assurance لائیں۔ تحریک پیش کریں۔ سپیکر صاحب کو جائیں۔ وہ اس کو AssuranceCommittee میں بھیج دیں گے اور کمیٹی اسے thrash out کرے گی کہ کون ٹھیک ہے کون غلط ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا!! پھر آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ اتنی بڑی بڑی جو آپ طباعت کرواتے ہیں ' یہ کتابت کرواتے ہیں' ہمارے سوالوں کے جواب دیتے ہیں اگر یہ جواب ہی صحیح نہیں دیے جاتے تو پھر وقفہ سوالات رکھنے کی کیا ضرورت ہے ؟

چودھری ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری ظہیر الدین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

چودھری ظہیر الدین خان، جناب والا!! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب سوال کے اوپر ضمنی سوالات ہو چکے ہوں اور اس کے بعد اگلے سوال کو آپ call کر دیں تو کیا پچھلے سوال پر دوبارہ ضمنی سوال کو open کیا جا سکتا ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے ان کو اس کی اجازت دے دی تھی۔ جی اگلا سوال۔ راجا ریاض احمد۔

(جناب محمد بشارت راجا نے راجا ریاض احمد کے ایماء پر سوال نمبر 157 دریافت کیا)

تھانہ گلبرگ کے اشتہاری ملزمان کی تفصیل

*157۔ راجا ریاض احمد ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ،

(الف) ضلع فیصل آباد کے تھانہ گلبرگ اور اس سے منسلک چوکی میں کل کتنے ملزمان اشتہاری ہیں اور ان کے نام و پتا جات کیا ہیں وہ کتنے عرصے سے مطلوب ہیں۔ اور ان کے خلاف کس کس جرم کے تحت مقدمات درج ہیں۔

(ب) متذکرہ تھانہ اور اس کی منسلک چوکی کے اشتہاری ملزمان کی گرفتاری نہ ہونے کی وجہ سے کیا کسی ذمہ دار افسر کے خلاف کارروائی کی گئی ہے۔ اگر ہاں تو کب اور کس کے خلاف اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق) ،

(الف) نام و پتا مجرمان اشتہاری	مطلوبہ تاریخ اشتہاری مجرم	عنوان مقدمہ
1۔ سعید احمد ولد محمد اقبال راجپوت سکنہ سچا سودا ضلع شیخوپورہ	25-2-91	مقدمہ نمبر 472 مورخہ 16-10-90 بجرم 17-6-79 خرابہ تھانہ گلبرگ
2۔ محمد اسلم ولد منیر احمد اعوان سکنہ ضلع سرگودھا گلبرگ	30-11-85	مقدمہ نمبر 489 مورخہ 30-8-85 بجرم 420 ت پ تھانہ گلبرگ
3۔ عابد جاوید ولد محمد غوث جٹ سکنہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ	23-11-86	مقدمہ نمبر 375 مورخہ 2-6-86 بجرم 14-6-79 حدود مال تھانہ گلبرگ
4۔ ذوالفقار علی ولد صادق علی ہاشمی سکنہ مکان نمبر 303 / اے تھانہ گلبرگ	21-4-92	مقدمہ نمبر 195 مورخہ 17-4-91 بجرم 337-324-34 ت پ تھانہ گلبرگ
5۔ مجاہد علی ولد صادق علی "	" " "	" " "

(ب) متذ کرہ تھانہ جس کے ساتھ چوکی منسلک نہ ہے میں اشتہاری مجرمان کی گرفتاری کے لیے پولیس افسران کو فرداً فرداً مامور کیا گیا ہے اور غفلت کے مرتکب افسران کے خلاف ضابطہ کی کارروائی زیر غور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جز الف کو پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے ۔ لاء منسٹر صاحب جز ب پڑھ دیا جائے ۔

وزیر قانون : جز (ب) متذ کرہ تھانہ جس کے ساتھ چوکی منسلک نہ ہے میں اشتہاری مجرمان کی گرفتاری کے لیے پولیس افسران کو فرداً فرداً مامور کیا گیا ہے اور غفلت کے مرتکب افسران کے خلاف ضابطہ کی کارروائی زیر غور ہے۔

محمد بشارت راجا : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال کے جز (ب) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ اشتہاری ملزمان کی گرفتاری نہ ہونے کی وجہ سے کیا کسی ذمہ دار افسر کے خلاف کارروائی کی گئی ہے۔ اگر ہاں تو کب اور کس کے خلاف اگر نہیں تو کیوں؟ اس کے جواب میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ کارروائی زیر غور ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک اشتہاری ملزم 1985ء سے پولیس کو مطلوب ہے اور 1985ء سے لے کر آج 1994ء تک کارروائی زیر غور ہے اور حکومت ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے مزید کتنا عرصہ چاہتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ بڑا relevant ضمنی سوال ہے اس بارے میں لاء منسٹر صاحب بتائیں کہ کیوں زیر غور ہے کہ ایک آدمی 1985ء سے مفرور ہے میرے خیال میں ایک دن پہلے بھی شاید اس وقت رانا اکرام ربانی صاحب جوابات دے رہے تھے ۔ تو میں اس وقت بھی ہاؤس کے نوٹس میں یہ بات لایا تھا کہ مختلف محکمہ جات اپنی ایک بات لکھ دیتے ہیں اور ہمارے فاضل منسٹر صاحبان اس کو یہاں پر من و عن پڑھ دیتے ہیں ۔ تو کم از کم آپ اس کا نوٹس لیا کریں کہ اب جو یہ بات کہ 1985ء , 91-1990 سے لوگ اشتہاری ہیں اور پولیس نے ان کی گرفتاری کے لیے جن کو depute کیا ہے ابھی ان کے خلاف کارروائی زیر غور ہے۔ تو اس لیے آپ ذرا اپنے محکموں کو tight کیجیے۔ لاء منسٹر صاحب اس بارے میں آپ کا کیا جواب ہے؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مختلف افسران کے خلاف نہ صرف یہ کہ ان کے خلاف کارروائی زیر غور ہے بلکہ کارروائی کی بھی گئی ہے ۔ میں ایک لیٹر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ طارق مجاہد ایس ایس پی فیصل آباد نے 16 اکتوبر 1994ء کو نور الٰہی

سب انسپکٹر نمبر ایف۔82 کے خلاف شوکاز نوٹس نمبری 556 جاری کیا۔ جو کہ گلبرک پولیس اسٹیشن اور اس کی ملحقہ چوکی کے کھاتے میں اشتہاری ملزمان کو پکڑنے میں ناکامی کی وجہ سے یہ شوکاز نوٹس جاری کیا گیا ہے اور اس کے بعد دوسرا شوکاز نوٹس 01-08-1994 کو جاری کیا گیا جس میں 08-08-1994 کو متعلقہ سب انسپکٹر کو اپنی explanation کے سلسلے میں دفتر میں بھی طلب کیا گیا۔ ان کے خلاف یہ چارج ہے کہ وہ مزید عرصہ گزرنے کے بعد بھی مذکورہ اشتہاری ملزمان کو نہ پکڑ سکے تو ان کے خلاف یہی الزام لگایا گیا کہ انھوں نے اشتہاری ملزمان کو کیوں نہیں پکڑا ان کے خلاف جو سزا سنائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ:

> He is hereby awarded punishment of forfeiture of one years approved service with permanent effect in absentia as provided in the Punjab Police E&D Rules1975.

تو جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے کہ جنھوں نے اشتہاری ملزمان پکڑنے میں ناکامی کا مظاہرہ کیاہےحکومت نے ان کے خلاف کارروائی نہیں کی۔ کسی ملازم کی سروس میں ایک سال منہا کر دیا جانا اس کو نوکری میں ایک سال پیچھے کر دیا جانا بہت بڑی سزا ہے اور یہ سزا دی گئی ہے اس لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں انتظامیہ نے اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں۔

محمد بشارت راجا: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال پوچھا تھا کہ اگر کوئی ملزم 1985ء سے ابھی تک گرفتار نہیں ہوا تو جو افسران نا اہلی کے مرتکب ہیں ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟ ابھی منسٹر صاحب کی طرف سے جو تحریری جواب مجھے دیا گیا ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ زیر غور ہے۔ اگر زیر غور ہے تو پھر ابھی یہ لیٹر کہاں سے نکال کرکے آئے ہیں؟ اگر ان کے پاس لیٹر موجود تھے تو پھر انھیں یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ ہم کارروائی کر چکے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ concealment of facts ہے تو اس میں اب بھی میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس جرم میں یا اس کی سزا کے طور پر کسی بھی افسر کے خلاف کارروائی نہیں کی گئی۔ اگر کارروائی کی گئی ہے تو وہ ایوان میں پیش کی جائے۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ جب تک اس سوال کا مکمل جواب نہیں آجاتا اس وقت تک اسے pend کیا جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! مکمل جواب موجود ہے۔ میں آپ کے ملاحظہ کے لیے اور ایوان کے ریکارڈ

کے لیے بھی پیش کرتا ہوں اور زیر غور سے مراد یہ ہے کہ اگر اب تک ملزمان نہیں پکڑے گئے تو اس دوران بھی جو افسران اب تک وہاں تعینات ہوتے رہے اگر ان میں سے بھی کوئی غفلت کرتا ہے یا کوئی کرے گا تو اس کے خلاف بھی اسی انداز میں کارروائی کی جائے گی۔ جناب والا!! میں یہاں پر مذکورہ سب انسپکٹر نور الہیٰ کے علاوہ چند اور نام بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ضلع شیخوپورہ کے حوالے سے جو سوال موجود ہے اس کے لحاظ سے محمد یسین سب انسپکٹر کو 26-5-1994 کو شو کاز نوٹس جاری ہوا اور اس سلسلے میں مزید محکمانہ کارروائی جاری ہے۔ امان اللہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر جو سرگودھا سے متعلق ہے اور تھانہ گجرگ میں محمد شریف اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے خلاف 26-5-1994 کو کارروائی ہوئی اور ان کے علاوہ محمد صدیق اسسٹنٹ سب انسپکٹر کو بھی ابھی شو کاز نوٹس جاری کیا گیا ہے اور ابھی انھیں کوئی سزا نہیں دی گئی۔

محمد بشارت راجا، جناب والا!! میرا سوال انتہائی relevant ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں آپ کا سوال یہ ہے کہ جو ہاؤس کو جواب دیا گیا ہے وہ یہ لکھا گیا ہے کہ غفلت کے مرتکب افسران کے خلاف ضابطہ کی کارروائی زیر غور ہے۔ لیکن ان کے پاس جو علیحدہ ریکارڈ ہے۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ concealment of facts ہاؤس کو کیوں کیا گیا ہے؟ لاء منسٹر صاحب اس بارے میں بتائیے کہ جز ب میں specifically کہا گیا ہے کہ غفلت کے مرتکب افسران کے خلاف ضابطہ کی کارروائی زیر غور ہے۔ یہاں یہ جواب ہے۔ ادھر آپ کو یہ دیا گیا ہے۔ یہ باتیں یہاں پر جواب میں کیوں نہیں آئیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت کرتا ہوں کہ فاضل رکن کا سوال اپنی جگہ پر اور اس پر آپ نے جو observation دی ہے میں اس کے لیے آپ کا مشکور ہوں۔ اسی لیے اگر جواب میں یہ پرنٹنگ ایوان کے سامنے لائی گئی تو میں نے ایوان میں جواب دینا تھا میں نے لکھا ہوا جواب پڑھنے کی بجائے اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے محکمے سے تازہ informations لی ہیں ریکارڈ لیا ہے اور dates اور لیٹر نمبرز کے ساتھ اور جو کارروائی کی گئی ہے اس کے پورے ریکارڈ کے ساتھ میں آپ کے سامنے پیش ہوا ہوں جہاں تک ایوان کے جواب کے لیے زیر غور لکھا گیا تھا میں باقاعدہ کارروائی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یہ گورنمنٹ کی efficiency ہے اس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ گورنمنٹ کی efficiency نہیں ہے۔ جناب والا! یہ گورنمنٹ کی efficiency ہے۔

چودھری محمد اقبال : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر : جی۔ چودھری محمد اقبال صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

چودھری محمد اقبال : جناب والا! اگر آپ سوال کا جز (ب) پڑھ لیں تو یہ بات بڑی واضح ہو جائے گی کہ متذکرہ تھانہ اور اس کی منسلک چوکی کے اشتہاری ملزمان کی گرفتاری نہ ہونے کی وجہ کیا ہے اور کیا کسی ذمہ دار افسر کے خلاف کارروائی کی گئی ہے ۔ اگر ہاں تو کب اور کس کے خلاف اگر نہیں تو کیوں؟ جناب والا! یہ سوال ہے اور یہ کسی ممبر کا حق prerogative ہے کہ جو سوال specific ہو اس کا جواب بھی specific آنا چاہیئے ۔ میرے فاضل دوست کا مؤقف یہ ہے کہ جو جواب آیا ہے اس میں یہ ساری کارروائی نہیں بتائی گئی ۔ اب اس پر آپ رولنگ دیں کہ صحیح بات کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : دیکھیں پہلے وزیر موصوف نے اپنا جواب پڑھا ہے کہ کارروائی زیر غور ہے یہ اس ہاؤس میں پڑھا گیا ہے اس کے بعد انھوں نے یہ تمام صورت حال بیان کی ہے ۔ میں نے پہلے بھی یہ کہا ہے کہ جو محکمانہ جوابات آتے ہیں وہ ایسے ہی بھیج دیے جاتے ہیں۔ ان پر کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا حالانکہ دونوں طرف کے فاضل اراکین کو یہ حق حاصل ہے اور وہ یہ سوالات پوچھتے ہیں محکموں کا فرض ہے کہ اس کا درست جواب دیں ۔ میری اس پر یہی رائے ہے ۔ جناب سعید اکبر خان ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمارے معزز ممبران جب سوال کرتے ہیں اور محکمے سے جب جواب موصول ہوتا ہے تو جو کارروائی اس وقت ہو رہی ہوتی ہے اس کے مطابق جواب آ جاتا ہے ۔ چونکہ اسمبلی کا اجلاس دیر سے ہوتا ہے تین تین چار چار اور چھ چھ مہینے کے بعد بھی اجلاس ہوتا ہے اور پھر ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے اس عرصے میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور جس وقت جواب پڑھا جاتا ہے اس وقت حالات مختلف ہو چکے ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ وزیر قانون نے جواب دیا انھوں نے موجودہ جواب دیا جس وقت سوال آیا ہو گا اس وقت کارروائی ہو رہی ہو گی ۔

محمد بشارت راجا : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑا واضح طور پر concealment of facts کا کیس ہے اور جس طرح میرے فاضل بھائی بیان دے رہے ہیں ان کے اپنے بیان سے بھی cncealment of facts بنتی ہے اور جس طرح ابھی ہمارے دوسرے وزیر بھائی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ جواب پہلے آ جاتا ہے پھر اس کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہتی

ہیں اور وزیر موصوف نے latest جواب دیا ہے ۔ میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ وزیر موصوف نے جن نوٹس کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی 1993ء کے ہیں۔ 1993ء میں وہ نوٹس serve ہوئے ہیں ان کو تو یہاں پر آ جانا چاہیے تھا لیکن 1993ء کی کارروائی کا بھی یہاں ذکر نہیں کیا گیا ۔اس لیے یہ concealment of facts کا کیس بنتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون صاحب ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں ۔ یہ جو سوال زیر بحث ہے اس کا نمبر 157 ہے اور سوال نمبر 158 رانا محمد فاروق سعید خان کا بھی اسی سلسلے کا ہے ۔ میں نے بھی رات کو ان سوالات و جوابات کو پڑھا ہے۔ کیونکہ میں سارے سوالات اور جوابات پہلے پڑھ کر آتا ہوں ۔ بات یہ ہے کہ یہ سوالات دیے گئے اس سے پہلے محکمہ پولیس کے کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگی تھی اور جب یہ سوالات آئے جب جواب دینے کی باری آئی اس وقت لکھ دیا جب ہاؤس میں پیش ہونے تھے انہوں نے صحیح صورت حال بتائی لیکن وہ بھی سارا کچھ 1994ء میں ہوا ہے یعنی اب ہوا ہے اور یہ ہونا پہلے چاہیے تھا ۔ میں ان تینوں سوالات کو مؤخر کرتا ہوں اس کا پورا جواب ہاؤس میں آنا چاہیے تا کہ صحیح اعداد و شمار ایوان میں پیش ہو سکیں۔ میں اس پر ایک اور قدم اٹھانا چاہتا تھا لیکن میں ابھی وہ نہیں اٹھا رہا اور وہ اگلے اجلاس میں اٹھاؤں گا لہذا ہم ان سوالات کو مؤخر کرتے ہیں۔

وزیر قانون ، جناب والا! آپ کا فیصلہ ہو گیا لہذا میں آپ کے فیصلے کے بعد کچھ نہیں کہنا چاہتا....

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب ہم آگے کی طرف چلیں 683 رانا محمد فاروق سعید خان آپ کا پچھلا سوال میں نے مؤخر کر دیا ہے کیونکہ اس کا جواب بھی ادھورا تھا ۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، سوال نمبر 683

فیصل آباد پولیس کی تحویل میں گاڑیوں کی تفصیلات

*683۔ رانا محمد فاروق سعید خان ، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ،

(الف) ضلع فیصل آباد کی پولیس کے استعمال میں کل کتنی گاڑیاں ہیں وہ کن افسران کے زیر استعمال ہیں ۔ یہ گاڑیاں کتنی مالیت میں اور کن تاریخوں میں خریدی گئیں اور اس وقت کتنی گاڑیاں بوجہ خرابی ناقابل استعمال ہوچکی ہیں ہر ایک گاڑی کے حساب سے تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔

(ب) مالی سال 91-1990ء سے سال رواں کے دوران ضلع فیصل آباد کی پولیس کے زیر استعمال گاڑیوں کی مرمت کن ورک شاپس سے کرائی گئی ان کے نام کیا ہیں۔ اور ان پر کتنی رقم کن تاریخوں میں خرچ آئی۔ ہر ایک گاڑی کے حساب سے الگ الگ خرچہ کا گوشوارہ بمعہ نام ورک شاپس ایوان کی میز پر رکھا جائے؟

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق)۔

(الف) ضلع فیصل آباد کی پولیس کے استعمال میں 97 گاڑیاں ہیں یہ گاڑیاں اس وقت ڈی آئی جی سے لے کر ڈی ایس پی صاحبان تک زیر استعمال ہیں ان کے علاوہ جملہ تھانہ جات میں بھی زیر استعمال ہیں اور دیگر گاڑیاں پولیس لائن ریزرو ڈیوٹی پر ایمرجنسی ڈیوٹی حوالات جوڈیشیل ڈیوٹی ایگل سکوارڈ کی اس ڈیوٹی زیر استعمال ہیں صرف تین گاڑیاں بوجہ خرابی زیر استعمال نہیں ہیں ان گاڑیوں کی مالیت و تاریخ خرید و دیگر تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) مالی سال 91-1990ء سے 31 اگست 1994ء تک ضلع فیصل آباد کی پولیس کے زیر استعمال گاڑیوں کی مرمت محکمہ پولیس کی سرکاری ورکشاپ میں ہی کی گئی اور پرزہ جات سامان جو مرمت وغیرہ کے لیے درکار ہے وہ مختلف فرموں سے خریدا جاتا ہے ۔ اس عرصہ میں اس مد میں کل مبلغ 14,75,534 روپے خرچ ہوئے اس سے متعلقہ تمام دیگر معلومات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا!! تفصیل میں گاڑیوں کی جو لسٹ دی گئی ہے اس میں ایک گاڑی LHV No 3215 اس کے آگے لکھا ہوا ہے کہ سابق ڈی آئی جی صاحب۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ سابق ڈی آئی جی صاحب اس گاڑی کو اپنے گھر لے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ سابقہ کی تعریف پوچھ رہے ہیں کہ ان کے پاس یہ گاڑی کیسے چلی گئی؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! میں نے اس سلسلے میں متعلقہ محکمے سے انکوائری کی تو معلوم ہوا کہ طباعت کی غلطی سے سابقہ کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ اصل میں یہ دونوں گاڑیاں ڈی آئی جی صاحب کے زیر استعمال ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ اصل میں یہ طباعت کی غلطی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! اگر یہ طباعت کی غلطی تھی تو وزیر موصوف کو سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ طباعت کی غلطی ہے۔ اسی سلسلے میں میرا ضمنی سوال ہے کہ نمبر ون پر ایک گاڑی FDO 7777 یہ کرونا کار اور VVIP ہے۔ یہ گاڑی کون استعمال کرتا ہے اور کس کے استعمال کے لیے محکمہ پولیس نے یہ گاڑی خریدی ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر،وہ پوچھ رہے ہیں کہ VVIP کون ہے اور اس گاڑی کو کون استعمال کرتا ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! یہ حکومت کی صوابدید پر ہے جب کسی اہم شخصیت کے لیے گاڑی کی ضرورت پڑتی ہے تو یہ گاڑی استعمال کی جاتی ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب سپیکر! اس گاڑی کی مرمت پر تین لاکھ دس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں یہ مالیت ہے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب والا! یہ مالیت ہے ؟ 3,10,000 روپے کی کرونا کار کہاں سے ملتی ہے ؟

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! کیا یہ گاڑیاں کسٹم ڈیوٹی کے بغیر ہیں آپ خود سوچیں کہ 1991ء ماڈل کی کرونا ہے جس کی قیمت تین لاکھ بتائی گئی ہے ۔ کہیں پولیس والوں نے خود ہی دو نمبر کی گاڑیاں تو رکھنا شروع نہیں کر دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مطلب یہ ہے کہ یہ قیمت شروع کی ہے یا اس وقت اس کی قیمت ہے

وزیر قانون ، جناب سپیکر! 16-9-91 کو تین لاکھ دس ہزار روپے میں خریدی گئی تھی اور یہ اس وقت کی قیمت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ

چودھری شوکت داؤد، نہیں یہ نہیں ہو سکتی - یہ گاڑی 1991ء ماڈل کی ہے اور میرے خیال میں کم از کم بیس لاکھ روپے کی گاڑی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر موصوف نے فلور آف دی ہاؤس یہ بات کہی ہے اگر کوئی غلط بات ہے تو آپ اسے دوسرے طریقے سے agitate کر سکتے ہیں ۔ چودھری شاہ نواز چیمہ صاحب

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! بات وہ بھی صحیح کر رہے ہیں بات یہ بھی صحیح کر رہے ہیں اصل میں یہ گاڑیاں 1991ء میں خریدی گئیں اس وقت کے جو حکمران تھے اس وقت کے جو وزیر اعلیٰ تھے ......

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں ہاؤس بڑا ٹھیک چل رہا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

محمد بشارت راجا، جناب سپیکر! یہ جو قیمت کے حوالے سے سوال میں تضاد پایا جاتا ہے میں اس کی طرف جناب کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا کہ 12 نمبر پر ٹویوٹا جیپ FDN 800 جو کہ ڈی آئی جی صاحب کے زیر استعمال ہے ۱۹۹۰ء میں دسویں مہینے میں خریدی جاتی ہے اس کی قیمت چار لاکھ پانچ ہزار ہے اور اس کے بعد ٹویوٹا جیپ جس کی آگے کوئی تفریق نہیں کی گئی صرف ٹویوٹا جیپ لکھا ہوا ہے ہم تصور یہ کریں گے کہ ساری ٹویوٹا جیپوں کی قیمت ایک ہونی چاہیے۔ کچھ کی قیمت دو لاکھ روپے جاتی گئی ہے اور کچھ کی چار لاکھ روپے جاتی گئی ہے اس کا فرق کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں ضمنی سوال یوں ہونا چاہئے۔ یہ جو قیمتیں printed ہیں یہ کس criteria پر مقرر کی گئی ہیں؟

محمد بشارت راجا، ایک ٹویوٹا جیپ کی قیمت چار لاکھ روپے اور دوسری ٹویوٹا جیپ کی قیمت چار لاکھ پچاسی ہزار روپے ہے یہ تضاد کیوں ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! آپ اگر 12 نمبر کے بعد 13 نمبر سے لے کر 24 نمبر تک دیکھیں تو ان کی قیمت -/2,85,000 ہی آرہی ہے۔ اور چوبیس کے بعد جو چند جیپیں ہیں ان کی قیمت دو لاکھ اسٹھ ہزار ہے۔ اس میں categories of Jeeps جو ہے وہ مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً جو چار لاکھ کی گاڑی آئی وہ چار دروازوں والی تھی یعنی کہ four door jeep تھی۔ دوسری جو ہیں وہ دو دروازوں والی جیپیں ہیں۔ جناب والا! میں اراکین اسمبلی کے لیے مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب ان قیمتوں میں یہ گاڑیاں خریدی گئیں اس وقت Police Vehicles پر Custom duty نہ ہوا کرتی تھی۔ اس لیے اس کی قیمت میں کوئی ابہام نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب بات واضح ہو گئی کہ ان پر ڈیوٹی نہیں تھی۔ جی جناب ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، 893

MR DEPUTY SPEAKER: Taken as read. Any supplementary question?

حاجی محمد امجد کے گھر میں ڈاکہ زنی کی واردات

*893۔ **جناب ارشد عمران سلہری:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اندرون اکبری گیٹ لاہور میں مقیم ایک شہری حاجی محمد امجد ملک کے گھر سے ڈاکوؤں نے چار لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ اور دیگر قیمتی سامان اٹھانے کے بعد گھر کو آگ لگا دی اور فرار ہوگئے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ واردات کی وجہ سے اہل محلہ اور دیگر مکین سخت خوف زدہ ہیں اور انہیں اپنے جان و مال کے تحفظ نہ ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ نے مورخہ 8 ستمبر 1993ء کو ایوان میں بیان دیا تھا کہ پولیس سابقہ تین سالوں کی چوریاں۔ ڈکیتیاں اور نقب زنی کی وارداتوں کو خصوصی طور پر برآمد کرے گی اور حکومت ان پولیس اہل کاروں کے خلاف سخت ایکشن لے گی۔ جو مذکورہ کیس رجسٹرڈ نہیں کریں گے اور اگر پولیس مسروقہ مال برآمد نہیں کرے گی اور مدعی جس کے ساتھ زیادتی کی گئی، جس کی چوری ہوئی ہے یا جس کی ڈکیتی کی گئی ہے اس کا مال واپس ہر شکل میں واپس کیا جائے ۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ نے اپنی معروضات جاری رکھتے ہوئے ایوان میں کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ جس کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ اس کی زیادتی کا ازالہ کریں گے اور اس شخص کو انصاف دلائیں گے، اس کا مال واپس دلائیں گے اور کسی صورت میں بھی ملزموں کے ساتھ کمپرومائز نہیں کریں گے۔

(ہ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جزو (الف) میں مندرج شخص کا مال واگزار کروانے اور ملزموں کے خلاف سخت کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق):

(الف) یہ درست ہے کہ اکبری گیٹ لاہور میں مقیم ایک شہری محمد امجد ملک ولد علی محمد ملک قوم

گلے زئی سکنہ 113۔ اے گلے زئیاں بازار تیزابیاں اندرون اکبری گیٹ لاہور کے گھر چوری کی واردات ہوئی۔ واردات 2 لاکھ نقدی اور دیگر قیمتی سامان کی ہے۔ جس کے متعلق مدعی محمد امجد ملک کے بیان پر مقدمہ نمبر 129 بجرم 457/380 ت پ مورخہ 28 نومبر 1993ء تھانہ اکبری گیٹ لاہور میں درج رجسٹر کیا گیا نقل ایف۔ آئی۔ آر ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جہاں تک آگ لگانے کا تعلق ہے اس بارہ میں محلہ داروں سے دریافت پر معلوم ہوا ہے کہ چند پرانے پارچہ جات جو چار پائی پر پڑے تھے ان میں آگ لگنا پائی گئی ہے ۔ جس سے دھواں اٹھنا پایا گیا جو محلہ داروں نے آ کر بجھا دی آگ سے مکان کا کوئی نقصان نہ ہوا ہے۔ صرف معمولی پرانے پارچہ جات اور چارپائی کی نوار جلنا پائی ہے۔

(ب) جہاں تک مذکورہ واردات کی وجہ سے اہل محلہ اور دیگر مکینوں کے خوف زدہ ہونے کا تعلق ہے یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ پولیس کی گشت متواتر جاری ہے۔ اہل محلہ اور دیگر مکینوں میں کسی قسم کا کوئی خوف و ہراس نہ پایا جاتا ہے۔ پولیس ہر شہری کے جان و مال کی حفاظت کو اپنا اولین فرض سمجھتی ہے اور اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو بطریق احسن نبھا رہی ہے۔

(ج) جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے مطابق برآمد شدہ مال مسروقہ مدعیوں میں لوٹایا جا چکا ہے اور جو مقدمات ابھی تک عدم پتا ہیں ان کے مال مسروقہ کی برآمدگی کے لیے جملہ ایس۔ ایچ۔ او صاحبان کو ہدایات دی گئی ہیں۔ کہ مال مسروقہ کو جلد از جلد برآمد کر کے مدعیوں میں تقسیم کریں نیز جہاں کہیں بھی پولیس اہل کار کسی کوتاہی کے مرتکب پائے جاتے ہیں ان کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے، ملزمان کے ساتھ کسی قسم کا کمپرومائز نہیں کیا جاتا بلکہ مدعی کی داد رسی کی جاتی ہے۔

(ہ) مدعی مقدمہ بالا محمد امجد ملک کے مال مسروقہ کی برآمدگی کے لیے اولاً تفتیش مقامی پولیس عمل میں لائی۔ مدعی کے معقول شبہ کی بناء پر مقدمہ ہذا میں ملزمان 1 ایاز محمود عرف جوزی ولد محمد اسلم 2 محمد حنیف عرف حنیفا 3 قیصر محمود عرف کالیا ولد نذیر اختر بٹ 4 مساۃ مسرت خانم زوجہ محمد اکرم سلیم کو زیر دفعہ 54 ض ف گرفتار کر کے ریمانڈ جسمانی حاصل کیا

اور تفتیش عمل میں لائی۔ دوران تفتیش ہر چار کس ملزمان بالا سے مال مقدمہ ہذا کی کوئی شے برآمد نہ ہونے کی وجہ سے ہر ہرچار کس ملزمان کو مقدمہ ہذا سے ڈسچارج کیا جا چکا ہے۔ بعد ازاں مورخہ 29 مئی 1994ء کو مدعی مقدمہ ہذا کی درخواست پر تفتیش سی آئی اے تبدیل ہوئی۔ مدعی مقدمہ ہذا نے اپنے ہمسایوں مسمیان محمد اکبر و محمد اصغر پسران شیخ سراجدین۔ خورشید انور ولد خورشید احمد اور واجد اشرف ولد محمد اشرف سکنائے اندرون اکبری گیٹ لاہور پر شبہ واردات ظاہر کیا جن کو طلب کرکے مقدمہ ہذا میں شامل تفتیش کیا گیا جو مدعی مقدمہ ہذا نے کہا کہ جب تک تمام اشخاص مجھے قرآن پاک پر حلف نہیں دیتے میری تسلی نہیں ہو سکتی۔ مورخہ 18 ستمبر 1994ء کو مدعی فریق اور الزام علیہ فریق کو طلب کرکے بالمشافہ گفتگو کروائی گئی۔ اس کے بعد محمد اکبر۔ محمد اصغر پسران شیخ سراجدین۔ خورشید انور اور واجد اشرف نے باوضو ہو کر قرآن پاک پر مدعی مقدمہ ہذا کو حلف دیا جس کے بعد مدعی مقدمہ ہذا نے کہا کہ اب میری تسلی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد مدعی نے مسماۃ مسرت خانم زوجہ حاجی اکرم سلیم سکنہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور پر شبہ واردات ظاہر کیا جو پہلے ہی مقدمہ ہذا میں گرفتار ہو کر ڈسچارج ہوچکی ہے جس کے متعلق متذکرہ بالا پتا پر پتہ جوئی کی گئی ہے جو سردست دستیاب نہ ہو رہی ہے۔ لہذا مسماۃ مسرت خانم کی تلاش جاری ہے۔ جونہی وہ دستیاب ہوئی اسے مقدمہ ہذا میں شامل تفتیش کرکے مقدمہ ہذا کو حقائق کی روشنی میں یکسو کیا جائے گا (نوٹ) دفعہ 436 ت پ ایزاد کی گئی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا!! اس میں میرا ضمنی سوال جو کہ جزو (الف) سے متعلق ہے کہ پولیس نے یہ تو معلوم کیا کہ وہاں پر پرانے پارچہ جات کو آگ لگنا پائی گئی ہے۔ لیکن اس میں آگ لگنے کا سبب میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ کیا وجہ تھی جس کی وجہ سے وہاں پر آگ لگی۔ وہاں پر معمولی پارچہ جات جلے اور چارپائی کا جلنا بھی پایا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ جو سوال (الف) ہے اس کے جواب میں نیچے سب سے آخر لائن میں لکھا ہوا ہے کہ صرف معمولی پرانے پارچہ جات اور چارپائی کی نواڑ جلنا پائی گئی۔ وہ پوچھتے ہیں کہ آگ لگنے کی وجہ کیا تھی؟

وزیر قانون: جناب والا! آپ سوال کو دہرا دیں۔ کیونکہ وہ خود تو پوچھ رہے ہیں کہ آگ کس نے

لگائی تھی؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں جی آپ ذرا بتائیے کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! محکمہ پولیس نے جواب وضاحت سے نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں انہوں نے جواب تو کافی لمبا دیا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ صفحے کا جواب ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری ، اس میں انہوں نے جواب کو گول مول کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ clearance کیا مانگتے ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ پولیس نے جو جواب دیا ہے اور انہوں نے جو تفتیش کی ہے کہ جب وہ وہاں پر گھر کے اندر گئے تو انہوں نے پرانے پارچہ جات کو آگ لگی دیکھی اور چارپائی کو آگ لگی دیکھی۔ وہ بھی ان کو محلے داروں نے بتایا تھا۔ جبکہ میرا یہ سوال تھا کہ موصوف کے گھر وہاں پر ڈکیتی ہوتی ہے۔ ڈکیتی کے بعد اس کے گھر کو وہ آگ لگا دیتے ہیں۔ اس کے مکان کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت کریں ۔ کیونکہ اس کے گھر کو نقصان پہنچا ہے یہاں پر غلط بیانی سے جواب دیا جا رہا ہے کہ وہاں اس کے مکان کو کوئی نقصان صرف پرانے پارچہ جات جلے ہیں۔ جبکہ ان کا لاکھوں کا نقصان ہو گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کا سوال یہ ہے کہ وہاں پر حقیقت میں آگ لگی ہے گھر کو نقصان پہنچایا گیا ہے جس طرح جواب دیا گیا ہے کہ وہ بات نہیں ہے۔ یہی ہے جی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

وزیر قانون ، جناب والا! ایف آئی آر میں جو الزام لگایا گیا ہے وہ بڑا واضح ہے ۔ ایف آئی آر میں ہے کہ نامعلوم ملزمان نے چوری کرکے جاتی دفعہ باہر والے کمرے میں آگ لگا دی تھی۔ میں اب پرانے رپورٹ آیا ہوں۔ کارروائی کی جائے۔ اس لیے آگ کے بارے میں جو مدعی ہے اس نے خود اپنی ایف آئی آر میں یہ بات واضح کی ہے کہ ملزمان نے جاتی دفعہ آگ لگائی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اس سلسلے میں میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب ارشد عمران سلہری: یہاں جزو (ج) میں یہ عرض ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے مطابق برآمد شدہ مال مسروقہ مدعیوں میں لوٹایا جا چکا ہے۔ اور جو مقدمات ابھی تک ان کے مال مسروقہ کی برآمدگی کے لیے جملہ ایس ایچ او صاحبان کو ہدایات دی گئی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے پاس کوئی ایسا ریکارڈ ہے کوئی لسٹ ہے کہ جن کا نقصان ہوا تھا، جن کی چوری ہوئی تھی جن کا مال واپس ہوا ہے وہ کون کون سے نام تھے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔۔۔

جناب ارشد عمران سلہری: یہاں پر جزو (ج) میں کہا گیا ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے مطابق برآمد شدہ مال مسروقہ مدعیوں میں لوٹایا جاچکاہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے نام اور تفصیل ہے کہ کن کن کو کتنی کتنی رقم اور مال دیا گیا؟

وزیر قانون: جناب والا! جزو (ج) کے سوال کی جو اصل حیثیت ہے۔اس سوال کے جواب میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سوال ہی clear نہیں تھا۔ جواب کی طرف میں بعد میں آؤں گا۔ فاضل رکن نے سوال کیا ہوا ہے کہ جزو (ج) ذرا آپ ملاحظہ فرمایئے کہ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کہ وزیر اعلیٰ نے مورخہ 8 ستمبر 1993ء کو ایوان میں بیان دیا تھا۔ کہ پولیس سابقہ تین سالوں کی چوریاں، ڈکیتیاں اور نقب زنی کی وارداتوں کو خصوصی طور پر برآمد کرے گی۔ تو 8 ستمبر کو اسمبلی کا وجود نہیں تھا۔ اس لیے 8 ستمبر کو نہ اسمبلی کا اجلاس ہوا نہ ہی وزیر اعلیٰ کا جواب اس انداز میں ان کا کوئی بیان 8 ستمبر کی تاریخ میں کوئی ایوان میں موجود ہے۔ جس کے لیے میں کسی ضمنی سوال کا جواب دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: 8 ستمبر کو تو واقعی یہ اسمبلی معرض وجود میں نہیں آئی تھی۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! یہ misprint ہوا ہے۔ یہ 8 ستمبر نہیں ہے۔ یہ ریکارڈ میں دیکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں اوریجنل پر بھی سیکرٹری صاحب نے چیک کیا ہے 8 ستمبر کا ہی لفظ ہے۔ جو آپ کی طرف سے جو سوال آیا ہے۔ یا تو آپ کی طرف سے ہی پہلے جو آپ کا لکھنے والا ہو گا ساتھی نے 8 ستمبر کا یہ غلط لکھ دیا ہے ۔ میرے خیال میں وہ آگے آئے گا۔ اکتوبر نومبر میں کہیں ہو گی۔ کیونکہ میرے خیال میں اکتوبر میں ہم نے حلف اٹھایا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، وزیر اعلیٰ پنجاب نے پولیس کے حوالے سے اصلاحات نافذ کرتے

ہوئے اس کی کار کردگی کو بہتر بنانے کے لیے یہ اعلانات کیے ہیں کہ جب کسی بھی شخص کی چوری ہوجائے گی تو ہم اس کو ہر صورت میں واپس کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سہری صاحب بات سنیں۔ یا تو پھر آپ تاریخ مقرر نہ کرتے۔ آپ کہتے کہ گزشتہ سال ایوان میں وزیر اعلیٰ نے یہ کہا تھا۔ آپ نے specifically کہا ہے کہ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ نے مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۹۴ء ایوان میں بیان دیا تھا۔ اب ۸ ستمبر کو تو یہ ہاؤس function نہیں کر رہا تھا۔ میرے خیال میں اب .any other question جی سیلفنٹری میاں عبدالستار صاحب۔

میاں عبدالستار، جناب والا! وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ (الف) جزو میں ڈکیتی ہوئی ہے آیا اس میں آج تک ملزمان پکڑے گئے ہیں۔ اور اگر پکڑے گئے ہیں تو کتنی تعداد میں اور کون کون سے ہیں۔ اور ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! پورے سوال میں کہیں بھی انہوں نے ملزمان کی گرفتاری کے بارے میں کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ ضمنی سوال نہیں کرسکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ اس میں تو نہیں اٹھایا۔ ضمنی سوال پر اسی سلسلے میں کریدا تو جاسکتا ہے۔

میاں عبدالستار، یہ ڈاکوؤں کے بارے میں بات ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! اگر آپ جزو (ج) کے حوالے سے پڑھ لیں تو پھر وہی بات آتی ہے کہ خاصا تفصیلی جواب ہے جو آپ نے مجھے پڑھنے نہیں دیا۔ ایک یا دو ملزم نہیں پکڑے گئے۔ بہت سے ملزم اس سلسلے میں پکڑے گئے ہیں۔ اور آخر میں جناب والا! مدعی جو ہے اس نے خود یہ بات کی ہے کہ مقدمہ ہذا میں میری تسلی ہو گئی ہے اور اس کے بعد مسماۃ مسرت خانم زوجہ حاجی اکرم پر بھی واردات کا شبہ کیا گیا۔ بعد میں وہ بھی گرفتار ہوئی اور اس کے بعد وہ بھی مقدمے میں ڈسچارج ہوئی۔

میاں عبدالستار، سوال میں بڑا سیدھا سا لکھا ہوا ہے کہ وہاں پر ڈکیتی ہوئی اور جواب میں ہے کہ کچھ سامان جلا ہوا پایا گیا اور مکان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کسی بھی جگہ اس سوال کا جواب نہیں آیا کہ جن لوگوں نے یہ جرم کیا' ڈکیتی کی' وہ پکڑے گئے ہیں یا نہیں۔ اگلے سوال سارے collective پوچھے گئے ہیں۔ میں صرف ایک تھانے جز (الف) کی بات کر رہا ہوں جو

اکبری گیٹ میں وقوعہ ہوا کہ وہاں پر ڈکیتی ہوئی۔ کتنے ڈاکو پکڑے گئے اور ان کے خلاف آپ نے کیا کارروائی کی؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں بوجوہ کوشش کر رہا تھا کہ جو سوال آ رہے ہیں ان کے جواب دیتا جاؤں۔ میں نے جز (ج) کے حوالے سے آپ کو بتایا کہ سوال کی حیثیت ہی واضح نہیں۔ اور فاضل محرک خود غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اب جز (الف) آپ پڑھیے۔ سوال میں لکھا گیا ہے کہ ڈاکوؤں نے چار لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ اور دیگر سامان اٹھانے کے بعد آگ لگا دی ۔ میں آپ کے سامنے ایف آئی آر رکھتا ہوں جس میں ذکر صرف دولاکھ روپے کا کیا گیا ہے۔اس لیے یہ سوال اپنی ہیت میں ہی غلط ہے۔ انھیں صحیح رپورٹ بھی حاصل نہیں۔ کسی سے سنا سنایا سوال ایوان میں کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر ضمنی سوالات جاری ہیں۔ میں نے انھیں بتایا ہے کہ اس سلسلے میں انتظامیہ نے اپنی پوری ذمہ داریاں ادا کی ہیں اور مدعیان کی پوری تسلی ہے کہ اس سلسلے میں حکومت نے جو باقاعدہ کارروائی کی ہے وہ ٹھیک کی ہے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے کیا کارروائی کی اور ان کی کس طریقے سے تسلی کی گئی ہے؟

وزیر قانون، جز (ہ) کا جواب پڑھ لیجئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہم نے اس کو taken as read کر لیا تھا۔ اس لیے میرے خیال میں -----

میاں عبدالستار، جناب والا! میں نے اس کا "ب" پورشن بھی پڑھا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پڑھا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی ابہام ہے۔ ارشد عمران سلہری صاحب! آپ کا کوئی سوال ہے؟ شاید آپ کو کوئی اور بات پوچھنی ہو۔

میاں عبدالستار، جناب والا! یہ میرے علاقے کے بارے میں سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کے سوال کا جواب انھوں نے دے دیا ہے۔

میاں عبدالستار، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈاکوؤں کا کیا بنا ہے؟ ابھی تک وہاں پر کوئی چور کوئی ڈاکو نہیں پکڑا گیا۔ اور یہ مقدمہ اسی طرح untraceable ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری : جز (ہ) میں یہ جواب دیا گیا ہے: "اس کے بعد مدعی نے مسمات مسرت خانم زوجہ حاجی اکرم سکنہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور پر شبہ واردات ظاہر کیا جو پہلے ہی مقدمہ ہذا میں گرفتار ہو کر ڈسچارج ہو چکی ہے۔ جس کے متعلق متذکرہ بالا پتے پر پتہ جوئی کی گئی ہے جو سر دست دستیاب نہ ہو رہی ہے۔ لہذا مسمات مسرت خانم کی تلاش جاری ہے۔"

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر پولیس نے ان کو ڈسچارج کیا ہے تو کس قانون کے تحت کیا ہے؟ کیونکہ سی آر پی سی کے تحت کوئی ایسی دفعہ موجود نہیں کہ پولیس مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر ملزم کو ڈسچارج کرے۔ اگر کوئی دفعہ ہے تو وزیر موصوف مجھے بیان کر دیں۔ دفعہ بتا دیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہاں جواب میں ہم نے یہ نہیں کہا کہ پولیس نے اسے ڈسچارج کیا ہے۔ "ڈسچارج ہو چکی ہے"۔ مطلب یہ کہ وہ عدالت سے ڈسچارج ہو چکی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اس سلسلے میں میرا ضمنی سوال ہے کہ اس مجسٹریٹ کا نام بتا دیا جائے' اس عدالت کا نام بتا دیا جائے جنھوں نے اس کو ڈسچارج کیا۔ وہ ہوا میں معلق ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! کوئی ملزم جو گرفتار ہو جائے وہ عدالت کے آرڈر کے بغیر نہ اس کی ضمانت ہوتی ہے نہ وہ فارغ ہوتا ہے۔ لہذا یہ عورت گرفتار ہوئی اور اس کے بعد ڈسچارج ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عدالت سے ڈسچارج ہوئی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت وہ مسمات مسرت خانم کہاں ہیں؟ کیا ہوا میں معلق ہیں؟ آج تک وہ مل نہیں رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عمران مسعود صاحب' ضمنی سوال۔

میاں عمران مسعود، شکریہ۔ جناب سپیکر۔ جناب والا! آگ والے مسئلے میں اتنی لمبی بحث ہو رہی ہے۔ تو مجرم کا پتا چل چکا ہے کہ کس نے آگ لگائی ہے۔ شاہنواز چیمہ صاحب نے ہی آگ لگائی ہے۔ وہ آگ لگانے میں بڑے ماہر ہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال' ملک کرامت علی کھوکھر صاحب۔

ملک کرامت علی، سوال نمبر 1014

جھوٹے مقدمات کے اندراج کی تعداد

*1014۔ **ملک کرامت علی کھوکھر:** کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سابق ڈپٹی سیکرٹری ہوم حبیب الرحمان اپنے منشی عبدالستار اور اپنے سالے آفتاب ربانی کے ذریعے تھانہ رائے ونڈ (قصور) تھانہ صدر (ننکانہ صاحب) میں کسانوں اور قیدیوں کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کراتا اور انسانیت سوز پولیس تشدد کراتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حبیب الرحمان ایم وائی لبیب الرحمان اعلیٰ افسران قبضہ گروپ نے موضع ننگلسعداں (مریدکے) موضع مٹ کلاں (ننکانہ صاحب) موضع رکھ بت (قصور) اور ضلع خوشاب میں معنی لیزیں اور سرکاری اراضیات معدنی ناجائز حاصل کر رکھیں ہیں جنہیں محکمہ جیل کے قیدیوں سے کاشت کراتے ہیں۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ اینٹی کرپشن نے ان کے خلاف مقدمات درج کر رکھے ہیں اور متعدد انکوائریاں ہو رہی ہیں۔ جس کی بناء پر انہوں نے گواہان اور شکایات کنندگان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کراتے ہیں۔ اگر ہاں تو ان مقدمات کی تعداد اور نمبر (ایف آئی آر) بتائی جائے جو انہوں نے 1982ء سے تا حال درج بالا تھانوں اور افراد کے ذریعے درج کرائے نیز ان واقعات کی بھی تعداد بتائی جائے۔ جو درج کرائے بغیر پکڑ دھکڑ اور تشدد بے جا پر مبنی روا رکھے گئے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو جھوٹے مقدمات میں ملوث کیے گئے کسانوں اور قیدیوں کے تحفظ کے لیے کیا اقدامات کب تک کیے جا رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

(الف) مسمیان عبدالستار اور آفتاب ربانی کے ذریعے ضلع قصور تھانہ رائے ونڈ اور تھانہ ننکانہ صاحب میں کل چھ (6) مقدمات درج کروائے گئے۔ جن کی تفصیل لف ضمیمہ "الف" ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مسمیان شیخ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان پیرول پر حسب ضابطہ قیدی لیتے آ رہے ہیں۔

کی جانب سے مشینری کی تنصیب اور نئے صنعتی یونٹ کے غیر قانونی قیام کی تحقیقات کرانے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صنعت (رانا سہیل احمد نون)۔

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کی موجودہ لوکیشن پالیسی مورخہ 26-10-1986 کے مطابق ماسوائے خدمت گزار صنعتوں کے، میونسپل اور ٹاؤن کمیٹی حدود کے اندر حکومت پنجاب سے این او سی حاصل کئے بغیر نئے صنعتی یونٹوں کے قیام پر پابندی ہے۔ تاہم محکمہ صنعت اور معدنی ترقیات حکومت پنجاب کے مراسلہ نمبر AEA-111-3-169/84 مورخہ 16-09-1984 کے مطابق موجودہ باضابطہ صنعتی اداروں پر اپنے منظور شدہ احاطہ میں توسیع کرنے یا نئے یونٹ قائم کرنے کے سلسلے میں حکومت پنجاب سے پیشگی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہے چاہے وہ باضابطہ صنعتی ادارہ میونسپل یا ٹاؤن کمیٹی حدود میں ہی کیوں نہ واقع ہو۔

(ب) یہ درست ہے کہ فیصل آباد کی میونسپل حدود میں رکھ کنال برانچ نہر سے ملحقہ پیپلز کالونی کے نزدیک احسان یوسف ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ۱۹۶۱ء سے قائم شدہ ہے اور کپڑوں کی رنگائی چھپائی اور جلاکاری میں مصروف ہے یہ ایک باضابطہ صنعتی ادارہ ہے جو کہ حکومت پاکستان سے بذریعہ مراسلہ نمبر IPB/TC/DCV/6(318)76 مورخہ ۱۴-۳-۷۹ اور محکمہ صنعت و معدنی ترقیات حکومت پنجاب سے بذریعہ مراسلہ نمبر PPS/TCX/12-13/75 مورخہ ۱-۹-۸۱ کے تحت منظور شدہ ہے اس یونٹ نے ۱۹۸۳ء اور ۱۹۹۲ء کے دوران اپنے معیار کو بہتر بنانے کے لیے پرانی مشینری میں تبدیلی کے علاوہ نئی مشینری بھی تنصیب کی ہے جس کا مقصد توازن کاری اور جدید کاری اور موجودہ استعداد میں توسیع ہے اس یونٹ نے اپنے ابتدائی اشیائے مصنوعہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست نہ ہے کہ احسان یوسف ٹیکسٹائل ملز نے توسیعی منصوبے کی آڑ میں نئے یونٹ قائم کر لیے ہیں۔

(ج) مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں احسان یوسف ٹیکسٹائل ملز میں توازن کاری اور جدید کاری اور استعداد میں توسیع کے لیے مشینری کی تنصیب غیر قانونی نہ ہے۔

نوجوانوں کو قرضہ جات کی عطائیگی کی تفصیلات

*1300- میاں شیخ محمد چوہان ، کیا وزیر صنعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ.

پنجاب میں سمال انڈسٹریز کارپوریشن کی وساطت سے نوجوانوں کو دیئے جانے والے قرضہ جات کے لیے رواں مالی سال میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے۔درخواست گزاروں کے نام،پتے اور قرض دی جانے والی رقم کی تفصیلات بتائی جائیں۔ نیز اس ضمن میں موصول شدہ مسترد اور زیر کارروائی درخواستوں کی تعداد بھی بتائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صنعت (رانا سہیل احمد نون) .

مالی وسائل میں کمی کی وجہ سے حکومت دیہی صنعت کاری پرو گرام و سلیف ایمپلائمنٹ سکیم کے لیے رواں مالی سال میں کوئی نقد رقم مختص نہ کی ہے۔تاہم فنڈز کے حصول کے سلسلے میں مالیاتی اداروں سے رابطہ قائم کیا گیا / کیا جا رہا ہے۔نیز بینک دولت پاکستان نے مقامی طور پر تیار ہونے والی مشینری کی خرید / حصول کے لیے قرضہ جات کے سلسلے میں 100 کروڑ روپے کے قرضے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سکیم تیار کی جا رہی ہے۔ جس پر منظوری کے بعد عمل شروع کیا جائے گا۔ نوجوانوں کو دیئے جانے والے قرضہ جات کی درخواستیں موصول نہ ہوئی ہیں۔لہذا نہ تو کوئی درخواست مسترد کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی درخواست زیر کارروائی ہے۔

سلیکشن گریڈ کی عطائیگی

*1359- جناب ایس اے حمید ، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سکیل نمبر 16 کے ملازمین کو سلیکشن گریڈ دینے کے لیے پانچ سال کا تجربہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔جب کہ سکیل نمبر 1 تا 15 کے ملازمین کے لیے 2 سال کا تجربہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ادنیٰ ملازمین ترقی کرتے کرتے جب سکیل نمبر 16 میں ترقی پاتے ہیں تو ان کی عمر 55 سال سے زائد ہو چکی ہوتی ہے اور اس طرح پانچ سال کا تجربہ نہ ہونے کی وجہ

اسمبلی میں بھی یہ اکثر آتا رہا ہے۔ پچھلے دنوں بھی یہ سوال آیا۔ اب پھر یہ ہو رہا ہے۔ ان دونوں کا کیا مسئلہ ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! اگر سوال، سوال و جواب کی شکل میں ہو گا تو اس کا جواب technically اتنی ہی length میں دیا جا سکتا ہے جس انداز میں سوال کی حیثیت ہو گی۔ اگر issue کے حوالے سے اس کو discuss کیا جاتا ہے تو اس صورت میں میں issue کے لحاظ سے اس کا مفصل جواب دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔ یہاں پر جز (الف) میں جو بات کی گئی ہے، وہ ذکر حبیب الرحمان کا ہے۔ لیکن جو مقدمہ جات درج کروائے گئے ہیں وہ حبیب الرحمان نے درج نہیں کروائے۔ مقدمہ جات عبدالستار اور آفتاب ربانی نے درج کروائے ہیں۔ جناب سپیکر! جو آپ وضاحت چاہتے ہیں اس کو میں اس بات کے ساتھ منسلک کرتا ہوں کہ آفتاب ربانی اور عبدالستار جو ہیں، وہ مذکورہ جو ڈپٹی سیکرٹری ہوم حبیب الرحمان ہیں واقعی ان کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ ان میں سے ایک صاحب ان کے منشی ہیں اور دوسرے آفتاب ربانی صاحب ان کے brother in law ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! یہ ایک important issue ہے جب کہ سوال میں بھی اس بات کا جواب ہمیں ملتا ہے کہ وہی وہ طاقت ور لوگ ہیں جو ان کے پیچھے ہیں۔ ایک ان کا سالہ ہے اور ایک ان کا منشی ہے۔ اور وزیر موصوف کے جواب سے بھی یہ صاف ظاہر ہوا ہے کہ یہ چھ مقدمات جو درج کروائے گئے ہیں وہ لوگ ان مقدمات سے باعزت بری ہو چکے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر جھوٹے مقدمات درج کروائے گئے اور لوگوں کو ناجائز تنگ کیا گیا۔ اگر آپ سوال لیں تو میرا ضمنی سوال یہ ہو گا کہ آیا حکومت ان لوگوں کے خلاف جو ناجائز لوگوں کو تنگ کرنے اور زیادتیاں کرنے کے لیے جھوٹے مقدمات میں ملوث کرتے ہیں کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ یا اگر پولیس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ہمارے علم میں ان کا تشدد نہیں آیا تو میرا خیال ہے کہ اس سوال سے بھی اور آج اس اسمبلی میں اس جواب سے بھی اور ہمارے صحافی برادری بھی اس بات کو اپنے اخبارات میں لائے تاکہ اگر واقعی ایسی کوئی حقیقت ہے تو کیا حکومت اپنے طور پر ان کے خلاف کوئی انکوائری کرنا اور ان کو قرار واقعی سزا دینا پسند کرے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب! میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں ہاؤس کو اعتماد میں لیا

جائے۔ تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر ہم اس سوال کا مسئلہ ہاؤس میں put کر کے یہاں ایک کمیٹی بنا دیں جو اس مسئلے کو thrash out کرے کہ یہ کیا ہے؟

راجا محمد بشارت ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، راجا صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راجا محمد بشارت ، جناب والا!! آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس سے میں کلی طور پر اتفاق کرتا ہوں کہ یہ انتہائی اہم سوال ہے اور اسے ہمیں in depth سے کر جانا چاہیے اور اس پر بات کرنی چاہیے۔ میں وزیر قانون صاحب کے جواب دینے سے پہلے صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سوال کے جواب میں بھی حکومت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان پیرول پر قیدی لیتے ہیں اور اپنی ذاتی زمینوں پر اور اپنی لیز شدہ مائینز پر ان سے کام کرواتے ہیں ۔ اور اس کے علاوہ اس میں حکومت نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے جن لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمے درج کروائے تھے یا جن لوگوں کو ان سے تکلیف پہنچی تھی یعنی 1986ء میں ان کو تکلیف ہوتی ہے اور حکومت کہتی ہے کہ اس کے انسداد کےلئے صرف دو مقدموں میں تحرک ہوئے ۔چار مقدمے اب بھی باقی ہیں ۔اس لیے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس سوال کو Pend کیا جائے۔ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس پورے معاملے کی چھان بین کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) ، جناب سپیکر! اس issue پر جواب دینے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ ضمنی سوال جناب شوکت داؤد صاحب کا آیا تھا کہ جو افراد جھوٹے مقدمے درج کرواتے ہیں اور اس مخصوص سوال کے حوالے سے آیا کوئی جھوٹا مقدمہ درج کروایا گیا ہے تو حکومت نے کیا کارروائی کی ہے۔ جناب ضمیمہ "الف" میں جن مقدمات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک مقدمہ نمبر 315/92 اور دوسرا 369/92 یہ دونوں مقدمات جھوٹے ثابت ہوئے۔ اور اس کے نتیجے میں مدعی کے خلاف ۱۸۲ ت پ کے تحت کارروائی کی جا چکی ہے اور ان کی خلاف مقدمہ اس وقت زیر سماعت ہے۔اس لیے حکومت نے جھوٹے مقدمے درج کروانے پر محرکین کے خلاف کارروائی کی ہے۔جہاں تک قیدی پیرول پر لینے کا اور ان سے کام کروانے کا تعلق ہے یہ دوسرا ضمنی سوال تھا ۔جناب سپیکر! پیرول پر کسی بھی قیدی کو حسب ضابطہ رہا کروایا جا سکتا ہے اور جو آدمی پیرول پر

قیدی حاصل کرتا ہے وہ پیرول پر لینے کے بعد ان سے کوئی بھی کام لے سکتا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ جو ضمنی سوالات کیے گئے ان کے جوابات سامنے ہیں اس کے باوجود آپ اگر اس سوال کو مزید thrash کرنا چاہتے ہیں اور ضمنی سوال کی بجائے آپ کسی اور حوالے سے thrash کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کے اختیارات میں ہے جس طرح چاہیں آپ اس پر عمل کیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ہر ضمنی سوال کا جواب دینے کے لیے میں اس وقت ذہنی طور پر تیار ہو کر حاضر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ وزیر قانون صاحب نے بھی اس پر بیان دے دیا ہے۔ میں اس پر ایک سپیشل کمیٹی بناتا ہوں جو اس کو thrash out کرے گی اور اس میں میں ہاؤس سے یہ منظوری حاصل کروں گا۔ یہ بڑا اہم ہے اور انہوں نے واک آؤٹ کرنا ہے۔ مجھے بھی اطلاع ہے اور وہ ان کا حق ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ (قطع کلامی) اختر رسول صاحب ! میں یہ بڑے اہم مسئلہ پر بات کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں پنجاب کی اسمبلی میں ایسی بات نہیں ہوئی ہو گی جو میں آج کر رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں ایک سپیشل کمیٹی بنا رہا ہوں جو حاجی محمد افضل چن صاحب کی زیر صدارت کام کرے گی۔ تو میں چھ ممبر صاحبان حکومتی پارٹی سے اور چار ممبر صاحبان اپوزیشن سے لیتا ہوں۔ تو حکومتی پارٹی کی طرف سے جو ممبران ہیں وہ میرے خیال میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہیں وہ سردار محمد حسین ڈوگر، جناب جاوید پرویز ورک، جناب نذر حسین بھٹی، رانا فاروق سعید صاحب اور محمد وصی ظفر صاحب اور چھٹے حاجی محمد افضل چن صاحب ہیں۔ اور ادھر سے رانا اقبال صاحب، چودھری محمد ریاض صاحب، چودھری محمد اقبال صاحب۔۔۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میری submission یہ ہے کہ ملک کرامت علی کھوکھر صاحب اس سوال کے محرک ہیں لہذا انہیں اس کمیٹی کا ممبر ضرور بنایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، بالکل ٹھیک ہے ۔ تو چوتھے ممبر ملک کرامت علی کھوکھر صاحب ہوں گے۔ تو کیا ہاؤس اس کمیٹی کی اجازت دیتا ہے؟

آوازیں، اجازت ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی اجازت ہے۔ یہ کمیٹی اس کو دو ماہ کے اندر thrash out کرے گی اور جتنے بھی اور pending questions ہیں وہ بھی میں اسی کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ اب وقفہ سوالات ختم

دیتا ہے ۔ جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون ، جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

جھوٹے مقدمات درج کرانے والوں کے خلاف کارروائی

*1015۔ ملک کرامت علی کھوکھر ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان اعلیٰ افسران نے اپنے منشی عبدالستار اور قریبی رشتہ دار آفتاب ربانی کے ذریعے تھانہ صدر (ننکانہ صاحب) رائے ونڈ (قصور) میں بے گناہ کسانوں اور قیدیوں کے خلاف جو مقدمات درج کرائے وہ سب جھوٹے ثابت ہوچکے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ افسران نے اپنے خلاف اینٹی کرپشن کے گواہ فیض محمد کموہ کے خلاف جھوٹا پرچہ درج کراکے چار سال عدالت مجسٹریٹ (کوٹ رادھا کشن) کے چکر لگوائے اور یہ غریب کسان بالا آخر بحکم ہائی کورٹ بری ہوا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ بطور بیگار کاشت کاری سے انکار کرنے پر حبیب الرحمان نے مقدمہ نمبر ان 20 مورخہ 20-2-85 اور مقدمہ 85/61 تھانہ رائے ونڈ درج کرا کے مجبور قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم کرائے۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ یوسف ولد منظور نامی قیدی پر مقدمہ درج کرانے بغیر کئی روز تک رائے ونڈ تھانہ میں تشدد کرایا جاتا رہا۔ کیونکہ وہ اسے لبیب الرحمان جس کا اصل نام یوسف ولد منظور ہے کی جگہ اینٹی کرپشن کو پیش کرنا چاہتے تھے مگر اس نے انکار کردیا۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ اراضیوں پر ناجائز قبضہ کرنے کی خاطر غریب کسانوں کی عورتوں کے خلاف بھی اس قبضہ گروپ نے جھوٹا مقدمہ نمبر 315/92 تھانہ صدر ننکانہ درج کرایا۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ اراضیوں پر قبضہ کرنے کے لیے کسانوں کے خلاف قاتلانہ حملوں کے جھوٹے مقدمات نمبر 315-92,307-92 اور 369-92 تھانہ صدر ننکانہ درج کرائے گئے۔

(ز) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو جھوٹے مقدمات درج کرانے والوں کے خلاف بمطابق قانون کارروائی زیر دفعہ 162 کب عمل میں لائی جائے گی؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) منشی عبد الستار مسمی آفتاب ربانی کے ذریعے تھانہ صدر ننکانہ صاحب اور رائے ونڈ میں کل (6) مقدمات درج ہوئے جن کی تفصیل لف ضمیمہ "الف" ہے۔

(ب) فیض محمد کمبوہ کے خلاف مقدمہ نمبر 89/428 بجرم 430/379 ت پ تھانہ رائے ونڈ میں منشی عبدالستار نے درج کروایا۔ جو چالان ہو کر بعدالت جناب محمد اکبر مجسٹریٹ کوٹ رادھا کشن سے مورخہ 16 ستمبر 1992ء کو بری ہوا ہے۔

(ج) یہ اس حد تک درست ہے کہ منشی عبدالستار کے توسط سے مقدمہ نمبر 85/61 تھانہ رائے ونڈ میں درج ہوا جو بعد از تفتیش عدم پتہ ہو چکا ہے۔

(د) یوسف ولد منظور نامی کسی شخص کو تھانہ میں نہ بٹھایا گیا ہے اور نہ ہی کسی پر تشدد کیا گیا ہے اور نہ ہی اس بارے میں پولیس کو علم ہے۔

(ہ) یہ درست ہے کہ مسمی آفتاب ربانی کی تحریری درخواست پر مقدمہ نمبر 92/315 بجرم 382/427/440/506 ت پ تھانہ ننکانہ صدر درج ہوا۔ جو بعد از تفتیش خارج ہوا۔

(و) یہ درست ہے کہ مذکورہ تینوں مقدمات تھانہ صدر ننکانہ میں درج ہوئے۔ مقدمہ نمبر 92/307 انسپکٹر ایکسائز و سب انسپکٹر سی آئی اے نے مشترکہ ریڈ کیا۔ تاہم شراب بنانے کے آلات و لاہن برآمد ہونے مقدمہ ہذا اس وقت زیر سماعت ہے۔ مقدمہ نمبر 92/315 کا ذکر جزو "ہ" میں کیا جا چکا ہے۔ مقدمہ نمبر 92/369 بھی مسمی آفتاب ربانی کی شکایت پر تھانہ متذکرہ میں درج ہوا۔ جو بعد از تفتیش خارج ہوا۔

(ز) مقدمہ نمبر 92/369,92/315 میں زیر دفعہ 182 ت پ کی کارروائی زیر عمل ہے۔

ضمیمہ "الف" تفصیل مقدمات

1۔ مقدمہ نمبر 186 مورخہ 16۔اکتوبر 1982ء بجرم 379 ت پ تھانہ رائے ونڈ منشی عبدالستار نے مسمی یاسین ولد اسحاق کے خلاف درج کروایا۔ ملزم کو چالان کیا گیا۔ ملزم 15 مارچ 1987ء

کو بعدالت جناب چودھری عبدالغفور مجسٹریٹ کوٹ رادھا کشن سے بری ہوا۔

2۔ مقدمہ نمبر 61 مورخہ 15 اپریل 1985ء بجرم 408 ت پ تھانہ رائے ونڈ ضلع قصور منشی عبدالستار نے عبدالعزیز ولد ابراہیم کے خلاف بسلسلہ خورد برد فصل درج کروایا جو بعد از تفتیش مورخہ 20 چالان کیا گیا۔ اکتوبر 1985ء عدم پتہ قرار دیا گیا۔

3۔ مقدمہ نمبر 428 مورخہ 23۔1 اکتوبر 1989ء بجرم 430/379 ت پ تھانہ رائے ونڈ ضلع قصور منشی عبدالستار نے فیض محمد کمبوہ کے خلاف درج کروایا۔ بعد از تفتیش مقدمہ مورخہ 28۔ اکتوبر 1989ء کو چالان ہو کر ملزم کو جیل بھجوایا گیا۔ ملزم مورخہ 16 اگست 1992ء کو بعدالت جناب محمد اکبر خان مجسٹریٹ کوٹ رادھا کشن سے بری ہوا۔

4۔ مقدمہ نمبر 445 مورخہ 27 اکتوبر 1993ء بجرم 379 ت پ تھانہ رائے ونڈ منشی عبدالستار نے نامعلوم افراد کے خلاف درج کروایا۔ جو بعد از تفتیش مقدمہ عدم پتہ قرار دیا گیا۔

5۔ مقدمہ نمبر 92/315 بجرم 427/382/440/506 ت پ مسمی آفتاب ربانی کی تحریری درخواست پر تھانہ ننکانہ صاحب (صدر) درج ہوا جو بعد از تفتیش خارج ہوا۔

6۔ مقدمہ نمبر 92/369 مورخہ 15 نومبر 1992ء بجرم 149/148,379/506 ت پ تھانہ صدر ننکانہ مسمی آفتاب ربانی نے درج کروایا۔ بعد از تفتیش مقدمہ خارج ہوا۔

پانی چوری کے مقدمات کی تفصیل

*1086۔ حاجی محمد افضل چن، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ضلع منڈی بہاؤ الدین میں سال 1993ء سے آج تک پانی چوری کے کتنے مقدمات درج ہوئے ہر مقدمے میں نامزد ملزمان کے نام کیا تھے۔ کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے سزا یاب اور کتنے بری ہوئے۔

(ب) کیا ان ملزمان میں کوئی سیاست دان بھی شامل ہے اگر ہے تو ان کے نام کیا ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق)۔

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین میں سال 1993ء سے 31 ستمبر 1994ء تک پانی چوری کے کل 42 مقدمات درج ہوئے ملزمان جن کے خلاف 42 مقدمات درج ہوئے ان کے نام ضمیمہ "الف"

میں ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔ 205 ملزمان گرفتار ہوئے۔ چار ملزمان کو سزا ہوئی۔ 13 بری ہوئے۔

(ب) ان ملزمان میں کوئی سیاست دان شامل نہ ہے۔

ڈاکہ زنی، قتل، اغوا اور چوری کی وارداتوں کی تعداد

*1139۔ **جناب ہارون اختر خان** : کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے دن سے لے کر 5۔اپریل 1994ء تک ضلع لاہور کی حدود کے اندر ڈاکہ زنی، قتل، اغواء اور چوری کی کل کتنی وارداتیں ہوئی ہیں۔

(ب) ان میں سے کتنی وارداتوں کے مجرموں کا سراغ لگا کر تفتیش مکمل کرلی گئی ہے۔

(ج) اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے والے کتنے پولیس افسران کے خلاف کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق) :

(الف) موجودہ حکومت کے برسراقتدار آنے کے دن سے لے کر 5۔اپریل 1994ء تک ضلع لاہور کی حدود کے اندر ڈکیتی بجرم 395 ت پ کے 24 مقدمات سرقہ بالجبر بجرم 392-394 ت پ کے 408 مقدمات۔ قتل کے 162 مقدمات، اغواء بچگان و بالغان کے 223 مقدمات۔ چوری کے 1770 مقدمات درج ہوئے۔

(ب) ڈکیتی بجرم 395 ت پ کے 15 مقدمات، سرقہ بالجبر بجرم 392-394 ت پ کے 135 قتل کے 144 مقدمات اغواء بچگان و بالغان کے 212 مقدمات اور چوری کے 858 مقدمات کی تفتیش مکمل ہوچکی ہے۔

(ج) اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے والے 5 پولیس افسران / ملازمین کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی کی جارہی ہے۔

منڈی بہاؤالدین کی حدود میں تحصیل وار تھانہ حدود کا تعین

*1152۔ **چودھری محمد اسلم** ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین کی حدود میں کتنے تھانہ جات ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ضلع قائم ہونے کے بعد تھانہ حدود میں رد و بدل کیا جا رہا ہے اگر ہاں تو تحصیل وار تھانہ حدود کا تعین کب تک کر دیا جائے گا؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین کی حدود میں کل آٹھ تھانہ جات ہیں۔

(ب) منڈی بہاؤ الدین ضلع قائم ہونے کے بعد تھانہ حدود میں رد و بدل فی الحال نہ کیا جارہا ہے۔ اور نہ ہی اس بارے میں کسی مدت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

پولیس ملازمین کے خلاف کارروائی کا حکم

*1162۔ **خواجہ محمد اسلام**، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 1990ء سے لے کر آج تک لاہور ہائی کورٹ نے آئی جی پنجاب پولیس کو کن کن پولیس ملازمین کے خلاف انضباطی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ ان افسران کے نام عہدہ اور الزام جس کی وجہ سے عدالت عالیہ نے انضباطی کارروائی کا حکم دیا اور اس پر کیا کارروائی کی گئی۔

(ب) جن ملازمین کے خلاف کارروائی نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات کیا ہیں تفصیلات دی جائیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) 1990ء سے لے کر آج تک لاہور ہائیکورٹ نے آئی جی پنجاب پولیس کو جن جن پولیس ملازمین کے خلاف انضباطی کارروائی کرنے کا حکم دیا ان افسران کے نام عہدہ اور الزام جسکی وجہ سے عدالت عالیہ نے انضباطی کارروائی کا حکم دیا اور اس پر کی گئی کارروائی کی مکمل تفصیل ضمیمہ "الف" پر لف ہے۔

(ب) تفصیل ضمیمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا۔

ہائی کورٹ کی جانب سے پولیس ملازمین کے خلاف پرچہ کا اندراج

*1164۔ **خواجہ محمد اسلام**، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) 1990ء سے آج تک مختلف رٹ پٹیشنوں میں ہائی کورٹ کی طرف سے کن کن پولیس

ملازمین کے خلاف پرچہ درج کرنے کے احکامات جاری کیے گئے ان پولیس ملازمین کے نام / عہدہ موجودہ جائے تعیناتی اور کس کس تعزیرات مقدمہ نمبر اور تھانہ مکمل تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

(ب) جز (الف) میں بیان کیے گئے پولیس ملازمین میں سے کتنے گرفتار کیے گئے کتنے عبوری ضمانت پر ہیں اور کون کون سے مقدمات چالان ہوئے یا عدالتوں میں زیر سماعت ہیں کتنے مقدمات خارج ہوئے؟ تفصیل بمعہ مقدمہ نمبر الگ الگ بیان کی جائے۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) 1990ء سے آج تک مختلف رٹ پٹیشنوں میں ہائی کورٹ کی طرف سے جن جن پولیس ملازمین کے خلاف پرچہ درج کرنے کے احکامات جاری کیے گئے ان پولیس ملازمین کے نام' عہدہ موجودہ جائے تعیناتی و تعزیرات مقدمہ نمبر اور تھانہ کی مکمل تفصیل ضمیمہ "الف" پر لف ہے۔

(ب) کل 29 پولیس ملازمین کو گرفتار کیا گیا یا عبوری ضمانت پر ہیں۔ 37 مقدمات چالان ہوئے یا زیر سماعت عدالت ہیں 200 مقدمات خارج ہوئے۔ 3 مقدمات عدم پتہ قرار دیے گئے 64 مقدمات زیر تفتیش ہیں 5 مقدمات میں ملزمان کو بری قرار دیا گیا جبکہ ایک مقدمہ کا ملزم فوت ہو گیا۔ تفصیل بمعہ مقدمہ نمبر ضمیمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

آلودگی کا خاتمہ

*1170- جناب ایس اے حمید ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) آلودگی ختم کرنے کے لیے وزیراعلیٰ نے وارننگ کے طور پر جو آخری تاریخ مقرر کی تھی اس کی روشنی میں کیا ایسی تمام گاڑیوں کو قبضہ میں لے کر ڈرائیوروں کو گرفتار کرلیا گیاہے جن کی گاڑیاں دھواں چھوڑ کر آلودگی کا باعث بن رہی تھیں۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اب تک کتنی گاڑیاں ضبط کی گئی ہیں اور کتنے ڈرائیوروں کو گرفتار کیا گیا ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر خصوصی مہم کا آغاز کیا گیا اور تمام لوگوں کو تنبیہہ کی گئی کہ ایک ماہ کے دوران ان تمام گاڑیوں کو ٹھیک کروا لیا جائے جو زیادہ دھواں چھوڑ کر ماحول کو آلودہ کر رہی ہیں۔ اس ہدایت کی روشنی میں وارننگ کے عرصہ کے بعد ایسی تمام گاڑیوں کو قبضہ میں لے کر ڈرائیوروں کو گرفتار کیا گیا جن کی گاڑیاں دھواں چھوڑ کر آلودگی کا باعث بن رہی تھیں۔

(ب) اس خصوصی مہم کا آغاز 15-2-94 سے کیا گیا اور اب تک خصوصی مہم کے دوران 6350 گاڑیاں قبضہ میں لی گئیں اور 4699 ڈرائیوروں کو گرفتار کیا گیا ہے۔

صوبہ میں جوڈیشل لاک اپ کی تعمیر

*1184۔ جناب ایس اے حمید: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب میں کتنے ضلعے ایسے ہیں جہاں جیل خانے نہیں ہیں۔

(ب) پنجاب میں اب تک کتنے جوڈیشل لاک اپ تعمیر کیے جا چکے ہیں۔

(ج) کیا حکومت ایسے اضلاع میں جیل خانے تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جہاں اس وقت جیل خانے نہیں ہیں۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) پنجاب میں اس وقت 12 نئے اضلاع میں جیل خانے نہیں ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

1۔ اوکاڑہ	2۔ نارووال	3۔ حافظ آباد	4۔ چکوال
5۔ خوشاب	6۔ بھکر	7۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ	8۔ وہاڑی
9۔ خانیوال	10۔ پاکپتن	11۔ لودھراں	12۔ لیہ

(ب) پنجاب میں اب تک 55 جوڈیشل لاک اپ تعمیر کیے جا چکے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

1۔ نارنگ منڈی	2۔ سانگلہ ہل	3۔ ننکانہ صاحب	4۔ چونیاں

5۔ نارووال	6۔ شکر گڑھ	7۔ ظفروال	8۔ پنڈی بھٹیاں
9۔ گوجر خان	10۔ پنڈ دادن خان	11۔ چکوال	12۔ سمندری
13۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ	14۔ گوجرہ	15۔ چنیوٹ	16۔ شور کوٹ
17۔ گڑھ مہاراجا	18۔ سلانوالی	19۔ بھلوال	20۔ عیسیٰ خیل
21۔ بھیرہ	22۔ شجاع آباد	23۔ میاں چنوں	24۔ وہاڑی
25۔ میلسی	26۔ کبیر والا	27۔ خانیوال	28۔ لودھراں
29۔ بورے والا	30۔ احمد پور شرقیہ	31۔ حاصل پور	32۔ فورٹ عباس
33۔ ہارون آباد	34۔ چشتیاں	35۔ منچن آباد	36۔ لیاقت پور
37۔ صادق آباد	38۔ دیپال پور	39۔ اوکاڑہ	40۔ علی پور
41۔ کوٹ ادو	42۔ لیہ	43۔ تونسہ شریف	44۔ جام پور
45۔ چیچہ وطنی	46۔ پاکپتن	47۔ وزیر آباد	48۔ حافظ آباد
49۔ تلہ گنگ	50۔ پنڈی گھیب	51۔ فتح جنگ	52۔ بھکر
53۔ جڑانوالہ	54۔ سمندری	55۔ مری	

(ج) جی ہاں محکمہ جیل خانہ جات نئے اضلاع میں نئی جیلیں تعمیر کرنے کا مرحلہ وار ارادہ رکھتی ہے۔ جن اضلاع میں زمین مختص کردی گئی ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ اوکاڑہ 52 ایکڑ 7 کنال 5 مرلے 2۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ 168 ایکڑ 7 کنال

3۔ وہاڑی 135 ایکڑ 4۔ خانیوال 140 ایکڑ

5۔ پاکپتن 152 ایکڑ 6۔ لیہ 50۔ ایکڑ

دیگر اضلاع میں زمین حاصل کرنے کے لیے بورڈ آف ریونیو اور مقامی ڈپٹی کمشنر سے خط و کتابت جاری ہے۔

اسلحہ لائسنس فیس کی وصولی

*1196۔ چودھری محمد ریاض: کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت کی طرف سے اسلحہ لائسنس کی فیس مقرر ہے اگر ہاں تو مروجہ

لائسنس فیس کتنی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اسلحہ لائسنس جاری کرتے وقت مقررہ فیس اور ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ فنڈز کے علاوہ دیگر ناموں پر بھی فیس وصول کی جاتی ہے۔

(ج) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہو تو 1992ء تا آج تک راولپنڈی ڈویژن میں مذکورہ سکیموں کے تحت الگ الگ کتنی رقم جمع ہوئی اور یہ رقم کس مد میں کس اکاونٹ نمبر کے تحت جمع کروائی گئی اور کس کے حکم اور کس قانون کے تحت لائسنس فیس کے علاوہ دیگر فیسیں وصول کی جارہی ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)،

(الف) یہ درست ہے کہ اسلحہ لائسنس حاصل کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے ڈیڑھ ہزار روپے فیس مقرر ہے اور فیس ٹکٹوں کی شکل میں وصول کی جاتی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ حکومت کی جانب سے مقرر کردہ فیس کے علاوہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ راولپنڈی سوشل سکیورٹی اور ڈویلپمنٹ فنڈ کے نام پر بھی فیس وصول کرتے ہیں۔ تاہم حکومت نے ان عدالت عالیہ کے حکم کے تحت ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ فنڈ کی وصولی پر پابندی عاید کر دی ہے۔

(ج) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ راولپنڈی کے مطابق اسلحہ لائسنسوں کی مد میں یہ فنڈز لائسنس ہولڈروں سے رضاکارانہ طور پر ضرورت مند افراد کی بھلائی کے لیے وصول کیے جاتے تھے۔ تاہم اسطرح کے فنڈز کی وصولی کسی قانون کے تحت عمل میں نہ لائی جاتی تھی۔ دیگر تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	مجموعی رقم	مجموعی اخراجات	بقایا۔
1992ء	2611984,70	1605579	1006405,70
1993ء	2312395,70	1995265	317130,70

پولیس ملازمین کے خلاف کارروائی

*1213۔ سردار حسن اختر موکل ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) 1994ء کے سال میں آج تک تھانہ گنگن پور، تھانہ الہ آباد اور تھانہ چونیاں میں چوریوں، ڈکیتی

منشیات اور حدود کے کتنے مقدمات درج کیے گئے کتنے مقدمات چالان ہوئے۔ کتنے خارج ہونے اور کتنے زیر التواء ہیں تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔ چوریوں اور ڈکیتیوں کے کتنے مقدمات میں برآمد گیاں ہوئیں اور کتنے مقدمات میں برآمد گیاں نہ کی گئیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مقدمہ نمبر 94/55 تھانہ کنگن پور بجرم 337/1 برخلاف تین ملزمان درج کیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملزمان مذکورہ نے عبوری ضمانت کے لیے ایڈیشنل سیشن جج چونیاں کی عدالت میں درخواستیں دیں جنہیں مذکورہ جج نے مسترد کرکے ملزمان کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پولیس نے ملزمان کو گرفتار کر لیا۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ پولیس تھانہ کنگن پور نے کمرہ عدالت سے باہر نکل کر دو ملزمان کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ عدالتوں کے حکم عدالتوں کے باہر نہیں مانے جاتے بلکہ عدالتوں کے باہر پنجاب پولیس کی مرضی چلتی ہے۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ واقع ڈی آئی جی لاہور کے نوٹس میں بھی لایا گیا مگر مذکورہ پولیس اہلکاروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(و) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متعلقہ پولیس اہلکاران اور ملزمان کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

مقدمات چوری از 01-01-1994 تا 31-08-1994

تھانہ	مقدمات درج ہوئے	مقدمات چالان ہوئے	خارج	زیر التواء	عدم پتہ	برآمدگی	برآمدگی نہ ہوئی
کنگن پور	41	20	6	9	6	659432	983000
چونیاں	60	29	1	26	2	647900	632780
الہ آباد	42	34	2	6	4	2255	652100

مقدمات ڈکیتی، راہزنی، 382 ت پ

تھانہ	جرم	مقدمات درج ہوئے	مقدمات چالان ہوئے	خارج	زیر التواء	عدم پتہ	برآمدگی	برآمدگی نہ ہوئی
کنگن پور	395 ڈکیتی	-	-	-	-	-	-	-

392/ابتزنی 4	2	-	2	-	-	-
382 ت پ 2	1		-	1	3550	2750

مقدمات امتناع منشیات از 01-01-1994 تا 31-08-1994

تھانہ	مقدمات درج ہوئے	مقدمات چالان ہوئے	خارج	زیر التواء
کنگن پور	40	40	_	_
چونیاں	45	45	_	_
الہ آباد	39	39	_	_

مقدمات حدود (زنا آرڈیننس)

تھانہ	مقدمات درج ہوئے	مقدمات چالان ہوئے	خارج	زیر التواء
کنگن پور	8	4	2	2
چونیاں	16	6	4	6
الہ آباد	9	3	2	4

(ب)　درست ہے۔

(ج)　مورخہ 26-3-1994 کو افضل جاوید ایڈیشنل سیشن جج چونیاں نے ملزمان سرور، محمد حسین اور جعفر علی کی درخواست ضمانت کی سماعت کے بعد تینوں ملزمان کی درخواست ضمانت خارج کر دی ایس آئی محمد لطیف نے ملزم سرور کو گرفتار کرکے حوالات جوڈیشل بھجوا دیا جب کہ ملزمان محمد جعفر اور محمد حسین کی گرفتار کی التواء میں رکھی کیونکہ دونوں ملزمان تفتیش میں بے گناہ پائے گئے تھے۔

پولیس افسران کے خلاف کارروائی

*1288۔ جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان گے کہ:-

(الف)　آیا یہ درست ہے کہ مورخہ 18۔مئی 1989ء کو اٹک پولیس اسٹیشن انٹی کرپشن میں زیر دفعات 1,468,467,420,409.47 تعزیرات پاکستان اور 47(2)-5 انسداد رشوت ستانی کے تحت کچھ

پولیس افسران کے خلاف ایف آئی آر نمبر 2 درج ہوئی تھی۔ جس میں ان افسران کے خلاف 56 لاکھ روپے ٹی اے غبن کرنے کا الزام تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان افسران کے نام کیا ہیں اور اس وقت ان کے عہدے کیا تھے۔ نیز ان کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لائی گئی۔

(ج) متذ کرہ پولیس افسران اپنے خلاف ایف آئی آر درج ہونے کے بعد کہاں کہاں تعینات رہے اور ان کے فرائض منصبی کیا تھے۔

(د) آیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ افسران کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی کرنے کی بجائے انہیں ترقیاں دے کر اہم مقامات پر تعینات کردیا گیا ہے اگر ایسا ہے تو ان کے خلاف کارروائی نہ کرنے اور ترقیاں دینے کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) یہ درست ہے کہ ایف آئی آر نمبر 2 مورخہ 18۔مئی 1989ء کو اٹک پولیس اینٹی کرپشن میں زیر دفعات 409 471,468,467,420 تعزیرات پاکستان اور 47(2)-5 انسداد رشوت ستانی کے تحت درج ہوئی لیکن یہ کسی بھی پولیس افسر کے خلاف نہ تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ ٹی اے کی رقم مبلغ 5381903.47 روپے غبن ہوئی تھی۔

(ب) مقدمہ کسی پولیس آفیسر کے خلاف درج نہ ہوا تھا بلکہ شیخ محمد نسیم جو کہ اس وقت سینئر کلرک کے عہدہ پر تعینات تھا کے خلاف درج ہوا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب کے حکم سے متذ کرہ سینئر کلرک برخاست ہوا۔

(ج) شیخ محمد نسیم مذ کور ایف آئی آر درج ہونے سے پہلے ضلع اٹک میں تعینات تھا۔ جو تبدیل ہو کر ضلع راولپنڈی چلا گیا تھا۔ جب اس غبن کا انکشاف ہوا تو اس کے خلاف ایف آئی آر درجہوئی۔ ساتھ ساتھ محکمانہ کارروائی ہوئی جس کے نتیجہ میں ڈی آئی جی صاحب کے حکم سے برخاست ہوا ایف آئی آر درج ہوئے کے بعد فوراً برخاست ہونے کی وجہ سے اسے کسی اور جگہ تعینات نہ کیا گیا

(د) یہ غلط ہے کہ قصور وار اہلکار کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی نہ کی گئی ہے۔ اور ترقی دے کر اہم مقامات پر تعینات کردیا گیا ہے۔

پرل کانٹینٹل مری کے لان میں فحش فلموں کی نمائش

*1328- **چودھری محمد وصی ظفر**، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پرل کانٹینٹل بھوربن مری کے لان کے نیچے بڑی سکرین پر روزانہ شام سے رات بارہ ایک بجے تک انڈین فلموں کے فحش ناچ گانے ویڈیو پر دکھائے جاتے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہو تو آیا حکومت اس فحاشی کو بند کرانے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)،

(الف) معاملے کی چھان بین سے یہ بات علم میں آئی کہ پرل کانٹینٹل ہوٹل بھوربن' مری میں انڈین اور پاکستانی گانے سکرین پر' ہوٹل کے پچھلی جانب مہمانوں کے لیے نصب کی گئی ہے۔ دکھائے جاتے ہیں۔

(ب) جونہی مندرجہ بالا واقعات ضلعی انتظامیہ کے علم میں آئے' فوری طور پر ضروری اقدامات کیے گئے تاکہ کوئی بھی چیز جو کہ فحش یا قابل اعتراض ہو نہ دکھائی جائے۔

وحدت کالونی میں ڈاکہ کی واردات

*1348- **جناب ارشد عمران سلہری**، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 15- ستمبر 1994ء کو بوقت 2:30 بجے دن وحدت کالونی لاہور کے کوارٹر نمبر 45-اے بلاک میں نامعلوم افراد نے ڈاکہ ڈال کر 30 تولے طلائی زیورات۔ 30 ہزار روپے نقد اور چھ ہزار روپے مالیت کے انعامی بانڈز لوٹ لیے اور اہل خانہ کو اںگلر سے میں بند کرکے فرار ہو گئے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ تھانہ وحدت کالونی لاہور میں بذریعہ ایف آئی آر نمبر 141/94 مورخہ 15- ستمبر 1994ء کو ڈکیتی کی رپورٹ درج کرادی گئی تھی۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ملزمان کی گرفتاری اور مسروقہ سامان برآمد کرنے کے سلسلے میں مقامی پولیس نے اب تک کیا کارروائی کی ہے اگر ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو اس کی وجوہ کیا ہے اور آیا حکومت مسروقہ مال برآمد کرکے اسے مالک کے

حوالے کرنے کی رسید ایوان میں پیش کرنے کو تیار ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مدعی کے بیان پر مقدمہ بالا درج رجسٹر کرکے تفتیش عمل میں لائی گئی۔ دوران تفتیش متعدد ملزمان مختلف تھانہ جات کے مدعی کو شناخت کروائے گئے۔اس دوران ایس پی صدر نے ایک خصوصی ٹیم مقدمہ کی تفتیش کے لیے مقرر کی جس نے چھ کس ریکارڈ یافتہ کو مقدمہ بالا میں زیر دفعہ 54 ض ف گرفتار کرکے مدعی کو شناخت کروائے گئے مگر ملزمان سے کوئی مفید بات ثابت نہ ہوئی تاہم مال مسروقہ کی برآمد گی اور ملزمان کو ٹریس کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ سے کوشش جاری ہے۔ جونہی اس معاملے میں پیش رفت ہوئی مال مسروقہ برآمد کرکے مدعی مقدمہ کے حوالے کردیا جائے گا۔

فوجداری مقدمات کی منتقلی

*1379- **سید محمد عارف حسین بخاری:** کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع حافظ آباد میں پنڈی بھٹیاں سب ڈویژن کے قیام سے تھانہ سکھیکی کا علاقہ تقسیم ہو چکا ہے اور اس کے کچھ دیہات پنڈی بھٹیاں اور کچھ حافظ آباد سب ڈویژن میں شامل کیے گئے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سب ڈویژن حافظ آباد میں شامل تھانہ سکھیکی کے مکینوں کو اپنے فوجداری مقدمات اور پولیس سے متعلقہ امور کی پیروی کے لیے پنڈی بھٹیاں جانا پڑتا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس علاقہ کے مکینوں کے فوجداری مقدمات اور پولیس سے متعلقہ امور کب تک حافظ آباد منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)

(الف) درست ہے

(ب) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) متعلقہ دفاتر کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ فوری طور پر اس معاملے میں تحرک کریں جونہی ضابطہ کی کارروائی مکمل ہوجائے گی متعلقہ تھانہ کو ایک سب ڈویژن کے ساتھ منسلک کر دیا جائے گا۔

اڈیالہ جیل میں قیدیوں کی تعداد

*1386۔ **جناب شاہد ریاض ستی**، کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) راولپنڈی اڈیالہ جیل میں قیدیوں کو رکھنے کی گنجائش کتنی ہے اور فی الوقت اس میں موجود حوالاتیوں اور قیدیوں کی تعداد کیا ہے۔

(ب) مذکورہ جیل میں اس وقت سیاسی قیدیوں کی تعداد کیا ہے۔ اکتوبر 1994ء سے آج تک کتنے سیاسی قیدیوں کو یہاں رکھا گیا اور ان کو کیا سہولتیں دی گئی ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) اڈیالہ جیل راولپنڈی میں اسیران کو رکھنے کی کل گنجائش 2000 ہے اور فی الوقت مذکورہ جیل میں مقید حوالاتیوں اور قیدیوں کی تعداد 3315 ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

حوالاتی 2208 قیدی 110

(ب) مذکورہ جیل میں اس وقت ایک شخص پہیہ جام تحریک کے سلسلے میں بطور حوالاتی موجود ہے اور اکتوبر 1994ء سے اب تک کل 176 اسیران کو مذکورہ تحریک کے سلسلے میں رکھا گیا۔ جن میں 94 نظر بند اور 82 حوالاتی تھے۔ ان اسیران میں سے تمام ایم این اے اور ایم پی اے صاحبان کو بی کلاس کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ جس میں ٹیلویژن۔ فرنیچر۔ چارپائیاں۔ بستر۔ اخبارات شامل ہیں اور مزید کھانا پکانے کے لیے مشقتی کی سہولیات بھی فراہم کی گئیں۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ایکوا کلچر پروجیکٹ میں گاڑیوں کی تفصیلات

641۔ **راجا جاوید اخلاص**، کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ایکوا کلچر پراجیکٹ میں اس وقت کل کتنی گاڑیاں ہیں یہ کس ماڈل کی ہیں اور کس کس افسر کے زیر استعمال ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس محکمہ کی کچھ گاڑیاں اس وقت غیر متعلقہ اور غیر مجاز افراد کے زیر استعمال ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان گاڑیوں کو کس اتھارٹی کے حکم سے غیر متعلقہ افراد کو دیا گیا ہے اور ان میں سے ہر گاڑی پر اب تک کتنا پٹرول /مرمت کا خرچہ آیا۔ نیز یہ گاڑیاں غیر متعلقہ افراد کو جن افسران کے حکم سے دی گئی ہیں۔ حکومت ان کے خلاف کیا کارروائی کر رہی ہے اگر کوئی کارروائی نہیں کی جارہی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر ماہی پروری (غلام سرور خان):

(الف) 1۔ کل گاڑیاں 35 عدد

2۔ ماڈل 1992ء اور 1993ء

3۔ زیر استعمال

1۔ پروجیکٹ ڈائریکٹر / ڈائریکٹر جنرل	1 عدد
2۔ ڈائریکٹر / پروجیکٹ منیجر ایکوا کلچر پروجیکٹ	1 عدد
3۔ ڈائریکٹر فیشریز (توسیع) پنجاب	1 عدد
4۔ ڈائریکٹر فشریز (ریسرچ اینڈ ٹریننگ)	1 عدد
5۔ ڈپٹی ڈائریکٹر فشریز (ہیچری) فیصل آباد	1 عدد
6۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر فشریز (پبلسٹی) اسسٹنٹ ڈائریکٹر فشریز (نشر و اشاعت)	2 عدد
7۔ ڈپٹی ڈائریکٹر فشریز جملہ ڈویژن / اسسٹنٹ ڈائریکٹرز (توسیع) ڈویژنل	22 عدد
8۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر فیشریز (ٹریننگ) بہاولپور/راولپنڈی	2 عدد
9۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر فشریز (مری)	1 عدد
10۔ جناب منسٹر صاحب محکمہ فشریز	1 عدد
11۔ ایڈیشنل سیکرٹری محکمہ فشریز وائلڈ لائف	1 عدد

12۔ آنریری گیم وارڈن 1 عدد

(ب) آنریری گیم وارڈن کو گاڑی جناب وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم سے دی گئی ہے گاڑی مذکورہ کا تیل / مرمت کا خرچہ محکمہ وائلڈ لائف برداشت کرتا ہے۔

ایکوا کلچر پراجیکٹ میں پی ایچ ڈی افراد کی تفصیلات

642۔ راجا جاوید اخلاص ، کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ،

(الف) محکمہ ماہی پروری نے ایکوا کلچر پراجیکٹ کس سال کتنے سرمایہ سے شروع کیا تھا۔ اور اس میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا کتنا قرضہ ہے اور یہ قرضہ کس شرح سود پر حاصل کیا گیا ہے اس پراجیکٹ کے مقاصد اور تفصیلات بیان کی جائیں۔

(ب) ایکوا کلچر پراجیکٹ میں کتنے افراد کو پی ایچ ڈی کرنے کے لیے بیرون ملک بھیجا گیا ان افراد کے نام۔ تعلیمی قابلیت اور انہیں کس کس کی سفارش پر بھیجا گیا۔ ہر امیدوار کو پی ایچ ڈی کرانے پر حکومت نے کتنا خرچہ برداشت کیا۔

(ج) بیرون ملک سے پی ایچ ڈی کرکے آنے والے کتنے افراد اس وقت محکمہ میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اور کتنے ابھی تک بیکار بیٹھے ہیں۔ ایسے افراد کے نام کیا ہیں اور ان کی کہاں تعیناتی کی گئی ہے؟

وزیر ماہی پروری (غلام سرور خان)

(الف) ایکوا کلچر پراجیکٹ دوران سال 90-1989ء 24 کروڑ 73 لاکھ 50 ہزار روپے -/14,73,50,000 کی لاگت سے شروع کیا گیا جس میں ایشائی ترقیاتی بنک نے مبلغ 11,05,2000 روپے 63,15,000 (امریکی ڈالر) قرض دیا ہے جس پر شرح سود ایک فیصد ہے۔ اس پراجیکٹ کے اغراض و مقاصد لف ہذا ہیں۔

(ب) ایکوا کلچر پراجیکٹ کے تحت مندرجہ ذیل دو افراد کو پی ایچ ڈی کرنے کے لیے بیرون ملک بھیجا گیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام آفیسر مع عہدہ	تعلیمی قابلیت	کس کی اجازت سے بھیجا گیا	اب تک کا کل خرچہ
1۔	مسٹر محمد نعیم خان	ایم ایس سی	حکومت پنجاب	44870.70

ڈی ڈی ایف حکومت پنجاب امریکی ڈالر

(زوالوجی)

2۔ مسٹر ظفر اقبال ایضاً ایضاً 61127.45

اے ڈی ایف امریکی ڈالر

دونوں آفیسران کا پی ایچ ڈی کا خرچہ ایشائی ترقیاتی بنک برداشت کر رہا ہے۔

(ج) ایکوا کلچر پراجیکٹ کا کوئی پی ایچ ڈی کے لیے زیر تربیت آفیسر تاحال تعلیم مکمل کر کے واپس نہیں آیا۔

ایکوا کلچر پراجیکٹ کے اغراض و مقاصد

الف۔ قلیل مدت مقاصد

1۔ ماہی پروری میں جدید فنی تیکنیک کو متعارف کراتے ہوئے پنجاب کے آبی وسائل سے مچھلی کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کرنا۔

2۔ موجودہ فش ہیچریز / نرسریز کی بچہ مچھلی پیدا کرنے کی صلاحیت اور گنجائش کو بہتر بنانا اور مزید 250 ایکڑ رقبہ پر 15 ملین اور بچہ پیدا کرنے کے لیے نئے نرسری تالاب بنانا۔

3۔ نجی شعبہ کو فش فرائی (چھوٹا بچہ مچھلی) کو Fingerling تک پالنے کے لیے اہلیت پیدا کرنے میں اعانت کرنا۔

4۔ دو علاقائی ٹریننگ سب سنٹرز کا قیام تاکہ مقامی آبادی سے فش فارم بنانے والے جدید ماہی پروری کے علوم سے فیض یاب ہو سکیں۔

5۔ صوبہ کے مختلف اضلاع میں نجی مچھلی فارموں کو ماڈل فارم کی سہولتیں فراہم کرنا تاکہ فارمرز فش فارمنگ کی طرف راغب ہوں۔

6۔ ماہی پروری کے جدید علوم سے دیہی آبادی کے معاشرتی و معاشی حالات کو بہتری کی طرف گامزن کرنا۔

7۔ ماہی پروری سے مربوط دوسرے منصوبوں کو متعارف کرانا۔ جیسے مویشی پالنا'

مرغ بانی وغیرہ۔

8۔ مچھلی پالنے کے لیے اور اس میں فی ایکڑ زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے بہتر خوراک استعمال کرنے کے رجحان کو فروغ دینا۔

9۔ جدید علوم کی روشنی میں بہتر منصوبہ سازی اور انتظامی امور کو بروئے کار لاتے ہوئے قدرتی وسائل سے بھر پور استفادہ کرنا۔

10۔ ماہی پروری سے متعلق تحقیقی شعبے کو جدید خطوط پر استوار کرنا۔

11۔ اہل ٹیکنیکل عملہ کو ترقی یافتہ ممالک سے اعلیٰ تعلیم و تربیت دلانا تاکہ جدید علوم سے مزین عملہ تیار ہوسکے جو مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھر پور صلاحیت رکھتا ہو۔

(ب) طویل مدت مقاصد

اس منصوبے کا مطمع نظر ماہی پروری کو اس انداز سے فروغ دینا کہ یہ شعبہ جدید امور سے لیس ایک فعال ادارے کے طور پر ابھرے اور جو سرکاری اور نجی شعبہ میں موجود وسائل سے بھر پور استفادہ کرتے ہوئے مچھلی کی پیداوار میں اضافے کا موجب ہو۔ اس سے دیہی علاقے میں نہ صرف با عزت روزگار کے مواقع فراہم ہوں گے۔ بلکہ لحمیات (Protein) سے بھر پور خوراک کی مزید دستیابی ممکن ہو جائے گی۔ اس منصوبے کے عمل پیرا ہونے سے صوبے کے آبی وسائل سے مچھلی کی موجودہ پیداوار میں قریباً 9000 میٹرک ٹن سالانہ اضافہ ہو گا۔

سردار ذوالفقار علی خاں کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ذوالفقار علی خاں کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خاں کھوسہ: جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پریس گیلری سے صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے ہیں تو ان کو واپس لانے کے لیے کچھ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں وہ میرے نوٹس میں بھی ہے کیونکہ انہوں نے صلاح الدین صاحب کے قتل پر احتجاج کیا ہے اور یہ ان کا جائز احتجاج ہے۔ لیکن پھر بھی چودھری محمد افضل سندھو صاحب، شاہنواز چیمہ صاحب اور تابش الوری صاحب جا کر ان کو واپس لائیں۔ تاکہ اسمبلی کی کارروائی میں وہ

تشریف لائیں۔ مہربانی۔ اب درخواست ہائے رخصت لی جاتی ہیں۔ جی !

چودھری محمد اسلم، جناب والا! مجھے اپنے فاضل بھائیوں کا بہت احترام ہے جو اپوزیشن میں بیٹھے ہیں۔ اور ان کا جمہوری حق ہے لیکن وقفہ سوالات کی صورت حال تقریباً اس قسم کی ہو چکی ہے کہ یہ وقفہ بھی انہیں میرے دوستوں کے لیے reserve ہو چکا ہے۔ ہمارے سوالات اس طریقے سے رکھے جاتے ہیں کہ ہماری کبھی باری ہی نہیں آئی ۔ آخر ہم بھی کچھ علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہمارے بھی مسائل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہم دونوں بھائی چیمبر میں بات کریں گے ۔ میں آپ کو سمجھا دوں گا کہ کس طرح سوالات آتے ہیں۔ یہ ایسی رعایت ان سے نہیں۔ قطعاً رعایت نہیں۔ یہ نمبر کے حساب سے آتے ہیں۔

چودھری محمد اسلم، جناب والا! ایک سال سے میرے ساتھ یہی ہو رہا ہے کہ میرے سوال کی کبھی بھی باری نہیں آئی ۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب چودھری شفقت عباس ربیرا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب چودھری شفقت عباس ربیرا صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

Being seriously ill, I will not be in a position to attend the Assembly session commencing from 7th December, 1994. Therefore, leave for this session may be granted.

جناب سپیکر اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب ایس۔ اے حمید

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس حمید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

"مجھے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں 23 نومبر 1994ء کو کراچی جانا ہوا جس کی وجہ سے مذکورہ تاریخ کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ لہذا رخصت منظور فرمائی جائے"

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری اعجاز احمد

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست چودھری اعجاز احمد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

I am proceeding Saudi Arabia to perform Umra with effect from 6th December. It is, therefore, requested that leave for the session commencing from 7th December may be granted.

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

شیخ محمد چوہان

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد شہباز شریف صاحب کی بذریعہ شیخ محمد چوہان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

I have been informed by Mian Shehbaz Sharif, MPA Leader of Opposition, PAP to requst you that due to pain in the back bone, he is at London for medical treatment, therefore, he cannot attend the Assembly Session of PAP Please grant him leave of absence from the Session of the Punjab Assembly being held from 07-12-1994 on ward.

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے ۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر : ہم تو 1970ء سے پرانے دوست ہیں ۔ میں آپ کو بتاؤں گا آپ مجھے مل لیں۔ میں آپ کو ٹھیک ٹھاک سمجھاؤں گا۔ جی اب درخواست ہائے رخصت برائے منظوری ایوان میں پیش کی جاتی ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی۔ ارشد عمران سلہری صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ٹاؤن شپ کے حوالے سے کہ جہاں پر پچھلے 10، 15 روز سے جلسے جلوس نکل رہے ہیں ایک Assurance Motion سپیکر صاحب کو دی تھی۔ اگر اجازت دیں تو میں پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بات سنیں۔ جو Assurance Motion ہوتی ہے وہ صرف سپیکر کو دی جاتی ہے ہاؤس سے اس کا تعلق نہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! اس میں میری یہ گزارش ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں، میری بات سنیں ناں۔ جو رولز ہیں ہم نے اس کے مطابق چلنا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری : میں نے وہ سپیکر صاحب کو دے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بس سپیکر صاحب ہی وہ کریں گے۔ اس میں ہاؤس کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ -----

جناب ڈپٹی سپیکر ، نمبر 4 پر آپ کی تحریک التوائے کار بھی ہے ۔

جناب ارشد عمران سلہری ، ہاں جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو اس لیے اب اس کا آپ کو فائدہ نہیں ہے۔ مہربانی ۔ جی عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود ، شکریہ۔ جناب والا! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں ۔ یہ ایوان آپ کا انتہائی مشکور ہے کہ آپ نے جو اس سوال کے بارے میں ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دی۔ آپ کا یہ رویہ ' جو فراخدلی آج آپ نے یہاں دکھائی ہے اس کے لیے میں اپنی اپوزیشن کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں ------

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی عمران صاحب اب بتائیں۔

میاں عمران مسعود ، شکریہ ۔ جناب والا! اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ یہاں عرض کرنا چاہتا تھا کہ لاء منسٹر صاحب جنھوں نے آج وزیر جیل خانہ جات کا ایک اضافی چارج سنبھالا اگر یہ تیاری کر کے آتے اور صحیح facts and figure لے کر آتے تو آج ہم اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ' انھوں نے بہرحال تیاری کی ہوئی تھی۔

میاں عمران مسعود ، میں آپ سے یہ گزارش کر دوں کہ انھیں آپ تنبیہ کریں کہ یہ تیار ہو کر آیا کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ بھی میں آپ کو بتاؤں کہ ہم سب کا یہ ہے کہ جن کے سوال ہوتے ہیں وہ بھی تیاری کر کے نہیں آتے بلکہ ان کو یہاں آ کر پتا چلتا ہے کہ میرا سوال ہے۔

چودھری اختر رسول، انھیں تو قانون کا کچھ نہیں پتا ' انھیں جیل خانہ جات کیوں دے دیا ہے؟ خدا کا خوف کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی۔ تو اب نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ ہم دوبارہ یہاں ساڑھے پانچ بجے meet کریں گے۔

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد 5:35 پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر۔ اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں سب سے پہلی تحریک استحقاق ملک عبد الرحمن کھر صاحب کی طرف سے ہے ملک عبد الرحمن کھر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ اگر وہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے تو انھیں موقع دیں گے نہیں تو پھر آگے چلتے ہیں جی ملک محمد عباس کھوکھر صاحب۔

ڈی ایس پی اوکاڑہ کا رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

ملک محمد عباس خان کھوکھر۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے حلقہ میں چند بدمعاشوں اور قبضہ گروپ نے ایک واردات میں ایک آدمی کو فائر کر کے شدید زخمی کر دیا بعد ازاں ان بدمعاشوں نے اپنے ہی ایک آدمی کو خود زخمی کر کے ان کے ہاتھوں زخمی ہونے والے کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کرا دیا گیا۔ پولیس نے پہلے ان کا مقدمہ درج کیا دو دن بعد ہمارے مضروب آدمی کا مقدمہ درج کیا۔ ہمارا زخمی آدمی دو تین دن لاہور میں ایک ہسپتال میں ضربوں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ پولیس نے الٹا ہمارے آدمی پکڑنے شروع کر دیے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کا مقدمہ جھوٹا ہے پھر بھی پولیس نے ان بدمعاشوں کا ساتھ دیا۔ آج سے تقریباً دس گیارہ دن پہلے سی آئی اے پولیس اوکاڑہ نے میرے ایک عزیز کو پکڑ لیا اور سٹاف میں بٹھا دیا۔ میرا بھائی ڈی ایس پی کے پاس گیا اور کہا کہ آپ نے ہمارے آدمی کو کیوں پکڑا ہے۔ اس پر ڈی ایس پی نے کہا کہ میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ چنانچہ میرا بھائی مجھے لے کر دوبارہ ڈی ایس پی کے پاس گیا اس نے مجھے بھی کہا کہ وہ آدمی اس وقت یہاں نہیں ہے جب وہ آئے گا تو اسے چھوڑ دوں گا۔ مگر اس نے اسے نہ چھوڑا۔ میں اسمبلی کے گذشتہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے لاہور آ گیا۔ دو دن بعد میں نے ایس پی صاحب کو فون کیا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا انھوں نے کہا کہ مجھے تمام واقعات کا علم ہے آپ فکر نہ کریں میں ابھی ڈی ایس پی کو کہہ کر آپ کے آدمی کو چھڑا دیتا ہوں۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ میرے آدمی کو نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ اسے رینالہ خورد پولیس اسٹیشن بھجوا دیا گیا وہاں اس کے پاؤں میں بیڑی لگا دی گئی۔ چنانچہ میں دوبارہ اوکاڑہ گیا تو ڈی ایس پی نے مجھ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ میں نے واپس آ کر ٹیلی فون پر اس سے بات کی تو اس نے میرے ساتھ انتہائی بے ہودہ گفتگو کی اور مجھے دھمکیاں دینی شروع کر

دیں اور میرے عزیزوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : اب آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : جناب والا! ویسے تو ہم داستانیں سنائیں تو شاید آپ سن بھی نہ سکیں کہ جو مظالم ہمارے ساتھ ہو رہے ہیں۔ لیکن میں اس بارے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ چند بدمعاشوں نے وہاں ایک دکان کا قبضہ دلانے کے لیے دھاوا بول دیا اور وہاں فائرنگ کے دوران ایک آدمی بہت بری طرح مضروب ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے تھانے والوں نے دو دن پرچہ درج نہیں کیا۔ اس کے بعد انھوں نے خود ہی اپنے ایک آدمی کو ہسپتال لے جا کر مضروب کیا اور پولیس نے اس کا پرچہ پہلے دیا اس کے بعد ہمارے آدمی کا دو دن بعد پرچہ درج کیا گیا جو یہاں لاہور میں ہسپتال پہنچ کر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ اس کے بعد ایک آدمی سائیکل پر دودھ لے کر جا رہا تھا ان بدمعاشوں نے فائر کر کے اس کا بازو توڑ دیا صرف اس لیے کہ ہمیں دودھ پلاؤ اس نے کہا کہ میں نہیں پلاتا میں تو خود خرید کر لایا ہوں میری روزی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ان بدمعاشوں نے اس کو بھی فائر مارا اور اس کا بازو توڑ دیا۔ وہ مقدمہ بھی ہم نے بڑی مشکل سے درج کرایا۔ اس کے بعد وہ آدمی جو موقع کے قریب بھی نہیں ہے۔ ان کے خلاف بھی پرچہ درج کیا مضروب نے خود بیان دیا مضروب نے یہ بات کہی کہ مجھے انہوں نے شہر سے پکڑا ہے ہسپتال لے جا کر انہوں نے خود ضرب لگا کر میرا پرچہ انہوں نے درج کروایا ہے پولیس والوں نے اس کا وہ بیان بھی نہ لکھا بلکہ اس کو ڈرایا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا بیان دیا تو تیرے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔ لیکن مجھے اور میرے خاندان کو ذلیل کرنے کے لیے انہوں نے میرے ایک عزیز کو پکڑ لیا جس نے آج تک پولیس سٹیشن کی شکل تک نہیں دیکھی اگر وہ موقع پر بھی موجود ہو تو میں استعفیٰ تک دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ وزیر صاحب جو جواب دیں گے میں ان سے بھی یہ کہتا ہوں کہ یہ خود انکوائری کر لیں کہ ڈی ایس پی نے کس ذلالت سے ہمارے ساتھ سلوک کیا۔ جب میں اس ڈی ایس پی سے ملنے گیا میرے ساتھ ایک ایم این اے بھی تھا جب اس نے ہمیں آتے ہوئے دیکھا تو وہ اندر چلا گیا اور وہاں سے پیغام بھیج دیا کہ ان سے کہیں کہ کل مجھے مل لیں آج میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ میرے اس عزیز کو انہوں نے بلا وجہ ذلیل کیا دو دن ایک تھانے میں رکھا دو دن دوسرے تھانے میں رکھا پھر کہیں اور لے گئے کہ کہیں بیلف نہ آ

جائے پھر ایک دن لے آئے اور پھر لے کر چلے گئے اور میں خود تین دفعہ اس ڈی ایس پی کے پاس گیا ہوں تین دفعہ ہی اس نے میرے ساتھ بے ہودہ سلوک کیا ہے بڑی غلط گفتگو کی جاؤ چلے جاؤ ہم تمہیں ایم پی اسے ہی نہیں مانتے پتا نہیں اس نے کیا کیا کہا میری زبان زیب نہیں دیتی کہ میں آپ کو یہاں بتاؤں اور میں آپ سے یہ بھی کہتا ہوں کہ اس ڈی ایس پی کے متعلق آپ خود بھی پوچھ لیں کہ اس کی جہاں جہاں بھی تعیناتی رہی ہے اس کی عادت میں شمار ہے کہ وہ لوگوں کو ذلیل کرتا ہے اور بڑی غلط گفتگو کرتا ہے میرے عزیز کے پاؤں میں بیڑیاں لگائیں جس نے آج تک تھانے کی شکل نہیں دیکھی۔ ہمارے خاندان میں آج تک کسی کے خلاف ۱۰۷ اور ۵۶ کی رپٹ تک درج ہوئی ہو تو ہم دیندار ہیں - میں وزیر اعلیٰ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہی انصاف ہے ؟

آوازیں : شیم شیم۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب سپیکر! آپ اس بات پر زرا غور فرمائیں کہ اس 302 میں آج تک ایک آدمی گرفتار نہیں ہوا - 307 کا پرچہ ہوا جس میں بدمعاشوں نے ایک راہ گیر کا بازو توڑ دیا اس میں تو آج تک ایک ملزم گرفتار نہیں ہوا اور جو جھوٹا مقدمہ ہے اس میں انہوں نے کئی آدمیوں کو پکڑ کر 15, 15 دن ریمانڈ لے لیا اور پھر 10, 10 ہزار روپے لے کر ان کو چھوڑا جو موقع پر موجود ہی نہیں تھے۔ جناب سپیکر! اب آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کس ملک میں جائیں اور کہاں جا کر رہیں - صرف سیاست سے گزارا کریں کہاں ٹھہریں کہاں رہیں وہ ملک آپ ہمیں بتا دیں - میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہم بڑی محنت سے سیاست کرتے ہیں ہم نہ Feudal Lords ہیں نہ ہم دانشور ہیں ' نہ ہم شکاری ہیں ہم دیہات میں محنت کرتے ہیں ہم دن رات مٹی میں رہتے ہیں اور پھر محنت کرکے لوگوں کی خدمت کر کے یہاں پہنچتے ہیں اب میں چوتھی دفعہ اس ہاؤس میں منتخب ہو کر آیا ہوں -میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارا گناہ کیا ہے ؟ میں چار دفعہ منتخب ہوا ہوں کوئی گورنمنٹ میرے ذمے ایک پیسے کا الزام لگا دے یا کوئی پلاٹ میرے ذمے ثابت کر دے میں دیندار ہوں لیکن سپیکر صاحب! یہ ذلالت ہم برداشت نہیں کریں گے میں آپ سے بھی کہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ سے بھی کہتا ہوں کہ آپ نے بھی وہیں رہنا ہے اور ہم نے بھی وہیں رہنا ہے یہ ذلالتیں ہمارے ساتھ نہ کریں میں آپ سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ میری تحریک استحقاق منظور فرمائی جائے ۔

جناب سپیکر : تشریف رکھیں ۔ وزیر قانون ۔

چودھری اختر رسول : خدا کرے وزیر قانون سچ بولیں

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق) : جناب والا! میں ہمیشہ سچ بولتا ہوں لیکن جواب مجھے آپ کی تحریک استحقاق کے نفس مضمون کے مطابق ہی دینا ہے۔ جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق جو پیش کی گئی ہے یہ عدالتی نوعیت کا معاملہ ہے اس میں 302 کا مقدمہ درج ہونے اور 307 کا مقدمہ درج کیے جانے کی بھی بات ہے اور اس وقت یہ مقدمہ زیر تفتیش ہے۔ جناب سپیکر! رول 55 کے تحت تحریک استحقاق کسی مخصوص معاملے کے بارے میں ہونی چاہیے ۔یہاں آپ صورت حال دیکھیں کہ چند لوگوں کی آپس میں لڑائی کا الگ ذکر ہے۔ رول 55 کے تحت یہ معاملہ فوری نوعیت کا ہونا چاہیے اور اس میں اسمبلی کی دخل اندازی ضروری ہو لیکن پوری تحریک استحقاق میں کسی تاریخ کا بھی ذکر نہیں کہ کب یہ وقوعہ ہوا اور کب یہ متعلقہ افسران ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کا استحقاق مجروح کیا ۔جس روز واقعہ ہونے کی بنیاد پر ایک شخص مضروب ہوئے اور ایک بعد ازاں جاں بحق بھی ہوئے۔ جناب سپیکر! اس معاملے کے بارے میں بھی انہوں نے کوئی تاریخ نہیں بتائی اور اس میں ایک بار بار ذکر ہے جس کو میں دھرانا چاہتا ہوں ۔ فاضل رکن اسمبلی میں مانتا ہوں کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھی رہے ہیں اور انہیں ان کے معاملات کا اور طور طریقوں کا شاید مجھ سے زیادہ علم ہے اس حوالے سے مجھے انکار نہیں۔ یہ مقدمہ درج ہوا اور یہاں پر ذکر ہے کہ ہمارا زخمی آدمی دو تین دن لاہور میں ایک ہسپتال میں رہا ۔ پھر کہتے ہیں کہ پولیس نے الٹا ہمارے آدمی پکڑنے شروع کر دیے ' پھر یہ کہتے ہیں کہ میں ڈی ایس پی کے پاس گیا اور کہا کہ ہمارے آدمی کو کیوں پکڑا ہے ؟جناب سپیکر یہ ہمارے اور میرے آدمیوں کا جو معاملہ ہے یہ ختم ہونا چاہیے سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ۔ اس لیے صرف اپنے آدمی چھڑانے کی جو بات کرتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس ڈی ایس پی نے تین دفعہ بے ہودہ گفتگو کی ' جب کہ اس تحریک میں یہ خود کہتے ہیں کہ میرا بھائی مجھے لے کر ڈی ایس پی کے پاس گیا اس نے مجھے بھی کہا کہ وہ آدمی اس وقت یہاں پر نہیں ہے جب وہ آئے گا تو اسے چھوڑ دوں گا مگر اس نے یعنی ڈی ایس پی نے اسے نہ چھوڑا تو جناب سپیکر اصل میں اس نفس مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ڈی ایس پی نے ان کا آدمی نہ چھوڑا اس وجہ سے یہ ناراض ہیں ورنہ ڈی ایس پی نے ان کی بات سنی اور اس تحریک میں انہوں نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے مگر ان سے کہیں کوئی ایسی زیادتی ہوئی ہے جس کا یہ اس تحریک سے ہٹ کر ذکر کرنا چاہتے ہیں اور اس میں داد رسی چاہتے ہیں تو اس داد رسی کے سلسلے میں

حاضر ہوں اور انتظامیہ کے ذریعے سے ان کے اس معاملے کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق چلانے کے لیے میں حاضر ہوں ۔ لیکن جہاں تک تحریک کے نفس مضمون کا تعلق ہے یہ کوئی مخصوص مسئلہ نہیں، فوری نوعیت کا معاملہ بھی نہیں، عدالتی نوعیت کا معاملہ ہے اس لیے یہ تحریک استحقاق رول 55 کے زمرے میں نہیں آتی اور یہ تحریک آؤٹ آف آرڈر ہے ۔

جناب سپیکر : وزیر موصوف نے جو یقین دہانی آپ کو کروائی ہے ....

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب والا! میں نہ تو ان سے یقین دہانی چاہتا ہوں اور نہ ہی انہوں نے کچھ کرنا ہے بلکہ یہ مجھے اس معاملے میں مزید ذلیل کریں گے ۔ اس لیے میں ایسے یقین دہانی نہیں چاہتا اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت ہے ۔ وزیر موصوف کو پتا ہے کہ جب میں پارلیمانی سیکرٹری ہوم تھا تو انہوں نے جھوٹی استحقاق کی تحریکیں بھی دیں تو ہم نے ان سے تعاون کیا ۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب یہ وضاحت چاہتے ہیں ان کو علم نہیں ۔ میں وہاں کے واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں ۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور استحقاق کیا مجروح ہو سکتا ہے آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ مخصوص معاملہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میرا عزیز میرے کزن کا بیٹا جس نے آج تک تھانے کی شکل تک نہیں دیکھی تھی اس کو پکڑ کر دس دن بٹھائے رکھا میں دس دن چکر لگاتا رہا ہوں ۔ دس گیارہ دن پہلے اس کو پکڑا گیا اب اس کی گرفتاری انہوں نے اس دن کی ڈالی ہے جب انہیں پتہ چلا کہ میں نے تحریک استحقاق دے دی ہے ۔ گیارہ دن اسے حبس بے جا میں رکھا جب میں ڈی ایس پی کو ملنے کے لیے گیا تو ایک دفعہ مجھے ملا نہیں دو تین دفعہ اگر وہ مجھے ملا ہے تو اس میں بھی اس نے اچھی گفتگو نہیں کی۔ جناب والا! آپ کا اگر بھائی پکڑ کر سامنے بٹھایا جائے اور ہو بھی بے گناہ اور پھر وزیر صاحب پوچھیں کہ تفصیل بتائی جائے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میں یہ آپ کے ذمے لگاتا ہوں، میں وزیر صاحب سے کہتا ہوں کہ اگر پرچہ جھوٹا نہ ہو تو میرا استعفیٰ۔ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں اور جو 302 اور 307 کے ملزمان ہیں ان میں سے تو کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا ۔ میرے بھائی کو محض اس لیے بٹھایا گیا کہ یہ 302 والوں کی امداد کرنا چھوڑ دے۔ میرے کزن کے بیٹے کا کیا گناہ تھا ۔ اب وزیر صاحب تسلی دلانے کے لیے اس کی تفصیل پوچھ رہے ہیں۔ آپ جانے دیں اس کو استحقاق کمیٹی کے پاس جانے دیں اگر استحقاق نہیں بنتا ہوگا تو وہ اس کو رد کردیں گے ......

وزیر قانون : جناب والا! میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا ......

جناب سپیکر: میں نے انہیں فلور دیا ہے ان کو تھوڑی سی بات کرنے دیں ......

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب والا! میں نے آپ سے یہ گزارش کی ہے کہ میرے ساتھ ایم این اے بھی گیا اور وہ ایم این اے بھی گورنمنٹ پارٹی کا تھا اس کو بلا کر پوچھ لیں کہ کیا ڈی ایس پی نے ملنے سے انکار نہیں کیا استحقاق اور کون سا ہوتا ہے؟ اس سے زیادہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس سے زیادہ زیادتی اور کیا ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! جہاں تک issue کا تعلق ہے میں نے عرض کیا ہے کہ عدالتی نوعیت کا معاملہ ہے اگر ان کے بھائی کو بے گناہ بٹھایا گیا ہے۔ یا کوئی سلسلہ ایسا چل رہا ہے۔ میں نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ ان کا بھائی ہمارا بھائی ہے اور یہ اس ایوان کے رکن ہیں۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے رکن ہونے کی حیثیت سے قطع نظر جناب والا! اس ایشو کے معاملے میں انہیں انصاف فراہم کرنے کے لیے میں حکومتی اور انتظامی مشنری کو واضح ہدایات ان کی موجودگی میں دینے کو تیار ہوں اور اس کو قطعاً انا کا مسئلہ نہیں بنایا جائے گا۔ حکومت کے کسی ڈی ایس پی یا ایس پی نے یا دیگر جو ہیں کوئی ایسا ایشو ہے۔ جس میں وہ اس کیس کو خراب کر رہے ہیں اور اس میں وہ ان کو ناجائز ملوث کر رہے ہیں اگر ایسی صورت حال پائی گئی تو ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔ اس بارے میں عرض کروں کہ میں نے نفس مضمون کے حوالے سے جواب دینا ہے چونکہ ایک تحریک admit ہوگی تو اس کے حوالے سے اس کی آئندہ روایت پڑتی ہے۔ یہ تحریک استحقاق تکنیکی طور پر مجھے out of order لگتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ کھوکھر صاحب تشریف رکھیں اور آپ کو میری بات سننی چاہیے۔ آپ تشریف رکھیں۔ تکنیکی طور پر یہ بہت پھیلی ہوئی منتشر بہت سی متفرق باتوں پر مشتمل تحریک ہے۔ وزیر موصوف نے آپ کو assurance دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس Assurance سے آپ کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ آپ ٹھہریں میں بات کر رہا ہوں۔ میری بات سنیں۔ اس لیے اس موجودہ شکل میں اس تحریک استحقاق کو میں رول آؤٹ کرتا ہوں۔ ان کی Assurance اگر کامیاب نہیں ہوتی۔ تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ آپ specific issue پر ایک ایشو پر جو کہ specific issue ہے اس پر تحریک لائیں۔ میں اس کو منظور کروں گا۔ چلیے آگے۔

ملک محمد عباس کھوکھر: میری گزارش سن لیں۔

جناب سپیکر: نہیں میری رولنگ آ گئی۔ میں نے آپ کو بہت موقع دیا۔ میں نے عبدالرحمان کھر صاحب کے بارے میں کہا تھا کہ اگر ابھی آ گئے تو میں ان کو موقع دوں گا۔ آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی تحریک استحقاق تھی۔

جناب عبد الرحمٰن کھر: میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تھا۔

جناب سپیکر: جی اب آپ مہربانی سے اپنی تحریک استحقاق پیش کیجئے۔

جناب عبد الرحمٰن کھر: بڑی مہربانی جناب۔

نشان زدہ سوال نمبر 1104 کے غلط جواب کی فراہمی

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ 15 نومبر 1994ء کو محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے سوالات کے جوابات دیے گئے تھے جس میں میرا سوال نمبر 1104 بھی شامل تھا۔ اور وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی نے اس کا جواب غلط اور حقائق کے برعکس دیا ہے۔ جواب میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ ضلع کونسل مظفر گڑھ میں پائی گئی بے ضابطگیوں اور ان بے ضابطگیوں کے ذمہ دار افراد کے متعلقہ اتھارٹی کو کارروائی کے لیے لکھ دیا گیا۔ اور وہ اس ضمن میں کارروائی کر رہی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور ابھی تک کسی کے خلاف کارروائی نہ ہوئی ہے۔ مندرجہ بالا جواب صرف جواب کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ محکمہ کی طرف سے صحیح جواب موصول نہ ہونے سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میں جناب سے التماس کرتا ہوں کہ میری تحریک استحقاق کو منظور فرما کر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ صحیح حقائق سامنے آ سکیں۔

جناب سپیکر: جی مختصر بیان۔

جناب عبد الرحمٰن کھر: جناب والا! یہ تقریباً پانچ سال سے ڈسٹرکٹ کونسل مظفر گڑھ کا audit ہو رہا ہے اور اس پر اخباروں میں بھی بہت سا پڑھا ہے۔ اس کے بعد جب ہم اسمبلی میں آئے ہیں تو میں نے سب سے پہلے آگے یہ سوال دیا تھا۔ اس کے بدلے میں ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ تقریباً 5 کروڑ

روپے کا غبن ہے۔ اور اس اس 5 کروڑ روپے کے غبن میں ابھی تک محکمے نے یا حکومت نے کچھ نہیں کیا۔ اگر جناب اس طریقے کی کارروائیاں ہوتی رہیں۔ جو افراد اس میں ملوث تھے ان سے کچھ نہ پوچھا گیا تو آگے کام کس طرح سے چلے گا۔ اور علاقے کے جو حالات ہیں اس میں ڈسٹرکٹ کونسل کا بہت بڑا رول ہے۔ پچھلی حکومت بھی 5 کروڑ روپے لے گئی۔ اور جو بھی افراد اس میں ملوث ہیں ان کے خلاف ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ میری آپ سے گزارش ہے مہربانی کرکے اس کو یقینی بنایا جائے۔ اور اس لیے میں نے اس کو اسمبلی کے Forum پر اٹھایا ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب وزیر بلدیات سید ناظم حسین شاہ۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (سید ناظم حسین شاہ) : جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جو عبد الرحمٰن کھر صاحب نے کہا ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ ہم صرف جواب کی حد تک محدود ہیں اس میں یہ ہے کہ اس میں ڈائریکٹر جنرل جو رپورٹ 23-11-1993 کو دی تھی مظفرگڑھ کے حسابات برائے سال 1990ء سے 1993ء تک پڑتال کر کے حکومت کو بھجوائی اور یہ 1990ء سے شروع ہوا ہے۔ اس حساب سے یہ پانچ سال کا نہیں۔ تین سال کی بات ہوتی ہے تو اس حساب سے 5 سال کا ویسے ہی کہہ دیا۔ جہاں تک بے ضابطگیوں کا تعلق ہے اس میں جو بھی ذمہ دار افراد ہیں۔ افسران ہیں ان کے خلاف باقاعدہ طور پر کارروائی ہو رہی ہے اور اس میں ہمارے سابقہ جو بھی چیف آفیسر ہیں ایڈمنسٹریٹر ضلع مظفرگڑھ نے ان کے خلاف ڈرافٹ' چارج شیٹ' گوشوارہ ' الزامات اور گواہان وغیرہ کے یہ سارا کچھ تیار کئے ہوئے ہیں اوراس میں 09-10-1994 کو ان کو یاددہانی بھی کروائی گئی کہ آپ نے ان کے خلاف کیا ایکشن لیا وہ ایک پروسیجر ہوتا ہے تو اس پروسیجر کو اختیار کرتے ہوئے ہمیں Surcharge پر نوٹس بھی دینا پڑتا ہے۔ اگر وہ سرچارج جمع نہ کروائیں تو پھر ہم وہ کیس Anti Corruption میں بھیج دیتے ہیں۔ تو اس حساب سے ان کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ تھوڑی بہت تاخیر تو ہو ہی جاتی ہے۔ میں عبد الرحمٰن کھر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ آئیں میں ان کی تسلی کروا دوں گا۔ اگر ان کی تسلی نہ ہو تو وہ مزید اس میں جو بھی چاہیں کر سکتے ہیں۔

"وزیر صاحب کی ایشورنس"

جناب سپیکر: جناب کھر صاحب! اس انشورنس کے بعد آپ اس پر اصرار تو نہیں کرتے۔

جناب عبد الرحمٰن کھر : جناب والا! میرا یہ ذاتی معاملہ نہیں۔ یہ ضلعے کا معاملہ ہے۔ اور خاص طور پر اس میں جو بے قاعدگی پائی گئی ہے۔ اس میں میں نے تو اپنے آپ کو کچھ explain نہیں کروانا۔ مجھے تو یہ ہے کہ حکومت کا جو پیسہ لوٹا گیا ہے وہ حکومت کو واپس ملے۔ اور ضلع کونسل کو واپس ملے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب! آپ کو پیش کش کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ وہ سارا کچھ آپ کو دکھا دیں گے کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ اگر آپ کو اطمینان ہوجائے تو اچھی بات ہے۔ اس لیے آپ اس پر وقتی طور پر اصرار نہ کریں۔ اور آپ ان سے مل لیں۔

جناب عبد الرحمٰن کھر: ٹھیک ہے سر یہ اس وقت تک پینڈ نگ کرلیں۔

جناب سپیکر: پینڈ نگ اس طرح تو نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ آسکتی ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں۔ اور یہ آپ کی تسلی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جی وزیر صاحب۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : گزارش یہ ہے کہ ہمیں اس میں کوئی لیت و لعل کرنے کی بات نہیں۔ سابقہ دور کے مخدوم الطاف صاحب چیئرمین تھے۔ وہاں پر جو بھی آفیسر حضرات فائز رہے ہیں جو بھی اس میں ملوث ہیں۔ کیا ضرورت ہے۔ ہم تو خود چاہتے ہیں۔ جناب ہم ان کی تسلی کروائینگے۔ اور ان کے خلاف جو بھی قانون کے تحت کارروائی ہوتی ہے وہ ہوگی۔ اگر ان کی تسلی نہ ہو۔ تو میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ یہ ہمارے ساتھ مکمل تعاون کریں تاکہ جو بھی کھیلے بازی ہوئی ہے جو بھی پبلک کا پیسہ لوٹا گیا ہے وہ برسر عام آنا چاہئے۔ اور جو بھی اس میں ملوث ہیں ان کے خلاف باقاعدہ طور پر کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی۔ کھر صاحب۔

جناب عبد الرحمٰن کھر: اگر جناب والا! اس کو آپ پینڈ نگ نہیں کرتے تو ۔ سال کے بعد تو مجھے موقع ملا ہے میں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ حالانکہ میرے استحقاق کی بات کم علاقے کی Problem کی بات اس میں زیادہ ہے۔ اگر آپ مہربانی کرکے اس کو پینڈ نگ کر دیں۔

جناب سپیکر: ایسے کرتے ہیں کہ ایشورنس میں دے دیتا ہوں۔ اگر آپ کی تسلی نہیں ہوتی تو آپ دوبارہ یہ تحریک استحقاق لے آئیے گا۔ ہم اس کو دوبارہ لے لیں گے۔

جناب سپیکر کی ایشورنس

جناب عبد الرحمٰن کھر، ٹھیک ہے سر۔ مہربانی۔

جناب سپیکر، وقتی طور پر یہ dispose of ہو گئی۔ سید تابش الوری صاحب--- آپ کی دو تحاریک ہیں۔ آپ ان میں سے کونسی لینا چاہتے ہیں۔

سید تابش الوری، ان میں سے ایک آج لے لیتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔

حکمت عملی کے اصولوں پر عمل درآمد کی رپورٹ بابت 1993-94ء اسمبلی میں پیش کرنے میں تاخیر

سید تابش الوری، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ،

آئین پاکستان کے آرٹیکل 29(3) میں صوبائی گورنر پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ ہر سال کی نسبت اپنے صوبہ کے امور سے متعلق حکمت عملی کے اصولوں پر عمل کرنے اور ان کی تعمیل کرنے کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کرائے گا اور بحث کی خاطر اسے صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش کرائے گا۔ لیکن 1993ء کی نسبت صوبہ پنجاب میں حکمت عملی کے اصولوں پر عمل درآمد کی رپورٹ ابھی تک پنجاب اسمبلی کے سامنے پیش نہیں کی گئی جس سے صوبائی حکومت کی سالانہ کارکردگی سامنے لائی جاتی اور اراکین اسمبلی کو اس پر اظہار خیال کا موقعہ ملتا ۔پانچ ماہ گزرنے کے باوجود آرٹیکل 29 کے تحت اہم آئینی ذمہ داری کی عدم ادائیگی سے ایوان کا اجتماعی و انفرادی استحقاق پامال ہوا ہے جس پر ایوان کی فوری دخل اندازی نا گزیر ہو گئی ہے۔

MR SPEAKER: Short statement, I call the House to order.

سید تابش الوری، جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں دستور جو فرائض حکومتوں یا اداروں پر عاید کرتا ہے اس کی ادائیگی ایک مقدس فرض سمجھی جاتی ہے۔ میں نے آرٹیکل 29(3) کا حوالہ دیا ہے جس میں آئین نے ایک خصوصی پروویژن رکھی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آئین کے مطابق حکمت عملی کے

بنیادی اصولوں سے متعلق صوبوں میں عمل در آمد کرایا جانے اور صوبائی حکومت کی کار کردگی صوبائی اسمبلی میں پیش کی جانے۔ تاکہ منتخب اراکین کو اور عوام کو یہ معلوم ہو سکے کہ پورے سال میں صوبائی حکومت نے دستوری اعتبار سے جو حکمت عملی پر عمل در آمد کرنا تھا اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئی ہے اور کہاں تک ناکام ہوئی ہے۔ جناب والا! ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ عام طور پر دستور کے بارے میں اب حکومتوں اور اداروں کا رویہ خاصا منفی ہوتا جا رہا ہے۔ دستور کی واضح ہدایات کے باوجود ہم اس پر عمل کرنے سے اجتناب کر رہے ہیں اور یہ ایک بہت خطرناک رجحان ہے۔ دستور سب کے لیے قابل عمل اور قابل احترام ہوتا ہے۔ اگر ہم نے دستور کے تحت فرائض کو ادا کرنے سے بھی گریز کرنا شروع کر دیا تو یہ معاشرہ جنگل کا معاشرہ بن جائے گا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ دستور نے حکم دیا تھا کہ اردو کو لازمی طور پر ایک خاص میعاد میں دفتری زبان بنا دیا جائے' ہم نے نہیں بنایا۔ دستور نے جناب سپیکر کو خاص اختیار دیا تھا کہ اگر 14 ارکان اجلاس Requisition کریں تو وہ اسے لازمی طور پر طلب کریں۔ پچھلی دفعہ اس سے احتراز کیا گیا۔ جناب والا! اسی طرح سے یہاں دستور کی اس واضح دفعہ کے تحت گورنر پر یہ ذمہ داری عاید کی گئی تھی کہ وہ حکومت کی جانب سے تیار کردہ حکمت عملی کے اصولوں کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کرتے لیکن وہ ابھی تک پیش نہیں کر سکے ہیں جس سے دستور کی بھی خلاف ورزی ہوئی ہے اور پنجاب کے عوام بھی 1993ء میں حکومت کی کار کردگی کا علم رکھنے سے محروم ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر، جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق) ، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے صوبہ پنجاب کے امور سے متعلق حکمت عملی کے اصولوں پر عمل درآمد کی رپورٹ برائے سال 94-1993ء پنجاب اسمبلی کے سامنے پیش نہ کیے جانے کے بارے میں تحریک پیش کی ہے۔ اور شارٹ سٹیٹمنٹ میں فاضل محرک نے دستور کی خلاف ورزی کے حوالے سے اپنے مؤقف کو درست ثابت کرنے کے لیے دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب سپیکر! ہم دستور پر عمل کر رہے ہیں اور کہیں بھی دستور کے تحت فرائض کی ادائیگی میں نہ کوئی کوتاہی کی گئی ہے' نہ ہی دستور سے ہٹ کر ہم فرائض کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حکمت عملی کے بارے میں سالانہ کارکردگی رپورٹ پیش کرنے کے بارے میں فاضل رکن نے آئین کے جس آرٹیکل کا حوالہ دیا ہے میں وہ آپ کے سامنے ذرا پڑھتا ہوں۔ آرٹیکل - 29(3) میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ:

In respect of each year, the President in relation to the affairs of the Federation, and the Governor of each Province in relation to the affairs of his Province, shall cause to be prepared and laid before the National Assembly or, as the case may be, the Provincial Assembly, a report on the observance and implementation of the Principles of Policy, and provision shall be made in the rules of procedure of the National Assembly or as the case may be, the Provincial Assembly, for discussion on such report

جناب سپیکر! آئین کے آرٹیکل کی اسی کلاز کا حوالہ فاضل محرک نے اپنی اس تحریک کے نفس مضمون میں بھی دیا ہے لیکن آئین کے اس آرٹیکل کے تحت وقت کی کوئی میعاد نہیں کہ کب یہ رپورٹ ایوان میں پیش کی جاتی ہے۔ اس لیے اگر تاحال حکمت عملی کے بارے میں سالانہ کارکردگی کی یہ رپورٹ ایوان میں پیش نہیں کی گئی تو آئین کے اس آرٹیکل کی قطعی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی ہے۔ جہاں تک اس رپورٹ کا تعلق ہے' اس پر کام جاری ہے اور حال ہی میں حکومت پنجاب کو انتظامی محکمہ جات سے اس کارکردگی کے بارے میں رپورٹیں موصول ہوئی ہیں جن پر تیزی سے کام جاری ہے۔ اور ایک جامع مسودہ کی صورت میں یہ رپورٹیں مرتب کرنے کے بعد انشاء اللہ جلدی یہ ایوان میں پیش کر دی جائیں گی۔

جناب سپیکر، آپ کوئی اندازہ دے سکتے ہیں؟ 1993ء کی جو رپورٹ ہے' اب 1994ء ختم ہو رہا ہے' اس لیے آخر کوئی اس کی مدت ہونی چاہیے۔ کوئی reasonable مدت آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کب تک یہ رپورٹ ایوان میں پیش کر دی جائے گی؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے عرض کیا کہ ہم اسے جلدی سے جلدی پیش کرنے کے لیے جامع مسودے کو مرتب کر رہے ہیں اور گورنر صاحب کی منظوری کے لیے بھیج دیں گے۔ ان کی منظوری کے بعد یہ رپورٹیں ایوان میں پیش کر دی جائیں گی۔

جناب سپیکر، آپ کوشش کیجئے کہ یہ رپورٹ جب بھی آئندہ اجلاس ہو تو اس کے آس پاس پیش ہو

جائے۔

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق) : جناب سپیکر! آئندہ کے اجلاس کے حوالے سے چونکہ آپ نے بھی ارشاد فرمایا اور فاضل محرک نے بھی بات کی کہ وہ اجلاس بلاتے ہیں اور یہ ہوتا ہے --- ہوتا کیا ہے جناب سپیکر؛ اسمبلی کا اجلاس جاری ہوتا ہے' prorogue ہوتا ہے' prorogue کرنے کے آرڈر کی سیاہی بھی ختم نہیں ہوتی کہ اگلے دن Requisition دے دی جاتی ہے۔ آئین کے یہ الفاظ ہیں جن کو quote کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کا کوئی sense ہے۔ جناب سپیکر! ان کے پیچھے کوئی روح ہے کہ کس وجہ سے اجلاس بلانے کا اپوزیشن کو اختیار ہے۔ میں اس وقت اس issue میں تو نہیں جانا چاہتا۔ لیکن انھوں چونکہ یہ issue اٹھایا ہے اور اس کو بھی اسی issue سے relate کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے موجودہ تحریک کے حوالے سے۔ جناب سپیکر! وہ اختیار ہے' جب حکومت اجلاس بلانے میں تساہل سے کام لے رہی ہو۔ حکومت اجلاس بلانے میں حیل و حجت سے کام لے رہی ہو۔ یا حکومت کسی وجہ سے اجلاس بلانے میں پس و پیش کر رہی ہو اس وقت واقعی اپوزیشن جب اجلاس Requisition کرے تو بات بنتی ہے۔ لیکن ادھر شروع ہے۔ اس میں بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی روز اجلاس بلانے کے لیے کہہ دیا جاتا ہے۔ ہم پھر بھی اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ اپوزیشن ریکوزیشن کرتی ہے کہ ہم اجلاس بلانا چاہتے ہیں۔ اپوزیشن کے ایجنڈوں کو بھی لاتے ہیں۔ البتہ اس تحریک کے حوالے سے میں کہوں گا کہ ......

جناب سپیکر، بڑی مہربانی' آپ نے وضاحت کی۔ لیکن مہربانی سے یہ بتائیے کہ آپ کا کیا اندازہ ہے کہ یہ رپورٹ کب تک پیش ہو جائے گی۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس سلسلے میں فی الحال میں کوئی fix date نہیں دے سکتا۔ البتہ مناسب وقت میں یہ پیش کر دی جائے گی۔ تاہم جناب سپیکر! آئین کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ لیکن دیکھیے ناں' اگر 1993ء کی رپورٹ ہے اور 1994ء کے خاتمے تک بھی وہ پیش نہیں ہوتی تو وہ ایک reasonable مدت تو آپ کو اس کی متعین کرنی پڑے گی۔ آخر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ 2000ء سال میں جا کر اس کے بارے میں کہیں کہ یہ 2000ء میں یہ پیش ہوگی اور تب بھی یہ legal اور constitutional ہے تو آپ ایک reasonable وقت بتا دیں۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! یہ درست بات ہے کہ جتنی جلدی یہ سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش ہو وہ

اچھی بات ہے ۔

جناب سپیکر ، مہربانی سے اسے تیزی سے تیار کروایے اور جلد از جلد اسے پیش کیجئے۔ میں اسے dispose of کرتا ہوں ۔

وزیر قانون ، جناب والا ! شکریہ۔

جناب سپیکر ، جی سردار صاحب !

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے وزیر قانون صاحب کے ان ریمارکس کی طرف آپ کی توجہ دلوانا چاہتا ہوں جو انہوں نے اپوزیشن کے اجلاس طلب کرنے پر اعتراض کیا ہے ۔ آپ ان کو یاد دلوا دیں گے کہ ہم نے requisition بھیجی تھا اور وہ ہماری requisition پر اجلاس نہیں بلایا گیا تھا بلکہ وہ گورنر صاحب نے اجلاس طلب کرلیا تھا۔

جناب سپیکر ، کھوسہ صاحب ! یہ مسئلہ آپ عدالت میں لے گئے ہیں اب اس پر یہاں بحث نہ کیجئے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میں ان کے جواب پر کہہ رہا ہوں اور اب بھی ہم نے requisition اس لئے کیا کہ اس وقت ہمیں ان topics پر بات نہیں کرنے دی گئی ، بحث نہیں کرنے دی گئی ۔ ہمارے ایم پی اے صاحبان جیلوں میں پڑے ہیں۔ ہمارے ایم این اے حضرات جیلوں میں پڑے ہیں ۔ لیڈر آف دی اپوزیشن کے خلاف وارنٹ جاری کر دیے گئے ہیں ۔ ان کو interim bail کی relief نہیں دی جا رہی ۔ کیا ہم پھر بھی requisition نہیں کریں گے ؟

جناب سپیکر ، آپ بڑی خوشی سے اجلاس طلب کریں ۔ آپ تشریف رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر ! اس پر ان کو کیوں تکلیف ہوتی ہے ؟

جناب سپیکر ، ان کا Point of view ہے ۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! میں ریکارڈ درست کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کا کوئی ایم پی اے جیل میں نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! آپ نے بجا طور وزیر قانون صاحب سے اصرار کیا کہ Constitutional provisional ہے اور اسے لامحدود عرصے کے لئے معرض التوا میں نہیں رکھا جا سکتا۔

میں 1993ء کی رپورٹ مانگ رہا ہوں اور اب آپ نے صحیح طور پر کہا کہ 1994ء اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ تو کیا آئین کا یہ مقصد ہے کہ ہر سال کی رپورٹ پیش کرائے گا۔ میں نے آخری مہینے میں یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ یہ ایک سال کا پورا پیریڈ ہے جو حکومت کو ملا ہے اور حکومت اپنی نا اہلی کی وجہ سے ناکام رہی ہے۔ اور آپ انہیں موقع دے کر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک specific date یا آپ پیریڈ دیں، تو وہ یہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اور حوالہ آئین کا دے رہے ہیں تو جناب آئین میں یہ نہیں لکھا کہ کب پیش کی جائے گی۔ جناب! common sense بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

جناب سپیکر : جی بجا ہے۔ اسی لیے میں نے تاکید کی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید تابش الوری : جناب والا! اگر آپ نے اس کی تائید فرمائی ہے تو میں اصرار کروں گا کہ definite period دیں ----

جناب سپیکر : definite period نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن یہ تاکید کی جا سکتی ہے۔

سید تابش الوری : جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس کے لئے definite period دیں ورنہ میری اس تحریک کو in order قرار دے کر آپ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ جناب! دو ہی شکلیں ہیں۔ آپ نے اس کو rightly in order کہا ہے یا تو وہ definite period دے دیں میں زور نہیں دیتا اور میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ آپ کا موقف درست ہے۔ اگر وہ کوئی date نہیں دیتے تو پھر میں یہ چاہوں گا کہ اسے آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ تاکہ وہ گورنمنٹ پر Pressure ڈال کر آپ کی ہدایت کے مطابق اسے پیش کر سکیں۔

جناب سپیکر : مجھے اس بات کا اندازہ ہے اور specific date دینا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں لیکن میں نے ان کو تاکید کی ہے اور میری تاکید، سپیکر کی تاکید اصولاً ان کے لیے حکم ہونا چاہیے۔ میں خود اس کو دیکھوں گا کہ اس پر عمل ہو۔ اب آگے چلتے ہیں اور ارشد عمران سلہری صاحب کی تحریک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ دو تحاریک آج take up ہو جائیں۔ ارشد عمران سلہری صاحب! آپ اپنی تحریک کو لینا چاہتے ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری : جناب عالی!

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

وزیر قانون : جناب والا! اس تحریک کی ایک کاپی مجھے بھی بھیج دی جائے ۔

جناب سپیکر : جی بسم اللہ !

تحریک استحقاق نمبر 2 کے غلط جواب کی فراہمی

جناب ارشد عمران سلہری : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 22 نومبر 1994ء کو وزیر قانون نے سید ظفر علی شاہ کی تحریک استحقاق نمبر 2 پر غلط اور حقائق کے برعکس جواب دیا تھا۔ جناب وزیر قانون نے اپنے جواب میں فرمایا کہ معطلی کے دوران پولیس اہلکاروں کو نصف تنخواہ دی جاتی ہے۔ (کارروائی کی کاپی لف ہے)حالانکہ محکمہ خزانہ کی طرف سے جاری شدہ نوٹیفکیشن کے مطابق پوری تنخواہ بمع الاؤنسز دی جاتی ہے۔ نوٹیفکیشن نمبر FD(FR)VI-17/93 مورخہ 26 ستمبر 1993ء (فوٹو کاپی لف ہے)

جناب وزیر قانون نے مزید فرمایا کہ افسران بالا کے حکم پر معطل شدہ پولیس کے اہل کار ڈیوٹی سر انجام دے سکتے ہیں۔ جبکہ پولیس رولز 1934ء ایڈیشن 1991ء کے رول 21 16 کے سب رول (1) اور (2) کے مطابق وہ ایسا کرنے کے مجاز نہ ہیں ۔

جناب وزیر قانون کے غلط جواب دینے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔ اس لیے میری اس تحریک استحقاق کو منظور فرما کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر : مختصر بیان!

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! short statement کے حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ اس معاملہ کے متعلق سابقہ اجلاس میں وزیر قانون صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ جب کوئی اہلکار معطل ہوتا ہے تو اس کو نصف تنخواہ دی جاتی ہے ۔ جبکہ اس کے اندر ترمیم ہوچکی ہے اور اس کا نوٹیفکیشن میں نے دکھا دیا ہے۔ دوسری بات انہوں نے کہی تھی کہ پولیس کے اہل کاران وردی پہن سکتے ہیں اور اپنے افسر مجاز کے کہنے پر ڈیوٹی بھی سر انجام دے سکتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! جس رول کا میں نے یہاں پر حوالہ دیا ہے اسے میں آپ کی اجازت سے پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں ۔

16.21 Status and treatment of officers under suspenstion

"A police officer shall not be reason of being suspended from office sease to be police officer".

جناب سپیکر! اس میں سب سیکشن (2) کے حوالے سے ......

A Police officer under suspension shall be transfered to the lines if not already posted there He shall attend all roll calls and shall be required to perform such duties and to attend such praids as the superintendent may direct, Provided that he shall not perform that duty and any other duty entitling the excercise of the powers or functions of a police officer shall not be placed on any duty involving the exercise of responsibility and shall not be issued with ammunition.

جناب سپیکر، وزیر موصوف نے جو سٹیٹمینٹ دی تھی انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید ہاؤس کے اندر کوئی پڑھے لکھے انسان نہیں یا جس طرح ان کی روایت ہے کہ پولیس کو defend کرنے کے لیے یہ الفاظ کہے کہ پولیس میں معطلی کے دوران نصف تنخواہ بھی ملتی ہے ----

جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! معزز رکن اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں اور جناب ریاض حشمت صاحب متعلقہ افسر سے ہدایات لے کر وزیر قانون صاحب کو پہنچا رہے ہیں۔ یہ کوئی اسمبلی کا طریق کار تو نہیں کہ وہ communication کا کام دیتے رہیں۔ وہ ان سے ہدایت لے کر وزیر قانون تک پہنچا رہے ہیں۔ یہ بات very un-fair ہے۔ جناب ظفر صاحب ان کو ہدایات دے رہے ہیں۔ منسٹر صاحب کو جواب دینے دیں۔ یہ تو ان کی عادت بن چکی ہے کہ کبھی صحیح جواب دیتے ہی نہیں ہیں۔ جو سوالت نہیں دیتے اس کا بھی جواب میں ذکر کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر۔ یہ صحیح جواب دینے کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ جی فرمائیے۔

ملک محمد عباس کھوکھر۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح آفریدی صاحب نے گزارش

کی ہے اور میں بھی گزارش کررہا ہوں کہ ان کی تیاری کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ابھی ان سے تحریک استحقاق کے متعلق معلوم کیا ہے کہ کون سی پیش ہوئی ہے۔ وزیر صاحب کو یہ پتا ہی نہیں کہ یہ تحریک آج پیش ہوئی ہے یا نہیں۔ تو یہ جواب کیا دیں گے۔ جو ان کو افسر کہہ دیں گے وہ یہاں بیان کر دیں گے۔ انہوں نے defend کرنا ہے۔ آپ کی موجودگی میں انہوں نے یہاں سے معلوم کیا ہے۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ بات یہ ہے کہ تحریک استحقاق آدھا گھنٹہ پہلے بھی آ سکتی ہے۔ اس لیے یہ میرا قصور ہے کہ میں یہ حق آپ کو دیتا ہوں۔ اس لئے بعض اوقات واقعی ان کو فوری طور پر پتا چلتا ہے کہ یہ تحریک بھی آ گئی ہے۔ اس میں ان کا قصور نہیں۔ میرا قصور ہے جو اسے admit کرتا ہے۔ جی فرمائیے!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! یہ دستاویز آپ کے سیکرٹریٹ نے جاری کی ہے۔ اس میں ایک سوال کے جواب میں اتنا جھوٹ لکھا گیا ہے کہ ہم نے جیل میں بی کلاس دی ہے۔ ہم نے جیل میں ٹیلی ویژن دیا۔ ہم نے ریڈیو دیا۔ یہ ہاؤس مقدس ہے۔ یہاں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ یہاں سچ بولنا چاہیے۔

جناب سپیکر : یہ out of order ہے۔ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ تشریف رکھیے۔ آپ تشریف رکھیے۔ جی وصی ظفر صاحب!

چودھری محمد وصی ظفر : جناب سپیکر ! یہ میرا نام لے رہے تھے۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ اسمبلی میں سفید بھالو بھی آ کر بول سکتے ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر : نہیں۔ تشریف رکھیے۔ میں ارکان اسمبلی سے اور خاص طور پر اپوزیشن کے دوستوں سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھیے گھڑی کسی کی ملکیت نہیں۔ وقت محدود ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج Prices پر بحث ہو۔ اس لیے آپ جتنا وقت اور چیزوں پر لگائیں گے اس کام کے لیے جس کے لیے اجلاس آپ نے بلایا ہے اس کے لیے اتنا کم وقت آپ کو ملے گا اور پھر آپ کو گلہ ہو گا۔ از راہ کرم آپ صحیح رستے پر رہیے تاکہ بات جو ہے وہ وہاں تک پہنچ جائے جس کے لیے اجلاس بلایا گیا ہے۔ جی فرمائیے۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر ! اس میں مزید جو Sub Rule (2) میں لکھا ہے کہ۔

A Police Officer, under suspension, shall ordinary be confined

to lines when off duty but shall be allowed reasonable facilities for the preparation of his defence when transfered to the lines under this rule Lower subordinates shall deposit their belts and upper subordinates their revolvers, belts and badge with the line officer

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی۔ ایک منٹ موقع دیجئے۔ لاء منسٹر صاحب! آپ آج ہی اس کا جواب دیں گے یا کل دیں گے؟

میاں فضل حق، جناب والا! یہ کیا بات ہوئی؟

جناب سپیکر، میں جانتا ہوں۔ آپ کی خاطر کر رہا ہوں۔ جی۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ خود ہی یہ بات کہتے ہیں کہ جس نے جواب دینا ہے اس کو ابھی تحریک استحقاق مل رہی ہے۔ اس لیے یہ فلاں کا قصور ہے۔ فلاں کا قصور ہے۔ تو کل انھوں نے کہیں غالباً یہ تحریک استحقاق دی ہو گی۔ جس طرح اس پر لکھا ہے کہ 6۔ دسمبر اور 6 ہی اس کا نمبر ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق جو ہے، ابھی انھوں نے پڑھی ہے اور میں نے سنی ہے۔ اس میں انھوں نے قانونی نکات کے حوالے سے سوال کیا ہے اور میں قانونی نکات کے حوالے سے ہی اس کا جواب دینا مناسب سمجھوں گا۔ تو اس کے بارے میں صرف کل تک کے لیے مہلت دے دی جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ اسے کل کے لیے پینڈ کیا جاتا ہے۔ رانا محمد فاروق سعید خان۔ آپ کی تحریک استحقاق ہے۔

مینجنگ ڈائریکٹر، پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

رانا محمد فاروق سعید خان، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک خاص اہمیت کے مسئلے کو جناب سپیکر! اور ایوان کی اجازت سے زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ بطور منتخب نمائندہ میں گاہے بگاہے سرکاری اداروں میں قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی اور روگردانی کی بابت اس ایوان میں آواز اٹھاتا رہا ہوں جو کہ میرے عوامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے فرائض میں شامل ہے۔ میرے اس نمائندگی کے حق کو حکومت پنجاب کے ماتحت ادارہ

پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن کی ایک اہل کار شہناز شیخ جو کہ اس ادارے کی مینجنگ ڈائریکٹر بنائی گئی ہیں نے جان بوجھ کر میرے بارے میں باقاعدہ نام لے کر توہین اور ہتک آمیز الفاظ استعمال کیے۔ (شیم شیم)

جو ان کی جانب سے لاہور میں 5۔دسمبر 1994ء کو کی جانے والی پریس کانفرنس کی روداد سے بھی ظاہر ہے۔ یہ پریس کانفرنس کراچی سے انگریزی اخبار ڈان کے 6۔ دسمبر 1994ء شمارہ نمبر VOL-VINO.329,LAHORE,PUNJAB,14-15 کے صفحہ نمبر 2 پر شائع ہوئی اور متذکرہ اخبار سمیت دیگر اخبارات میں بھی شائع شدہ شہناز شیخ مذکوریہ کی پریس کانفرنس میں میرے بارے میں جو من گھڑت کہانی پیش کی ہے وہ نہ صرف میرے بنیادی فرائض بطور عوامی نمائندہ کے روکنے کے مترادف ہے بلکہ بے بنیاد الفاظ جو مجھ سے منسوب کیے گئے ہیں وہ میرے نہیں بلکہ پورے ایوان کے استحقاق کو پامال اور مجروح کرنے کے مترادف ہیں۔

استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دیتے ہوئے استحقاق کمیٹی یا خصوصی کمیٹی کو تحقیقات کے لیے سپرد کیا جائے اور رپورٹ برائے کارروائی ایوان میں پیش کرنے کی ہدایت فرمائی جائے۔

MR SPEAKER: Short statement.

رانا محمد فاروق سعید خان ، جناب سپیکر ! جس ٹرانسپورٹ افسر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ میرا عزیز ہے۔ میرے ساتھ اس کی کوئی عزیز داری نہیں نہ اس کو میں جانتا ہوں۔ یہ میرے ساتھ غلط منسوب کیا گیا ہے یا میرے ساتھ اس کی رشتے داری وہ ثابت کریں۔

جناب سپیکر ! اس سے پہلے بھی سمال انڈسٹری فیصل آباد میں زمین کے سکینڈل میں ایک بہت بڑا سکینڈل فیصل آباد میں ہوا تھا جس میں کروڑوں روپے کی خورد برد ہوئی تھی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس میں نوید آصف نامی جو ایم ڈی تھا وہ نوکری سے نکالا گیا تھا۔ اس وقت بھی ہم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ اس کے بعد لوکل گورنمنٹ کے ٹھیکے داری نظام پر جو کبیر خان کے پاس ٹھیکہ تھا اس پر بھی ہم نے یہاں پچھلے دنوں آواز اٹھائی تھی اور ہمارے خلاف ساٹھ کروڑ روپے کے ہرجانے کا دعویٰ دائر ہوا تھا۔ پچھلے دنوں ایک سوال تھا جو میں نے پہلے مہینے میں دیا تھا جب یہ ایم ڈی نہیں تھیں۔ اس پر آپ نے مجھے بحث بھی نہیں کرنے دی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ آپ مجھے بحث کرنے دیں

لیکن آپ نے کہا کہ اس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ یہ اس کو base بناتے ہوئے کہ جس کے نام کے ساتھ یہ لکھا ہو کہ یہ رانا ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ میرا رشتے دار ہو گا۔ انھوں نے اس کو base بناتے ہوئے کہ جو میں نے یہاں پر بات کی اس پر میرے خلاف ایک پریس کانفرنس کی اور اس میں میرے خلاف بے بنیاد الزامات لگائے۔ اخبارات میں بغیر کسی تحقیق کے کسی رکن اسمبلی کو کسی ملازم کا رشتے دار ظاہر کر کے ذمہ دار اہل کار من گھڑت کہانیاں پیش کریں تو یہ واقعہ بلاشبہ عوامی نمائندوں کو ان کی نمائندگی کے حق سے روکنے کے لیے دھمکیاں دینے اور حقوق پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی سرکاری اہل کار جو کہ Public Servant ہوتے ہیں عوامی نمائندوں کے بارے میں سرعام توہین آمیز رویہ اختیار کریں اور ان کو اخباری پریس کانفرنس کرنے کی اجازت دی جاتی رہی تو صوبے میں ایک بحرانی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ بطور سرکاری ملازم کسی اہل کار کو پریس کانفرنس کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اس کی روایت رہی ہے اور نہ ہی کوئی ضابطہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ شہناز شیخ کا اخباری پریس کانفرنس سے خطاب کرنا ہی خلاف قانون ہے جس کا نوٹس لیا جانا متعلقہ محکمے کا فرض تھا۔

جناب سپیکر! اس سے میرا اور ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ مجھے یہ نہیں پتا کہ یہ پریس کانفرنس میرے محترم وزیر صاحب نے پڑھی ہے یا نہیں پڑھی؛ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایم ڈی وزیر صاحب کے ماتحت ہے یا وزیر صاحب اس کے ماتحت ہیں؛ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایم ڈی یہاں پر کرنا کیا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ایک ملازم سمجھیں۔ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں۔ جس کو اپنے فرائض کا ہی نہیں پتا کہ وہ ایک پریس کانفرنس کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر ، بجا ہے۔ رانا صاحب! آپ کی بات مکمل ہو گئی۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، مہربانی ۔ شکریہ

جناب سپیکر ، حکومت کی طرف سے کوئی صاحب جواب دیں گے؟

وزیر قانون ، جی ۔

جناب سپیکر ، لاء منسٹر صاحب! یا وزیر متعلقہ ' کوئی جواب دیں۔

معزز ممبران حزب اختلاف ، متعلقہ وزیر بیٹھے ہیں وہ جواب دیں۔

جناب سپیکر ، ایک منٹ آپ موقع دیجیے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! ایک ٹیکنیکل جگہ پر ایک خاتون کو بٹھایا گیا ہے اور یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ ایک معزز ممبر کو بلیک میل کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر، آپ بیٹھیے۔ میں نے آپ کو floor نہیں دیا۔ آپ تشریف رکھیے۔

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر ۔۔۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

راجہ ریاض احمد، جناب سپیکر! اس محکمے کے متعلقہ وزیر صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وزیر قانون صاحب جواب دیں پہلے متعلقہ وزیر صاحب سے جواب لیا جائے۔ مہربانی۔

جناب سپیکر، نہیں۔ ضروری نہیں ہے۔ جی لاء منسٹر صاحب! آپ جواب دینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں ۔ یہ ضروری نہیں۔۔۔ جی وزیر قانون صاحب آپ جواب دینا چاہتے ہیں ۔

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق)، اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک فوری نوعیت کی ہے اور اراکین اسمبلی کے جذبات مجھ تک پہنچ رہے ہیں ۔

جناب سپیکر! جہاں تک اسمبلی کی کارروائی کے حوالے سے فاضل رکن نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ایک سوال دیا اور اس سوال کے بعد ان کے خلاف یہ پریس کانفرنس ہوئی ہے ۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں اس بات کو ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ کسی بھی سرکاری ملازم (جب وہ سرکاری حیثیت میں ہو) کو یہ کہیں بھی اختیار حاصل نہیں کہ وہ اراکین اسمبلی کے خلاف پریس کانفرنس کرے اور کسی سرکاری ملازم کا یا عہدے دار کا اراکین اسمبلی کے کردار کے حوالے سے یا ان کے معاملات کے حوالے سے پریس کانفرنس کر کے کچھ بھی کہنا خواہ وہ کم ہتک آمیز ہو یا زیادہ توہین آمیز الفاظ استعمال کیے جائیں ان سے انہیں criticise کرنا کسی بھی رول کے تحت انہیں کوئی اختیارات حاصل نہیں ہیں اس لیے technically میں اس تحریک استحقاق کی مخالفت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب سپیکر واقعی اس تحریک استحقاق کو منظور کیا جانا چاہیے تا کہ یہ استحقاق کمیٹی میں جائے اور وہ سرکاری ملازم جو نہ صرف کہ اپنے دفاتر میں اراکین اسمبلی کو وہ respect نہیں دیتے جس respect کے لئے عوام انہیں منتخب کر کے اس ایوان میں بھیجتے ہیں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ان سرکاری ملازمین کو ان کے اپنے معمولات کے دوران کانفرنسز کرنے یا اظہار خیالات کرنے کا موقع

نہیں دیا جانا چاہیے۔ اس سلسلے کو روکنے کے لیے اور اراکین اسمبلی کی عزت اور احترام کو بحال کرنے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ اس معاملے کو thrash out کیا جائے اور اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، I hold the motion in order. ---- اسے کوئی move کرے گا۔------ کیا ہاؤس تیار ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

(آوازیں ------ جی اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے)

جناب سپیکر، اسے تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور دو ماہ کے اندر اندر اس کی رپورٹ آنی چاہیے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، شکریہ جناب سپیکر! آپ نے بڑی مہربانی فرمائی ہے آپ نے ایک اہم تحریک استحقاق کو admit کیا ہے اور ان کے الفاظ کے مطابق جو سرکاری افسر نے ---------

جناب سپیکر، نہیں۔ اس پر اب بات نہیں ہو سکتی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! میں صرف ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میرا اور اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو جس کا مجھے خدشہ ہے کہ یہ اس کو بعد میں واپس لے لیں یہ اب ایوان کا بھی استحقاق ہے اب یہ admit ہو چکی ہے اور اس بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ ان کو استحقاق ہے لیکن انہوں نے یہ خود فرمایا ہے کہ یہ ایوان کا بھی استحقاق ہے ۔ اسے اب کبھی بھی واپس نہ لیا جائے اب یہ استحقاق کمیٹی ہی completely thrash out کرے ------

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔

مہنگائی پر بحث

جناب سپیکر، I call the House to order. .... I call the House to order میری گزارش ہے کہ ایجنڈے پر جتنی بھی تحاریک استحقاقات تھیں وہ آج سب dispose of ہو گئی ہیں ان سب کا فیصلہ ہو ا ہے اب میری تجویز ہے کہ اس کا وقت تو ختم ہوا اور تحاریک التوائے کار اگر کل لے لی

جائیں اور آج بحث کا آغاز کر لیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے ------ اگر آپ agree کرتے ہیں تحاریک التوائے کار کل لے لیں گے اور میں اپوزیشن کے لیڈر سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے مختصر لسٹ دے دیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! ویسے بھی جب ہم نے requisition کے لئے آپ کی خدمت میں ایجنڈا پیش کیا تھا اس میں ہمارے پانچ پوائنٹس تھے ۔ وہ جس بھی صورت میں کٹ گئے ہمیں صرف دو پوائنٹس پر debate کی اجازت ملی ہے اور وہ بھی صرف دو دن ۔ تو براہ مہربانی اگر آپ اس طرح کر لیں کل کے لئے تحاریک التوائے کار ملتوی کر دیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک دن اور بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: دیکھ لیں گے۔ کل ہاؤس کیسا چلتا ہے ۔ مگر آپ ان سے بھی بات کریں ۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ان سے بات کرنے میں کیا حرج ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میری گزارش سن لیں کہ ہم ان سے کیوں بات نہیں کرتے ۔

جناب سپیکر: جی آپ فرمائیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: کیونکہ اب تک جو بات ان سے ہوئی ہے یہ کسی پر بھی پورے نہیں اترے ۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں نے آج بھی وزیر اعلیٰ صاحب سے کہہ کیا کہ میری موجودگی میں کانفرنس ہوئی تھی اور میٹنگ ہوئی تھی اور طے پایا تھا کہ اپوزیشن کے لوگوں کو فنڈز دیئے جائیں گے آج انہوں نے پھر گورنر ہاؤس میں برملا اعلان کیا کہ آپ بیشک میری طرف سے اعلان کر دیں کہ اپوزیشن کو فنڈز دیئے جا رہے ہیں ------

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میں اپنا کردار ادا کروں گا ۔ میں کسی دوسرے کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جی آپ لسٹ دے دیجیے ---------- ٹھیک ہے لسٹ آ گئی ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میں point of privilege پر بات کرنا چاہتا ہوں

جناب سپیکر: جی ۔ فرمائیے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں ابھی باہر نیچے اپوزیشن کے لیڈر کے دفتر کی طرف گیا تھا تو مجھے اطلاع ملی ہے کہ باہر کوئی تصادم ہوا ہے اسمبلی چیمبرز اور ایم ۔ پی ۔ اے ہوسٹل کے درمیان جو سڑک ہے کیونکہ یہاں تو پولیس کی نفری ہے اور وہ اندر نہیں آنے دیتے ۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر ، میں نے پتا کیا ہے کوئی تصادم نہیں ہوا ۔۔۔۔۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب! آپ میری عرض سن لیں ۔ جناب میں حقیقت عرض کر رہا ہوں بلکہ تصادم نہیں فائرنگ بھی ہوئی ہے ۔ اب اس حد تک لاقانونیت بڑھ گئی ہے کہ اب اسمبلی کے احاطے تک فائرنگ ہوئی ہے جبکہ حکومت پنجاب کی طرف سے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے اخبار میں بڑا واضح بیان لگا ہے یہ آپ نے بھی پڑھا ہے اور ہم نے بھی پڑھا ہے کہ اسلحہ اٹھانے پر سخت پابندی لگا دی گئی اور جناب والا! اسمبلی کے باہر فائرنگ ہو رہی ہے ۔ اس کا فوری نوٹس لیا جائے اور اس کی تحقیق کروائی جائے ۔

جناب سپیکر، جی میں کروا رہا ہوں ۔ میں نے اس کا فوری نوٹس لیا ہے میں نے فوری طور پر اس پر ایکشن لیا آپ تسلی رکھیں ۔ میں آپ کو رپورٹ دوں گا ۔۔۔۔۔۔ سید تابش الوری صاحب!

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا آفتاب احمد خان)، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جیسے ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن نے ڈویلپمنٹ کی یہ چیز point out کی ہے میں ان کو اس چیز کی یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہم نے جو فنڈز (136 کروڑ روپے) مختص کیے ہیں اس میں سے اپوزیشن کے ہر رکن کو ساٹھ لاکھ روپیہ دیا جائے گا ۔ آپ اس کی assurance کروا چکے ہیں اور میں بھی on floor of the House پر کہہ رہا ہوں کہ یہ پیسے ان کو ملیں گے ان کو کم از کم کسی کی زبان پر یقین ضرور کرنا چاہیے ۔

جناب سپیکر، بہت اچھے ۔۔۔۔۔۔۔ جناب تابش الوری صاحب!

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! بات تو 1993-94ء کی ہو رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، جی میاں معراج دین صاحب!

سید تابش الوری، اگر آپ ان سے منظور کروانا چاہتے ہیں اور وہ اپنے وعدے کو نبھانا چاہتے ہیں تو وہ

تو 94-1993ء کا ہے۔ ہم آپ سے یہ وضاحت چاہتے ہیں کہ آپ کس کا اعلان کر رہے ہیں۔
جناب سپیکر: میں پتا کر کے بتاؤں گا۔ .... جی معراج صاحب!
میاں معراج دین: پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض کروں پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کم از کم اس ہاؤس میں میری ایک تحریک التوائے کار admit کی ہے پچھلی پر تو آپ نے پانی پھیر دیا نہ آپ نے میری تحریک استحقاق منظور کی اور نہ ہی تحریک التوائے کار۔ لیکن اس ہاؤس میں اس سیشن میں مہربانی فرماتے ہوئے میری ایک تحریک التوائے کار accept کی ہے۔
جناب سپیکر: میں نے پچھلی مرتبہ بھی آپ کی انجمن حمایت اسلام کے بارے میں جو تحریک تھی اسے admit کیا تھا۔
میاں معراج دین: لیکن جناب والا! وہ باری ہی نہیں آئی تو میں کیا کرتا۔
جناب سپیکر: وہ الگ بات ہے۔
میاں معراج دین: تو پھر دوبارہ میں اس کو repeat کر لوں۔
جناب سپیکر: کر لیں۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔
میاں معراج دین: شکریہ جناب والا! میں نے دوسری گزارش یہ کرنی ہے کہ میں اپنے اور اپنے دوستوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ آپ نے پچھلی دفعہ بھی یہ فرمایا تھا کہ میں نے بیٹھ کر یہ فیصلہ کر دیا ہے اور وزیر اعلیٰ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ تمام اپوزیشن کو فنڈز دیں گے اور آج آپ وہی زبان استعمال کر رہے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں دے دوں گا۔ تو جناب والا! دوں گا ' کا مطلب نہیں آپ یہ فرمائیں کہ وہ فنڈز کب release کر رہے ہیں تاکہ یہ بات فائنل ہو۔
جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔ میں اس کا مزید پتا کر کے آپ کو بتاؤں گا۔۔۔ سید تابش الوری صاحب!
جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ ایک Call Attention Notice نوٹس دیا تھا۔ اور آپ کو پتا ہے کہ میں نے اپنے سوال پڑھ دیے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے سوالوں کے جواب دینے سے پہلے ایک سیاسی تقریر کی۔ آپ نے نہ تو اجلاس کا وقت بڑھایا نہ آپ نے اس کو موخر کیا۔ اب دیکھیں کہ اتنا ضروری مسئلہ تھا۔ ایک شخص کے ٹکڑے کر کے ....

جناب سپیکر ، یونس کے قتل والے مسئلے پر میں نے سوال کو دوبارہ ایڈمٹ کیا ہے۔ وہ آجائے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ایس اے حمید ، شکریہ!

جناب سپیکر ، جناب تابش الوری!

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے حزب اختلاف کی جانب سے عوام کے ایک اہم اور سلگتے ہوئے مسئلے پر اظہار خیال کی دعوت دی ہے ۔ اور وہ مسئلہ مہنگائی کا مسئلہ ہے اور آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ آج مہنگائی نے ماضی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ اشیائے ضرورت کی چیزیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ مزدور' غریب اور تنخواہ دار معاشی عذاب میں مبتلا ہیں۔ ان کی آمدنی ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے اور اخراجات بے حد و حساب بڑھتے چلے جا رہے ہیں ۔ جس کے نتیجے میں ہرگھر کا بجٹ تلپٹ ہو کر رہ گیا ہے ۔ جناب والا! گرانی بلا شبہ ایک عالمی مسئلہ ہے اور اس طرح سے اسی کو حیلہ بنا کر مہنگائی کا دفاع کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ لیکن جناب والا! پاکستان میں قومی و صوبائی سطح پر گرانی کا عفریت جس طرح شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھیلتا جا رہا ہے اور جس طرح عوام کی چیخیں اور سسکیاں اس عفریت کی گرفت میں بلند ہو رہی ہیں اور جس طرح ہمارا مزدور اور غریب طبقہ اپنی زندگی کو اجیرن محسوس کر رہا ہے اور معیشت اور معاشرت کی بنیادیں جس طرح ہل کر رہ گئی ہیں۔ اس کے پیش نظر یہ سلگتا ہوا مسئلہ حکومت کی ترجیحی توجہ کا مستحق ہے ۔ چونکہ جناب والا! اگر انسان کو اس کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم کر دیا جائے تو پھر اس معاشرے میں انقلاب جنم لیا کرتے ہیں اور اس معاشرے کی استحصال شدہ قوتیں استحصالی قوتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا کرتے ہیں اور مروجہ نظام تہس نہس ہو کر رہ جایا کرتے ہیں ۔ روٹی کا مسئلہ' پیٹ کا مسئلہ اس اعتبار سے آج کا ایک اہم ترین عوامی مسئلہ ہے لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے کہ حکومت کی جانب سے اس سلسلہ میں جس بے حسی اور بے نیازی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس کے نتائج خوف ناک ہو سکتے ہیں ۔ جناب والا! مہنگائی کیوں ہوتی ہے؟ اس کے لیے کسی فلسفیانہ موشگافی کی ضرورت نہیں ہے ۔ کسی پیچیدہ اظہار خیال کا یہ مرحلہ نہیں۔ مہنگائی کا مسئلہ ایک سیدھا سادا مسئلہ ہے ۔ بنیادی طور پر یہ رسد اور طلب کا مسئلہ ہے ۔ سپلائی اور ڈیمانڈ کا مسئلہ ہے ۔ جب پیداوار طلب سے زیادہ ہو تو چیزیں سستی ہو جاتی ہیں اور جب پیداوار طلب سے کم ہو جو چیزیں مہنگی ہو جاتی ہیں۔ ایک اچھی اور معقول حکومت کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رسد اور

طلب کے درمیان ایک خوبصورت توازن برقرار رکھے اور ایک نا اہل اور بری حکومت یہ کیا کرتی ہے کہ وہ اس توازن کو عدم توازن میں تبدیل کر دیتی ہے ۔ اس توازن کو بگاڑ دیتی ہے اور نتیجتاً مسائل سے نت نئے مسائل جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے موجودہ حکم رانوں نے رسد و طلب کا توازن مسلسل خراب کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے ۔ اور ہماری معیشت اور معاشرت بربادی کے کنارے پر پہنچ گئی ۔ جناب والا! محترمہ بے نظیر بھٹو نے وزارت عظمیٰ کا چارج سنبھالنے کے فوراً بعد یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اٹھارہ مہینے کے اندر اندر مہنگائی پر قابو پا لے گی ۔ لیکن آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ یہ محض ایک دعویٰ ایک نعرہ ثابت ہوا۔ عملاً نا صرف یہ کہ مہنگائی میں کمی نہیں آئی بلکہ اس میں غیر معمولی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ جس حکومت نے دانستہ یا نادانستہ متواتر ایسے اقدامات کیے ہیں جن سے پیداواری عمل مفلوج ہو کر رہ گیا ہے اور مہنگائی کا عذاب پوری قوم پر مسلط ہوتا جا رہا ہے ۔ اصل میں جناب والا! افراط زر اور مہنگائی ایک ہی مسئلے کے دو نام ہیں ۔ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ پاکستان میں افراط زر اب پندرہ فیصد سے بیس فیصد تک پہنچ گئی اور اگر حکومت کی غلط پالیسیاں اسی طرح سے جاری رہیں تو یہ خدشہ ہے کہ اس مالی سال کے اختتام تک یہ بیس فیصد کی حد سے بھی آگے بڑھ جائے گی ۔ اور افراط زر کا بڑھنا مہنگائی کے مسلسل بڑھنے کے مترادف ہے ۔ جناب والا! ہمارا ایک اور لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اس صورت حال کو قابو میں لانے کے لیے جن مثبت اقدامات کی ضرورت تھی حکومت وہ اقدامات کرنے میں ناکام ہو رہی ہے ۔ اس میں مالی نظم و نسق رکھنے ، قرضوں کو محدود کرنے اور رننگ فنانسز پر کچھ حدیں عائد کرنے کے اقدامات کیے ۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طریقے سے وہ مالی نظم و نسق برقرار رکھ کے اور بنکوں میں جو قرضوں اور فنانس کی صورت حال ہے اسے بہتر بنا کے یہاں بہتر صنعتی ماحول پیدا کر سکے ۔ لیکن جناب والا! عملاً ہوا یہ ہے کہ قرضوں کو محدود کرنے سے اور رننگ فنانس ختم کر دینے سے بہت سے کارخانے بند ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے کارخانوں کی پیداواری استعداد کم سے کم ہوتی چلی جا رہی ہے ۔ کیونکہ پہلے جو سرمایہ سرکل کرتا تھا ، جو گردش کرتا تھا وہ گردش رک گئی ہے اور اس گردش کے رکنے سے پیداواری عمل کی گردش بھی متاثر ہو رہی ہے ۔

جناب والا! پھر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ قومی سطح پر deficit financing ہو رہی ہے اور جب خسارے کی سرمایہ کاری ہو تو پھر حکومت کو قرضے لینے پڑتے ہیں ۔ اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ چونکہ قومی سطح پر ریونیو ٹارگٹ پورے نہیں ہو سکے اس لیے حکومت بنکوں سے اب تک 20 ارب

روپے قرض لے چکی ہے ۔ اورکرنسی چھاپ کرگزارہ کیا جا رہا ہے ۔ اس کا نتیجہ افراط زر ہے ' اس کا نتیجہ مہنگائی ہے ' اس کا نتیجہ عوام پر نئے عذاب ہیں ۔ اس لیے اب ہمیں دیکھنا ہو گا کہ حکومت کو افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنی منفی پالیسیوں کو مثبت پالیسیوں میں تبدیل کرنا ہو گا کیونکہ سرمائے کی گردش کے بغیر پیداواری عمل کی گردش تیز نہیں کی جا سکتی۔ جناب والا! ہمیں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ اگر حکومت اپنی سطح پر ان اقدامات میں ناکام رہتی ہے تو یہ ادارے اسی لیے منتخب کیے گئے ہیں کہ ہم ان امور پر تفصیلی بحث کر کے ' تجاویز مرتب کر کے ' حکمت عملی تیار کر کے قومی اور صوبائی حکومتوں کو اس پر آمادہ کریں کہ وہ عوام کو اس عذاب سے نجات دلانے کے لیے کوئی مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں اور اس معاملے میں عوام کو اس عذاب سے نجات دلانے کے لیے ' ایک مثبت پالیسی اختیار کرنے کے لیے ' ایک جامع حکمت عملی بنانے کے لیے حزب اختلاف ہر قسم کے تعاون کے لیے ہمیشہ تیار ہے۔ جناب والا! ہم یہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ہدایت پر ہمارے بجلی اور گیس کے نرخ مسلسل بڑھائے جا رہے ہیں ۔ اس کے نتیجے میں بھی پیداواری لاگت مسلسل بڑھ رہی ہے اور اس سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پھر جناب والا! زراعت میں جو support prices تھیں وہ تو بڑھا دی گئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو inputs پر subsidy تھی وہ بھی ختم کر دی گئی جس کے نتیجے میں اجناس کی قیمتیں بڑھ گئیں ' کاشت کار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا لیکن صارفین کو مہنگی اشیاء کی صورت میں ایک نئی مشکل سے دو چار ہونا پڑا۔ جناب والا! امن و عامہ کی بگڑتی ہوئی صورت حال نے بھی سرمایہ ' صنعت کاری اور تجارت کو بری طرح سے متاثر کیا ہے چونکہ کوئی سرمایہ دار ' کوئی صنعت کار اپنے سرمائے کو ' اپنی صنعت کو خطرے میں محسوس کر کے نہیں چلا سکتا۔ ہمارے ملک میں اس وقت جو صورت حال ہے اس میں نہ انسان کی جان محفوظ ہے ' نہ مال محفوظ ہے ' نہ آبرو محفوظ ہے ' نہ کارخانہ محفوظ ہے ' نہ دوکان محفوظ ہے ۔ بینک لٹ رہے ہیں ' شاہراہیں لٹ رہی ہیں ' گھر لٹ رہے ہیں ایسی شکل میں کون سرمایہ کار ہے جو سرمایہ کاری پر تیار ہو گا؟ اس لیے یہ وہ بنیادی سبب ہیں جس نے سرمایہ کاری اور صنعت کاری کو نقصان پہنچا کر مہنگائی کے اضافے میں مدد کی۔ جناب سپیکر! آپ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ قومی سطح پر 43 ارب 65 کروڑ روپے کے بالواسطہ اور بلا واسطہ ٹیکس لگنے کی وجہ سے بھی صارفین کو قیمتوں میں اضافے کے عذاب سے دو چار ہونا پڑا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ کارخانہ دار ٹیکس اپنی جیب سے ادا نہیں کرتا وہ ٹیکس صارف پر منتقل کر دیتا ہے اور 43 ارب 65

کروڑ روپے کے یہ ٹیکس عوام پر مسلط کر کے مہنگائی کو دگنا اور تگنا کر دیا گیا ہے جس سے نجات کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آرہی اور یہ ٹیکسیشن پاکستان کی تاریخ میں بد ترین ٹیکسیشن ہے ۔ کسی ایک سال میں اتنی ٹیکسیشن کبھی نہیں کی گئی ۔ جناب والا ! ہمیں یہ دیکھ کر بھی مایوسی ہوتی ہے کہ اس اہم ترین مسئلے کا احساس رکھنے کے باوجود حکومتی سطح پر ابھی تک کسی ایک منصوبے کا بھی اعلان نہیں کیا گیا جس سے اس پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ۔ پیداوار بڑھانے کے لیے اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ایک جامع پالیسی تیار کریں ۔ امن و امان بحال کرنے کے موثر اقدامات کیے جائیں اور سرمایہ کاری اور صنعت کاری کے لیے بہتر ماحول پیدا کیا جائے تا کہ زیادہ پیداوار کے ذریعے زیادہ طلب کا مقابلہ کیا جا سکے ۔ جناب والا! ـــــــ

جناب سپیکر: تابش الوری صاحب! میں نے آپ کو موقع دیا کہ آپ زیادہ تقریر کر سکیں۔ بہرحال میں اب بھی آپ کو 2 منٹ دینے کے لیے تیار ہوں۔ مہربانی کر کے آپ 2 منٹ میں اپنی تقریر wind up کر لیں ۔

سید تابش الوری: بہت بہتر ہے ۔ میں صرف اس میں دو اور تجویزیں ہیں وہ بیان کر کے ختم کر رہا ہوں ۔ جناب والا ! ہم سمجھتے ہیں کہ اس صورت حال کو قابو میں لانے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت کے زیر نگرانی سستے بازار کھولے جائیں کیونکہ جمعہ بازار اب بے کار ہو گئے ہیں ۔ وہاں قیمتوں پر کنٹرول اور نگرانی کا کوئی نظام موجود نہیں۔ یوٹیلٹی سٹورز کو زیادہ پھیلایا جائے اور اس میں زیادہ سستی اور معیاری اشیاء فراہم کرنے کو یقینی بنایا جائے اور ایک ایسا سرکاری ادارہ قائم کیا جائے جو قیمتوں اور ان کے معیار کو کنٹرول کرنے کے لیے عملی اقدامات کرے ۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جو کارخانہ جب چاہے ' جتنی چاہے قیمت بڑھا دیتا ہے اور کوئی سرکاری ادارہ موجود نہیں ہے جو اس کی قیمتوں کو کنٹرول کر سکے ' نگرانی کر سکے یا اس کے معیار کا احتساب کر سکے ۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا سرکاری ادارہ فوری طور پر قائم کیا جائے جو عوام کی خاطر معیاری اشیاء کو سستی قیمتوں پر فراہم کرنے کو یقینی بنا سکے ۔ اسی طرح سے جناب والا ! غیر ترقیاتی اخراجات ختم کر کے ترقیاتی اخراجات اور منصوبہ بندی کو ترجیح دی جائے اور تجارتی شعبوں میں ' زرعی اور صنعتی شعبوں میں انقلابی اقدامات کیے جائیں۔ کیونکہ جب تک ہم ان اقدامات کے ذریعے کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لائیں گے عوام اس عذاب سے چھٹکارا نہیں پا سکیں گے ۔ وقت آ گیا ہے کہ منی بجٹ کا سلسلہ بند کر کے

حکمرانوں کے اللے تللے اور شاہ خرچیوں کو آہنی ہاتھوں سے ختم کیا جائے ۔ جناب والا ---------

راجا ریاض احمد ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی فرمائیے ۔

راجا ریاض احمد ، جناب سپیکر! ہاؤس میں کورم نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، راجا ریاض صاحب! کیا آپ واقعی سنجیدہ ہیں؟

راجہ ریاض احمد ، جناب سپیکر! ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔ آپ کورم کے بغیر کیسے کارروائی چلا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے کورم کی نشاندہی ہو گئی ہے ۔ لہذا گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

کورم پورا ہے۔ جی تابش الوری صاحب! آپ اپنی بات مکمل کریں۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! وقت آ گیا ہے کہ حکمرانوں کے اللے تللے اور شاہ خرچیوں کو آہنی ہاتھوں سے روکا جائے۔ لوگوں کو تو جینے کے لیے روٹی اور مرنے کے لیے کفن میسر نہیں لیکن حکمران جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کی خریداری میں مگن ہیں۔ میں انتباہ کرتا ہوں کہ اگر حکمرانوں نے اور حکومت نے خود کو نہ بدلا تو وہ وقت قریب ہے جب ایک انقلاب انھیں بدل کر رکھ دے گا ۔ اور وہ انقلاب ان تمام عاقبت نا اندیش حکمرانوں ان کے مداحین اور مصاحبین کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا ----

جناب سپیکر ، تابش صاحب! تشریف رکھیے

سید تابش الوری ، اس سے پہلے کہ عوام کا غیض و غضب ابھرے میں خبر دار کرتا ہوں میں مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت سنجیدگی سے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے موثر اقدامات کرے ۔ شکریہ

جناب سپیکر ، جناب لاء منسٹر صاحب! آپ ہیں رانا صاحب بیٹھے ہیں دوسرے منسٹر صاحبان ہیں میری تجویز ہے کہ حزب اختلاف کے 2 دوست بولا کریں اور حکومت کی طرف سے ایک دوست اس پر بات کرے ۔

وزیر قانون ، ٹھیک ہے جناب والا!

جناب سپیکر ، تو اب میں حافظ محمد اقبال خان خاکوانی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں ۔ حافظ صاحب آپ کے پاس ساڑھے نو منٹ ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، قبول ہے جناب! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! قیام پاکستان کے بعد ہمارے ملک کے اندر مختلف وقتوں میں مختلف نظام ہائے حکومت چلانے گئے لیکن عوام کی ایک غالب اکثریت نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ دیا کہ اس ملک کے اندر پارلیمانی نظام حکومت ہو گا۔ جس کے تحت گزشتہ کئی سالوں سے ہم پارلیمانی نظام حکومت کے تحت کاروبار حکومت چلا رہے ہیں ۔ اس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ سپریم باڈی ہماری اسمبلیاں ہوں گی اور اسمبلیوں کے ارکان اپنی قوم کو روشن مستقبل دینے کے لیے پالیسیاں بنائیں گے ۔ لیکن میں افسوس کے ساتھ کہوں گا کہ پالیسیاں بڑے بڑے آراستہ اور پیراستہ دفاتر میں بیٹھے ہوئے ہمارے بیورو کریٹس بناتے ہیں۔ جنھیں نہ فیلڈ کا تجربہ ہے نہ ہی انھیں اس مہنگائی میں عوام کی جو پسی ہوئی حالت ہے اس کا کوئی اندازہ ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم زرعی پالیسی انڈسٹری کی پالیسی ایجوکیشن کی پالیسی بلکہ تمام پالیسیاں ہم بناتے اور میرا یہ ایمان ہے کہ ہماری بنائی ہوئی پالیسیاں عوام کے نمائندوں کی بنائی ہوئی پالیسیاں کار آمد ہوتیں اور اس کے نتیجے میں آج جو یہ دن دیکھے جا رہے ہیں یہ نہ ہوتے۔ جناب والا! آج حقیقت یہ ہے کہ چھ افراد پر مشتمل ایک کنبہ کو صرف روٹی ' دال روٹی اور چھوٹے کھانے کے لیے روزانہ 90/80 روپے چاہیں۔ دو وقت کی روٹی کیا ایک آدمی چھ سات روپے میں نہیں کھاتا؟ 2 روپے کی ایک روٹی اور دو تین روپے کے چھوٹے تو اگر آپ یہ حساب لگائیں کہ 90/80 روپے ایک دن صرف ان کے کھانے پر لگتا ہے۔ اس کے کپڑے اس کے بچوں کی تعلیم کا خرچہ اس کے مکان کے بجلی کا بل اس کا کرایہ اس کی بیماری یہ تمام چیزیں اس کے علاوہ ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اگر 100 روپے کے حساب سے حساب کیا جائے تو تین ہزار روپے ماہوار بنتے ہیں ہمارے معزز ترین میں یہی کہوں گا کہ نظام حکومت میں ہمارے معزز ترین جو کلرک ہے بے چارہ سارا دن کمانے کے بعد اسے اٹھارہ سو روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے 2200 روپے ملتی ہے کیا ہم خود اسے چھوٹ نہیں دیتے کہ جاؤ اور رشوت کھاؤ جب اس نے تین یا چار ہزار روپے ہی کھانے ہیں اور اس کی آمدنی 2200 روپے یا دو ہزار روپے ہے تو وہ رشوت نہیں کھائے گا تو اور کیا کرے گا؟ جناب والا! اس سے پہلے کہ میں تفصیل میں جاؤں کہ 1990/91ء میں چیزوں کا بھاؤ کیا تھا اور آج کیا ہے ۔ تو وہ ایک لمبی داستان بن جائے گی میں تو صرف اتنی گزارش کروں گا کہ آپ جس چیز کو بھی ہاتھ لگائیں واللہ یہ نہ کوئی مخالفت برائے مخالفت ہے بلکہ حقائق یہی ہیں بلکہ میں تو اپنے بھائی راجہ ریاض صاحب سے بھی یہی کہوں گا کہ یہ آپ کا اور ہمارا مشترکہ مسئلہ ہے ۔ یہ کوئی ہمارا

مسئلہ نہیں ہے ہم نے آپ پر کیڑے نہیں نکالنے بلکہ آپ نے اور ہم نے مل کر اس مسئلے کا حل نکالنا ہے اور اگر میرے چہرے پر کوئی داغ لگا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اسے پوائنٹ آؤٹ کر دیں تو آپ میرے دوست ہیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اگر ہم آپ کو کوئی مشورہ دینا چاہتے ہیں جو کہ قرآن کا بھی حکم ہے کہ و شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ آپس میں باہم مشورہ کر لو اور جب تم کوئی عزم کر لو تو پھر اللہ پر توکل کرو ۔ آپ تو اس سے بھی کنی کتراتے ہیں اور یہ مذاق بنا کر رکھ دیا ہے کہ جناب کورم نہیں بہر حال وہ ایک ضمنی بات تھی ۔ جناب والا! ماں باپ نے کتنے چاو سے اپنے پیٹ کاٹ کاٹ کر اپنے بچوں کو تعلیم دلوائی انھیں بی اے ایم اے کرایا کہ آج انھیں روز گار ملے گا اور وہ ہمارے گھر میں ہاتھ بٹائیں گے لیکن آج ہو کیا رہا ہے ۔ اگر وہ ایم اے پاس نوجوان جس کو ہم قوم کا مستقبل سمجھتے تھے ۔ اگر وہ بچہ گلی کے ایک کونے پر کھڑے ہوئے ایک ہیروئن فروش سے پڑی نہ لے تو اور کیا کرے ؟ جو اسے یہ کہتا ہے کہ شہزادے کیوں پریشان ہو آ دیہ پڑی پیو اور آرام سے رہو چھوڑو کیا ملازمت اور کیا یہ ۔ اور وہ نوجوان اگر موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ڈاکہ زنی نہ کرے تو اور کیا کرے ؟ ہم خود یہ ماحول مہیا کر رہے ہیں اور یہ ساری چیزیں کیا ہیں یہ پالیسیاں نہ ہونے کا فقدان ہیں ۔ میں پھر کہوں گا کہ واللہ یہ کوئی تنقید نہیں کہ آج کیا ہے بیوروکریٹس ہمیں جو کچھ بنا کر دے دیتے ہیں یہاں اسے صرف narrate کر دیا جاتا ہے لیکن جناب والا! میں اس موقع پر یہ کہوں گا کہ اگر اس حکومت کے دور میں جو چیزیں سستی ہوئی ہیں اگر میں ان کا ذکر نہ کروں تو یہ بھی نا انصافی ہو گی ۔ اور اس کو سننے کے لیے آپ کو ذرا دل بڑا کرنا ہو گا جناب والا! جی ہاں خون سستا ہو گیا ہے ۔ جائیے سڑکوں پر دیکھے کہ کس بے دردی سے خون بہہ رہا ہے ۔ کتنی بے دردی سے ڈاکہ زنی ہو رہی ہے ۔ بڑا سستا ہے انصاف بڑا سستا ہے آپ جس قسم کا فیصلہ لینا چاہیں آپ کو مل سکتا ہے ۔ جناب والا! فرقہ واریت بڑی سستی ہو گئی ہے دار الامان ہماری مساجد ہیں آج مساجد میں بم پھٹنے جا رہے ہیں ۔ جناب والا! یہ ساری چیزیں کیوں ہیں یہ وہ frustration ہے یہ صرف اسی وجہ سے ہے ۔ میں اس موقع پر یہی کہوں گا کہ

ہم ہیں حرم فروش فقیہوں کے نکتہ چیں
ہم ہیں فقیر راہ مگر شہر یار ہیں

جناب سپیکر ، میں اب ایک ایسی شخصیت کو دعوت خطاب دینے جا رہا ہوں جس سے پہلے میں خاص طور

پر حزب اختلاف کے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ کم از کم انھیں ایک دفعہ رکاوٹ کے بغیر سن لیا جائے جناب وصی ظفر! ----

چودھری محمد ریاض ، جناب والا! ہم تو ان کو سننے کے لیے بیٹھے ہیں لیکن حکومتی بنچز کی طرف دیکھیں کوئی منسٹر نہیں بیٹھا۔

جناب سپیکر ، میں بیٹھا ہوں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! وہ لابی میں بیٹھے ہیں ۔

جناب سپیکر ، جی چودھری محمد وصی ظفر صاحب!

چودھری محمد وصی ظفر ، انتہائی شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! ابھی جناب نے ادھر سے سنا 'مہنگائی پر بحث کا آغاز ہوا اور انہوں نے اپنا نقطہ نظر بیان فرمایا۔ جناب والا! ابھی اس حکومت کو آئے ہوئے تقریباً ایک سال ہوا ہے ابھی تک یہ حکومت وہ کانٹے نہیں چن سکی سابقہ دور کی غلط کاریاں ان کو کہہ لیں یا غلط پالیسیاں ان کو کہہ لیں۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اگر گندم کی قیمت بڑھے گی اگر چاول کی قیمت بڑھے گی تو اس سے کچھ مہنگائی تو ہو گی آٹا تو مہنگا ہو گا۔ آیا یہ اس بات کے خلاف ہیں کہ کسان کو بھی کچھ فائدہ ہو جائے ۔ میرے خیال کے مطابق 160 روپے بھی گندم کی قیمت ابھی کم ہے ۔ کسان جتنی محنت کرتا ہے اس کو اس کا اتنا معاوضہ نہیں مل رہا۔ یہ جو دیہاتوں سے شہروں کی طرف آبادی کا بہاؤ ہوا ہے لوگوں نے شہروں کی طرف جو نقل مکانی کی ہے وہاں پر سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے ۔ انہوں نے تو دیہاتیوں کو مارا اور پیسا ہے 'انہوں نے ان کی طرف توجہ نہ دی ۔ انہیں چاہیے تھا کہ نہ صرف یہ ان کی اجناس کی قیمتیں مناسب کرتے اور دیگر سہولتیں مہیا کرتے تو وہ شہروں کی طرف نقل مکانی نہ کرتے۔ آپ دیکھیں آج دیہاتوں میں بھی مہنگائی بڑھ گئی ہے ۔ جڑانوالہ میں دیکھیں تو بھاؤ کچھ اور ہے ننکانہ میں دیکھیں اور لاہور میں دیکھیں تو کچھ اور ہے بلکہ دوگنا تین گنا ہے اس کی وجہ نقل مکانی اور ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہے ۔ اب ان لوگوں کو اٹھا کر واپس دیہاتوں میں دھکیلا نہیں جا سکتا ۔ اب اس کا یہی طریقہ ہے کہ آپ انہیں دیہاتوں میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کریں اور موجودہ حکومت وہاں پر انڈسٹری لگا رہی ہے ٹریکٹر سکیم شروع کر چکی ہے اور اس طرح کی دیگر سہولتیں بھی حکومت دے رہی ہے تاکہ لوگ اپنی آبائی جگہوں پر سکون محسوس کریں وہاں پر ان کو مناسب آمدنی ہو ان کا ذریعہ معاش بہتر ہو اور نقل مکانی کا جو پچھلے دور میں trend

بنا وہ ختم ہو سکے۔ جناب والا! سابقہ حکومت کی جو پالیسیاں ہیں وہ میں نے کھول کر بیان کر دی ہیں۔ انہوں نے خاندانی منصوبہ بندی پر بھی کوئی توجہ نہ دی جس کی وجہ سے آبادی میں بھی بے ربط اضافہ ہوا ' لوگوں کو educate نہ کیا پٹرول کی قیمتیں بڑھیں ' جو افراط زر عروج پر گئی اس سے بھی مہنگائی بڑھی ۔ ان کے دور میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہوگئی جس کی وجہ سے امیر امیر تر ہوتا چلا گیا اور غریب غریب تر ہوتا چلا گیا درمیانہ طبقہ پستا چلا گیا اور اس کو امیر ہونے کا راستہ نہ ملا اور وہ بھی غربت کی طرف چلا گیا۔ وہ جو پالیسیاں تھیں ان کی وجہ سے آج یہ دن ہمیں دیکھنے پڑ رہے ہیں ۔ اگر اس وقت ہی یہ پالیسیاں درست کر لی جاتیں تو یہ وقت نہ آتا۔ افراط زر کے متعلق بھی انہوں نے غلط بیان دیا ہے ملک میں بیس فیصد افراط زر نہیں۔ بلکہ یہ خود جو پندرہ سولہ فیصد پر چھوڑ کر گئے تھے وہاں پر اس افراط زر کو روک لینا ہی موجودہ حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ جناب والا! ان حالات میں جب تمام بیرونی امداد بند تھی جب بیرونی قرضے بند تھے ' جب ملک کو دہشت گرد قرار دیے جانے کا سوچا جا رہا تھا ' جب ملک دیوالیہ ہو چکا تھا ' جب قرضوں کی واپسی کا تقاضا کیا جا رہا تھا اس وقت تو ان کی حکومت ختم ہوئی ۔ آج یہ چیزیں نہیں۔ اس قوم کی یاداشت اتنی خراب نہیں کہ ایک سال سے بھی کم عرصے میں وہ تمام کچھ بھول گئی ہے ۔ یہ جو کچھ ہوتا رہا یہ کن کی پالیسیوں کا نتیجہ تھا ' کن چیزوں کا نتیجہ تھا ان چیزوں کا نتیجہ تھا کہ ان کی لوٹ مار چند ہاتھوں تک مرتکز ہو کر رہ گئی تھی ۔ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ صنعتیں بند ہو گئیں سرمایہ کاری نہیں ہو رہی سرمایہ کاری بند نہیں ہوئی زیادہ ہو رہی ہے ۔ بلکہ ان کا تو مسئلہ ہی یہ ہے کہ اس وقت جو بیرونی سرمایہ کاری ہو رہی ہے اور ملک مستحکم ہو رہا ہے اور یہ جو غریب آدمی کے لیے پالیسیاں بن رہی ہیں اور یہ جو درمیانے طبقے کے لیے پالیسیاں بن رہی ہیں کہیں یہ اس میں کامیاب نہ ہو جائیں ۔ کیونکہ اگر موجودہ حکومت اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئی تو پھر شاید ان کو آنے والی نسلیں بھی اقتدار کے لیے موقع نہ دیں ۔ کیونکہ ان کی سیاہ کاریاں ہر وقت سامنے آتی رہیں گی اور لوگ تقابلی جائزہ کرتے رہیں گے ۔

جناب والا! انہوں نے اپنے تمام دور اقتدار میں سرمایہ دار کی پشت پناہی کی اس دوران نہ انہوں نے غریب کا سوچا اور نہ ہی متوسط طبقے کا سوچا۔ تین فیصد پر ایک قرضہ جاری ہوا سارا کا سارا ایک سرمایہ دار لے گیا ' پھر چھ فیصد پر قرضہ جاری ہوا تین سرمایہ دار لے گئے پھر آٹھ فیصد پر جاری ہوا پانچ سرمایہ دار لے گئے اور گھوم پھر کر وہی مخصوص لوگ یہ قرضہ لے گئے اور اس کا انہوں نے بے دریغ

اور بے جا استعمال کیا ان کے دور اقتدار اور مارشل لاء کے اثرات ابھی تک موجود ہیں ۔ مارشل لاء 1985ء میں اٹھا تھا جو قوانین اس وقت بنے تھے وہ ابھی تک موجود ہیں ہمیں روزانہ عدالتوں میں ابھی تک ان سے واسطہ پڑتا ہے اور سارے معاشرے میں ابھی تک اس کے اثرات موجود ہیں ۔ وہ اس معاشرے کی جڑوں میں پنج چکے ہیں ۔ اس کو نکال پھینکنے میں وقت لگا کرتا ہے ۔

جناب والا! میرے گاؤں میں سبزی اور گوشت کی قیمت کیوں کم ہے جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں ان کے گاؤں میں سبزی دال گوشت کی قیمت پوچھ لیں کم ہے اور گوشت اور سبزی بھی اس سے بہتر ہے۔ آخر شہروں میں اس کا ریٹ کیوں زیادہ ہے ؟ یہ سب ان کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے ۔ اب موجودہ حکومت دیہاتوں میں سہولتیں دے رہی ہے۔ جناب والا! آخری بات یہ کروں گا.....

جناب سپیکر : جی آخری بات

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! معزز رکن خاکوانی صاحب نے جو یہ فرمایا میں اس بات کو سو فیصد درست تسلیم کرتا ہوں گورنمنٹ کے رولز آف بزنس میں ترمیم ہونی چاہیے ۔ کیونکہ اس سارے مسئلے میں جو تضاد پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ Rules of Business Administrative set up کے تحت بنے ہوئے ہیں اورسسٹم کو پارلیمنٹ کے تحت رکھا ہوا ہے ۔ جناب والا! یہ بات ریکارڈ پر آ جائے تو جناب تھوڑی سی توجہ فرمائیں گے ....

جناب سپیکر : جی فرمائیے

چودھری محمد وصی ظفر : 1946ء میں 1935ء کے ایکٹ کے تحت یہ رولز آف بزنس پہلی دفعہ بنے۔ 1935ء کے ایکٹ کے تحت جو رولز آف بزنس بنے انہی رولز آف بزنس کو 1953ء اور 1956ء والا پارلیمنٹری سسٹم تھا اس میں ٹرانسفر کرکے اس کو چلانے کی کوشش کی گئی جو کہ ناکام ہوئے۔ اس کے بعد ملک میں مارشل لاء آ گیا۔ انہوں نے اس میں کچھ اور ایڈمنسٹریٹو پاور دے دیں اور نئے رولز آف بزنس بنا دیے جو کہ 1974ء تک چلتے رہے پھر 1974ء میں اس میں تھوڑی سی ترمیم ہوئی بھٹو صاحب نے تھوڑی سی relaxation دے کر رولز کو مکمل طور پر تو نہیں تھوڑا سا پارلیمنٹری سسٹم کے قریب کیا لیکن جناب بد قسمتی دیکھیں 1983ء میں دوبارہ مارشل لاء نے اس میں ترمیم کر کے بلکہ اصل میں تو انہوں نے 1980ء میں انہوں نے کر دیا تھا کیونکہ رولز کو معطل کردیا پارلیمنٹ تو اس وقت تھی نہیں پھر کونسلیں بنائیں اور 1985ء میں اسمبلی بنائی اور پھر یہ ترمیم کرکے تمام قواعد Administrative

set up کے مطابق بنا دیے اور اوپر ایک پارلیمنٹری سسٹم قائم کر دیا۔ 1990ء میں بھی ایک ترمیم ہوئی تھی لیکن وہ بھی Administrative set up کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا اب تک جو تضاد ہے وہ یہی ہے کہ گورنمنٹ govern کرنے کے جو رولز آف بزنس ہیں وہ Administrative set up کے ہیں اور اس کے اوپر ایک پارلیمنٹری سسٹم رکھا ہوا ہے جو ناکارہ اور بے کار ہے

جناب سپیکر ، نتیجہ کیا ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر ، نتیجہ اس کا تضاد اور conflict ہے جب تک رولز میں ترمیم کرکے پارلیمنٹری سسٹم کے مطابق نہیں کیا جاتا یہ تضاد موجود رہے گا ....

جناب سپیکر ، اس کا قیمتوں پر کیا اثر پڑے گا؟

چودھر محمد وصی ظفر ، جناب والا! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ ترمیم ہو جائے تو پھر پالیسی مکمل طور پر وزیر کی ہوگی اس اسمبلی کی ہوگی ' اس ایوان کی ہوگی ممبران کی ہوگی عوامی نمائندوں کی ہوگی طاقت عوامی نمائندوں کی ہوگی قوت عوامی نمائندوں کی ہوگی اور ان کے پاس صرف عمل درآمد کے اختیارات ہوں گے۔

جناب سپیکر ، بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں .....

ملک محمد عباس کھوکھر ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! ہم نے چودھری محمد وصی ظفر کی تقریر کو حوصلے' صبر اور خاموشی سے سنا لیکن میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ایوان میں جو اعداد و شمار پیش کیے ......

جناب سپیکر ، آپ کو بات کرنے کا موقع ملے گا۔ اس وقت آپ اپنی بات کریں ۔

ملک محمد عباس کھوکھر ، نہیں جناب! میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائی سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ یہی تقریر آج باہر جاکر جلسہ عام میں کرکے اپنا پینٹ اور کوٹ بچا کر آجائیں تو میں ان کو مان جاؤں گا۔ (قہقہے)

MR SPEAKER It is not point of order. Brigadier (Retd) Zulifqar Ahmed.

BRIG (RETD)ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Mr Speaker sir, I require your permission to speak in English

MR SPEAKER: Please do make your speech in English.

BRIG(RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Mr Speaker Sir, inflation is very very painful phenomenon particularly when it is so persistent and so spiralling. It has acquired almost endemic character during the last one year. It is painful not only for the individual but for the society as a whole our society which has under producing economy with over 50 p.c. unemployment rate inflation for such a society cannot and certainly cannot be a happy augury. Sir, our society is being subjected to the mass economic strangulation and thereby a social structure is being disintegrated which will also lead to the erosion of our moral values. A society coherence and social order rest on the bedrock of our moral values and the present law and order problem that this nation is facing is also a symptomatic of the same malice. Now, Sir, this is the danger that is being posed to the very survival of our society I pointed it out even during my budget speech that Mohtarama Benazir Government has very unholy designs against the very genesis of this nation, and now this Government has adopted what I termed it a strategy of indirect approach to disintegrate this nation. The evidence of this is very clear and is very unambiguous. But if we choose to be blind and act like ostriches then certainly we cannot blame our problems on any body else. Sir, many a nations in the history have blamed their problems stupidities on their destinies. I pray to Allah we do not have to join the role of such derelict nations. Our nation is being led up to the garden path which ends up into a long dark tunnel. I appeal to my honourable friends sitting on the treasury benches to please wake up before it is too late. Already incalculable damage has been done. Please

retrieve the situation and get rid of such evil schemers. Realise your obligations come forward and discharge it unflinchingly. if you do not then let me sound the warning people who vlaue their privileges over their obligations soon lose both their interest and gains.

(AT THIS STAGE MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA OCCUPIED THE CHAIR)

MR CHAIRMAN: Look here honourable members, let me please say I am very grateful for having been honoured to come and sit on this impartial Chair. I am a soldier by profession. I have so much respect for you that I got up, althout I don't deserve. I have been asked to occupy the Chair, but being a very obedient member of this House I have agreed to this 'conscription' of Mr Speaker, Mr Muhammad Haneef Ramay, to occupy the Chair. Therefore, I hope that these few minutes I am conducting the affairs of the House, before I give any decision let me say a few words of advice to you.

(INTERRUPTION BY THE HONOURABLE MEMBERS)

Please resume your seats. Khawaja Sahib please take your seat

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN May I continue, Sir

MR CHAIRMAN Yes. Please carry on Order please Only five minutes remain in for the Brigadier, but I will give him more time to permit him to give his full impression to the House

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, the patriotic and sensible goverments always keep an average man at a focal point.

(INTERRUPIONS)

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ مہنگائی نے نہ صرف پنجاب بلکہ پورے پاکستان کے عوام کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اور مہنگائی نے لوگوں کا جینا دوبھر

کردیا ہے۔ اس ہاؤس میں آج جبکہ اپوزیشن کی ریکوزیشن پر اجلاس بلایا گیا ہے۔ اس لیے کہ حکومت پنجاب کے وہ فاضل وزراء کرام مشیران حکومت کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ لوگ مہنگائی کی وجہ سے خود کشی کر رہے ہیں' مر رہے ہیں اور جبکہ آج آپ اس چیئر پر تشریف رکھتے ہیں۔ میری بات سنیں میں بات پوری کرلوں۔ آپ اس ہاؤس میں وزیر دیکھ لیں' مشیر دیکھ لیں اور پارلیمانی سیکرٹریوں کو دیکھ لیں جن کے بنچز خالی پڑے ہیں۔ ان کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ کتنے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔

MR CHAIRMAN: Khawaja Sahib please listen to me Khawaja Sahib please sit down. Please resume your seat. Please dont' take undue advantage of my sitting on this Chair Please follow the rules of the Assembly strielty. Dont' make speeches on point of orders There are members who have given their names to make speeches in the House. You cannot be allowed to go on making speeches on point of orders. Please sit down. Resume your seats Brigadier Sahib you please carry on with your speech.

(INTERRUPIONS BY HONOURABLE MEMBERS)

جناب بدر الدین چودھری: جناب والا! صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں آپ کی اجازت سے کہ جو اپوزیشن کا رویہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہ آپ کو بھی اس کرسی پر تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

MR CHAIRMAN: Please resume your seat Both of the point of orders are ruled out of order. Both of you please resume your seats. Let Brigadier Sahib make his speech. Please dont' take advantage of my being inexperienced in the Chair of speakership. I have been a soldier. I will keep you under discipline.

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN. Sir, patriotic and sensible governments always keep the average poor man in the society as a focal point of their economic policies and budgetary plans, but this government is making all their economic and budgetary plans on the dictation of World Bank and IMF

Mr Speaker, Sir, with such certain lacunas to permit easy economic plundering of national assets by the ruling dynasty the whole scheme is being implemented belatedly and mercilessly right infront of our eyes.

MR CHAIRMAN Order please. No personal conversation. Please listen to the speaker

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: The pain and anguish that it is producing can be clearly seen on every face across the nation except those of the plunderers

(INTERRUPTION BY THE MEMBERS)

MR CHAIR MAN: Please resume your seat Please sit down You get up only when I ask you You please resume your seat.

.... (INTERRUPIONS)

You please resume your seat. I order you to resume your seat. You resume your seat otherwise I will ask you to go out Don,t try to assert yourself unconstitutionally

BRIG(RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: The public representatives both at national and the provincial level have special and wonderful responsibilities to relieve the cause of pain to the people. Please rise up to the occasion Let history remembered you as people who lived up to their obligations. What we are watching is the mortgaging of our economic and political future entirely and completely to the vested western interest. We will enter the twenty first century and bonded slave labour of western economics. O, God help us escape this horrid destiny towards which the corrupt and unwise leaders are marching us. Sir, there is yet another form of inflation

which afflicts this nation. This inflation is even more dangerous than economic inflation. This is human inflation that is raising a human being to his ultimate level of incompetance. When you raise such people to high offices then you do not expect them to grow to fit the size of office. They generally, when they get rid of unfortunately these people, pull down the offices to suit their size. Now, that is the cause of this moral crisis and moral degradation that this nation is facing today, it is mainly because of the very small people occupying very high offices The scandal and frauds that rocked the nation bear vivid testimony to the very smallness of these people occupying these very small high offices. Sir, who loses and who gains from such a situation. It is not the government it is the party which gains. It is not the opposition that loses Unfortunately the damage runs much deeper. It is the nation that loses and national enemies at gains The tragedy of East Pakistan occurred because of our small and selfish people were raised to play big role. Alas! we learn from our own history. Recently the speaker of the national Assembly has been paid much tributes as a man trying to suit our measures upto the call of his office Sir, I am holding my breath expecting that he resigns his office and provides us the opportunity and fills all chests patriotic chests with pride, pride that my nation is also capable of producing people who can act out of moral and legal reasons.

MR CHAIRMAN: Please conclude your speech.

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, my nation is suffering from both forms of inflation economic and human both are painfully and surely gnawing away at the very moral basis of this country the end of which we all

can- foresee but nobody is there to pronounce except the prayers of the nation. That is why Mian Nawaz Sharif has lodged this Tehrik-i-Najat to get rid of this evil. O, God help this wretched nation. Thank you.

جناب سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ بریگیڈئر ریٹائرڈ ذوالفقار احمد ڈھلوں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

MR CHAIRMAN: Be brief in your point of order. Please don't make a speech

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ تھوڑے وقت کے لیے آپ نیوز فوٹو گرافرز کو اجازت دیں تاکہ وہ اس یادگار موقع کی ایک تصویر بنا سکیں۔

جناب چیئرمین: جناب خاکوانی صاحب! میرے پاس ایک لسٹ ہے اور ان سب کے لیے by consensus فیصلہ ہوا ہے کہ اتنے منٹ دیں گے۔ چند منٹ ہیں۔ لیکن جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ یہ تو میرے لیے instructions ہیں۔ حاجی مقصود احمد۔ پانچ منٹ۔

حاجی مقصود احمد بٹ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آج ہم ہی میں سے ہمارے ایک ساتھی جو سپیکر کی سیٹ پر تشریف فرما ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آج مجھے یہ اچھا موقع ملا ہے کہ آپ کی موجودگی میں میں بھی کچھ اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ مجھ سے پہلے فاضل ممبران نے مہنگائی کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے محترم خاکوانی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ میں 1993ء اور 1994ء کے ان بڑھتے ہوئے داموں پر بات نہیں کرنا چاہتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جب یہ موقع ملا ہے تو مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بات آپ تک ضرور پہنچانی چاہیے کہ آج سے ایک سال پہلے ضروریات کی چیزوں کے دام کیا تھے اور ایک سال میں کیا حالات بدل چکے ہیں۔ غریب عوام پس کر رہ گئے ہیں۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ جن لوگوں سے ووٹ لیے گئے تھے۔ جن کے ساتھ وعدے کیے گئے تھے۔ جنھیں روٹی کپڑا مکان کا لالچ دیا گیا تھا آج ان کا کیا حال ہو رہا ہے۔ کوئی انھیں پوچھنے والا نہیں۔ جناب سپیکر! آج کے اخبار میں یہ لکھا ہوا ہے۔ "مہنگائی نے جینا محال کر دیا ہے۔ حکومت منافقانہ رویہ اپنائے ہوئے ہے۔ ایک طرف روزمرہ استعمال کی چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے' دوسری طرف وجوہات معلوم کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی ہے۔ حکومت کی دوغلی پالیسی سے کروڑوں شہری شدید مالی پریشانی سے دوچار ہیں۔ مہنگائی کے ساتھ کرپشن بھی بڑھ گئی ہے۔"

جناب سپیکر! آج سے پہلے جو حالات تھے ضروریات زندگی کی چیزیں آسان طریقے سے مل جایا کرتی تھیں۔ آج آپ دیکھیں کہ یوٹیلٹی سٹوروں پر لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ اور دو دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد ایک گھی کا ڈبہ ملتا ہے۔ حالات یہاں تک بدل چکے ہیں کہ آمدنی کی حد وہی ہے لیکن خرچ اخراجات کی وجہ سے میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ آج سے چند دن پہلے سرخ مرچ جو ساٹھ باسٹھ روپے کلو ملا کرتی تھی آج اس کی دام نوے روپے کلو ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! ڈالڈا گھی آج سے چند دن پہلے 219 روپے کا ڈبہ تھا آج اس کے دام 239 روپے کر دیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! کھلی چائے جو چند مہینے پہلے پچانوے روپے کلو ملا کرتی تھی آج ایک سو ساٹھ روپے کے دام ہیں۔ جناب سپیکر! ایک ممبر اسمبلی ہونے کے ناتے سے میں لاہور اور پنجاب کی سطح سے تاجر برادری کی بھی نمائندگی کرتا ہوں اور تاجروں سے میری وابستگی ہے۔ رات جب کہ مجھے پتا چلا کہ کل مہنگائی کے بارے میں اسمبلی میں بات کی جائے گی تو میں نے مختلف دکان داروں سے جب دام کی معلومات کیں تو انھوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ جو صحیح دام تھے وہ مجھے بتائے کہ آج سے ایک سال پہلے چیزوں کے کیا دام تھے اور ایک سال میں وہ چیزیں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئیں۔ آپ کو 1993ء اور 1994ء کے بارے میں یہ بات بتلانا چاہتا ہوں کہ 1993ء میں چینی جو عام استعمال ہوتی ہے اسے غریب عوام بھی استعمال کرتے ہیں ۔اس کے دام 11 روپے کلو تھے اور آج چینی کے دام 14 روپے 50 پیسے فی کلو ہے ۔ چنے کی دال جو صرف غریب آدمی ہی زیادہ استعمال کرتا ہے آج سے ایک سال پہلے اس کے 10 روپے کلو دام تھے ۔ اور آج چنے کی دال 22 روپے کلو بک رہی ہے ۔ دال مسور آج سے ایک سال پہلے 1993ء میں 11 روپے کلو تھی اور آج اس کے دام 22 روپے کلو ہے۔ سفید چنے آج سے ایک سال پہلے 13 روپے کلو تھے اور آج 35 روپے کلو بک رہے ہیں ۔ کالے چنے آج سے ایک سال پہلے 6 روپے کلو تھے اور آج اس کے دام 17 روپے کلو ہیں ۔جناب سپیکر! مشروبات کی بات آپ کو سناؤں کہ آج سے کچھ دن پہلے روح افزاء کی بوتل36 روپے تھی اور آج اس کے دام 42 روپے ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! اسی طرح لپٹن چائے کی ڈبیہ جو 30 روپے میں بکتی تھی آج اس کے دام 39 روپے ہو چکے ہیں۔ ڈبل روٹی جو 5 روپے کی تھی وہ 8 روپے کی ہو چکی ہے ۔ جناب سپیکر! اگر آپ قیام پاکستان سے لیں تو اس وقت جو دام تھے وہ چالیس چھیالیس سالوں میں بڑھتے بڑھتے ایک مقام پر پہنچے تو وہ ایک سال میں دگنے ہوگئے ہیں۔ میں آپ کو روٹی کی مثال دیتا ہوں کہ قیام پاکستان کے وقت روٹی ایک آنے کی تھی یا پانچ

پیسے یا دس پیسے کی ہوئی۔ چار آنے کی ہوئی یا آٹھ آنے کی ہوئی ۔ اور 1993ء تک روٹی ایک روپے کی ہو گئی۔ اور آج ایک سال کے بعد روٹی کی قیمت دو روپے ہوچکی ہے۔ تو جناب سپیکر! آپ مہنگائی دیکھیں کہ اس وقت مہنگائی کا کیا عالم ہو رہا ہے اور اکثر اوقات آپ نے سنا ہوگا کہ یہ بات کہی جاتی ہے کہ مہنگائی تاجر لوگ کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ تاجر مہنگائی نہیں کرتے بلکہ مہنگائی ہمیشہ حکومت کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب یہ ناجائز بوجھ ڈال دیے جاتے ہیں، ٹیکس ڈال دیے جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں آپ دیکھیں کہ جنرل سیلز ٹیکس کی صورت میں، انکم ٹیکس کی صورت میں ، بے شمار ٹیکسوں کی صورت میں جب ان پر بوجھ پڑا ہے تو مہنگائی خود بخود بڑھ رہی ہے۔

جناب چیئرمین : حاجی صاحب! آپ کے دو منٹ رہ گئے ہیں ۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر ! آج آپ بجلی کے بلوں کو دیکھیں کہ حالات کیا ہو چکے ہیں کہ اصل بجلی جو استعمال ہوئی وہ صرف 34 یونٹ پر 1973ء میں 78 پیسے یونٹ بنتی ہے لیکن اس کا بل 400 روپے کے قریب ہے ۔ اتنے ٹیکس جیسے سرچارج ٹیکس ۔ انکم ٹیکس ۔ اضافی سرچارج ٹیکس ۔ میٹر ٹیکس۔ گورنمنٹ محصولات ٹیکس۔ بے شمار ٹیکس انہوں نے لگا دیے ہیں ۔ اور انہیں ٹیکسوں کے بارے میں ہمارے لاہور کے ایک مشہور شاعر استاد دامن نے یہ بات کہی تھی کہ :

تھڑے پر ٹیکس ، مکان پر ٹیکس ، دالان پر ٹیکس
ایس لئی میں گھٹ بولناں کتے لگ جانے نہ میری زبان تے ٹیکس

تو جناب سپیکر ! مہنگائی کا یہ عالم ہوچکا ہے کہ اس وقت غریب عوام ....

جناب چیئرمین : حاجی صاحب ! آپ کا ایک منٹ اور ہے ۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر ! مجھے بہت دیر کے بعد آج یہ موقع ملا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے اچھا وقت ملے گا لیکن آپ کی طرف سے اشارے دیکھتے ہوئے آخر میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت مہنگائی۔ لاقانونیت۔ کرپشن۔ لوٹ کھسوٹ پر کنٹرول نہیں کر سکی۔ عوام کا اعتماد حکومت سے اٹھ چکا ہے ۔ اخلاقی تقاضا ہے کہ جب حکومت اتنی صلاحیت نہیں رکھتی تو اخلاقی طور پر مستعفی ہوجائے۔ ورنہ جناب سپیکر ! مظلوم عوام کا یہ ریلہ انہیں بہا کر لے جائے گا ۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر : چودھری ظہیر الدین صاحب !

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر ! آپ نے مجھے آج مہنگائی کی صورتحال پر بحث کرنے

کے لیے اجازت فرمائی 'آپ کی مہربانی - میں آپ کو اس مسند پر بیٹھنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں - آپ ہمارے ہاؤس کے سینیر ترین ممبر ہیں جو ہمیشہ اچھی بات کرتے ہیں -آپ کی موجودگی میں تھوڑی سی liberty لوں گا اور باتیں کروں گا- جناب سپیکر! کسی صورت حال کو بھی زیر بحث لاتے ہوئے اس کی وجوہات اس کے محرکات کو بھی زیر بحث لانا بہت ضروری ہوتا ہے - جناب اس میں کوئی شک نہیں کہ مہنگائی کی صورت حال بہتر نہیں ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے صوبہ پنجاب کے عوام تنگ ہیں اور اس صورت حال میں ان کی قوت خرید بہت متاثر ہو چکی ہے- جناب سپیکر! مہنگائی کی صورت حال جو اس وقت ہے اس کے محرکات کو میں زیر بحث لاتا ہوں کہ چند سالوں سے ذخیرہ اندوزوں کی اتنی حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ سمجھتے تھے کہ نہ ہمیں کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ ہمارے اوپر کوئی ہاتھ ڈالنے والا ہے- یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہاں پر مرچوں کی یا کسی چیز کی کمی ہے یا آٹے کی کمی ہے - میرے بھائی ابھی دو چیزوں کو زیر بحث لائے - ایک آٹے کی بات کی اور ایک چینی کی بات کی- دونوں کی میں باری باری بات کرتا ہوں- پچھلے دنوں Sugar Mills Owner Association والوں نے گنے کی ملیں چلانے میں ڈیڑھ ماہ تک Crushing Season کا بائیکاٹ رکھا اور ملیں بند رکھیں جب کہ Crushing Season 6 ماہ کا ہوتا ہے یعنی اکتوبر تا مارچ ہوتا ہے- ہماری 2.5 million tons consumption اور ہماری کرشنگ 3.5 million tons ہے اور یہ شوگرملز اونرز ایسوسی ایشن ایسی ہے کہ جس پر صوبائی حکومت کا کوئی بس نہیں- مرکزی حکومت کے ساتھ ان کے dialogue چل رہے تھے - اور انہوں نے ایسی ایسی ڈیمانڈز سامنے رکھیں کہ اس میں کوئی بات طے نہ ہو سکی جس کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ تک Crushing لیٹ ہو گئی-اور چینی کا بحران پیدا ہونا شروع ہو گیا - اب ڈیڑھ ماہ کے بعد جب کہ 1/5 of the total land جو کہ شوگر کین ایریا ہے -اگر وہ اس وقت تک کٹ ہو چکی ہوتی تو اس پر گندم کاشت ہونی تھی - آئندہ دنوں میں گندم کا بحران بھی ان مل والوں نے ہمارے سر پر کھڑا کر دیا ہے- اور جناب والا! پچھلے دنوں Floor Mills Owner Association والوں نے بھی یہ بائیکاٹ کیے رکھا جس کی وجہ سے آٹے کی ترسیل میں بہت زیادہ کمی آئی - جناب والا! گزارش ہے کہ ذخیرہ اندوزوں کو پکڑنا حکومت کا فرض ہے - مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ذخیرہ اندوزوں پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالا جاتا- کیا وجہ ہے کہ ان ذخیرہ اندوزوں کو دیکھنے کے لیے چشم پوشی کیوں کی جاتی ہے- اس کی ایک

وجہ تو مجھے یہ نظر آتی ہے کہ جب بھی ان میں سے کسی کو پکڑا جاتا ہے تو ہمارے اپوزیشن لیڈر کی طرف سے ایک دھمکی آتی ہے کہ اگر ان کو پکڑا گیا تو ٹانگیں توڑ دوں گا ۔ اور بازو توڑ دوں گا اور اگر ان کو گرفتار کیا گیا تو میں جیلیں توڑ دوں گا شاید یہ توڑ پھوڑ کے ماحول کی وجہ سے حکومت کو اتنی کمزوری نہیں دکھانی چاہیے ۔ ان ذخیرہ اندوزوں پر ہاتھ ڈالنا چاہیے ۔ اور ذخیرہ اندوزوں کو پوری طرح چیک کرنا چاہیے ۔ مہنگائی کا کوئی جواز ہم پیدا نہیں کرتے لیکن جو مہنگائی کا جواز ہے اس کا تدارک کرنے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ سختی سے ہاتھ ڈالے اور قطع نظر اس چیز کے کہ کسی کی سیاسی وابستگی کیا ہے اور ان کو پوری طرح کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور مہنگائی کو کم کیا جائے ۔ شکریہ جناب سپیکر!

MR IMRAN MASOOD: Mr Speaker Sir,

If you allow me its a great moment for me today when I behold you sitting in this Chair as a Speaker of this House. Mr Speaker with your dynamic personality, with a person like your stature and grace, a person who is wearing a silken jacket and necktie and a rose in his button hole Mr Speaker I am highly impressed by your conduct and your personality Let it be an example for the other Speakers also. I salute your grace and to your conduct. Thank you Mr Deputy Speaker

(Interruptions)

(At this stage Mr Deputy Speaker occupied the Chair)

MR DEPUTY SPEAKER: I protest and demand that you should be allowed to sit in this Chair and to continue to sit in this Chair

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر ! میں آپ کے جلوہ افروز ہونے سے پہلے خان زادہ تاج محمد صاحب جنھیں آپ چارج دے گئے تھے ان کی تعریف کر رہا تھا کہ جس خوبصورتی سے اور جس impartiality اور neutrality سے آپ کی غیر موجودگی میں انھوں نے ہاؤس چلایا سارا ایوان اور تمام اپوزیشن انھیں خراج

تحسین پیش کرتی ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں بھی ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، پوائنٹ آف آرڈر ---

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ ملک محمد عباس خان کھوکھر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب سپیکر! اس سے پہلے ابھی گورنمنٹ بنچز کی طرف سے میرے ایک معزز دوست نے بڑی تقریر کی ہے ۔ انھوں نے کہا ہے کہ ذخیرہ اندوزوں کو پکڑنا چاہیے۔ ذخیرہ اندوزوں کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ مشورہ وہ کس کو دے رہے ہیں؟ گورنمنٹ تو ان کی ہے۔ پکڑنا انھوں نے ہے۔ ذخیرہ اندوزی ان کی سرکاری ملوں نے کی ہے۔ جہاں چینی صرف اس لیے رکھی گئی ہے کہ یہ مہنگی ہو۔ یہ کس کو مشورہ دے رہے ہیں؟ ان کو ذرا سمجھا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، کھوکھر صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ رانا محمد اقبال خان۔ جی رانا صاحب۔

رانا محمد اقبال خان ، شکریہ۔ جناب سپیکر! آج کا topic مہنگائی ہے۔ موجودہ حکومت جب الیکشن لڑ رہی تھی تو اس نے عوام کو manifesto دیا تھا کہ ہمارا نعرہ روٹی ' کپڑا اور مکان ہے۔ اگلی بات شاید آپ نے اپنے کانوں سے سن لی میری زبان سے چلو نہیں' میرے دوستوں کی زبان سے نکلی ۔ لیکن یہ میں نہیں' یہ نہیں بلکہ پاکستان کے عوام کہہ رہے ہیں۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی وجوہات عوام پر ٹیکسوں کا ایک بھاری بھرکم بوجھ اور اسی بوجھ کی وجہ سے آج ہمارے اس ملک کے لیے مہنگائی کے اژدہا نے منہ کھولا ہوا ہے اور غریب عوام کو نگلنے کے درپے ہے بلکہ کچھ نگلے جا چکے ہیں اور کچھ نگلے جانے کے درپے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ مہنگائی حکومت کی خود ساختہ ہے۔ اگر یہ اس قدر ٹیکسز نہ لگائے جاتے۔ 43 ارب 65 کروڑ کا یہ بھاری بھرکم بوجھ آخرکار عوام کے ہی سر پر آنا تھا۔ کافی دیر تک انھوں نے اس بات کو اخفاء میں رکھا کہ یہ سیلز ٹیکس' یہ in direct tax ہے۔میں پوچھتا ہوں کہ یہ in direct tax کس کو ادا کرنا پڑا؟ کس سے اس کی وصولی ہوئی؟ پاکستان کا ہر شہری' پاکستان کا ہر فرد اپنی ضروریات زندگی خریدنے کے لیے مارکیٹ میں جاتا ہے تو ہر آدمی کو یہ ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ اس ٹیکس میں ' میں اگر بات کروں کہ سیلز ٹیکس کئی جگہ سے چلتا ہے۔ اگر آپ ایک میز خریدنے کے لیے بازار میں جائیں تو پہلے لکڑی پر ٹیکس وہ بھی ادا in direct گاہک نے ہی کرنا ہے۔ اس کے بعد فارمیکا پر ٹیکس وہ بھی

اس نے ہی ادا کرنا ہے۔ جو اس میں کیل لگتے ہیں اس پر بھی ٹیکس۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت اس معاملے کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے رکھے تو ہو سکتا ہے کہ یہ عوام حکومت کے ساتھ کسی ٹکراؤ میں نہ آجائیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس ملک کے خلاف یہ ایک سازش ہے۔ آئی ایم ایف پاکستان کا بجٹ بناتی ہے۔ ہمیں شرم آتی ہے یہ بات کہتے ہوئے کہ ہمارے اس جمہوری ملک میں' جو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں جمہوریت ہے۔ یہاں غریبوں کے نمائندوں کی حکومت آئی ہے۔ اس بات سے صاف عیاں ہے کہ آئی ایم ایف نے بجٹ تیار کر کے دیا اور ہمارے دوستوں نے' اس ملک کے مخدوموں نے اس بجٹ کو اسمبلی میں پڑھ دیا اور اس کو پاس کر دیا۔ میرے دوست پاس بھی کس طرح کرتے ہیں؟ میں اپنے دوستوں کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ نے پچھلے دنوں میں جس برق اندازی سے یہاں پر قانون سازی کی اور قانون سازی کرتے ہوئے یہ نہ دیکھا کہ یہ کیا الفاظ ہیں اور کن کو ہم درست کہہ رہے ہیں اور کن کو ہم غلط کہہ رہے ہیں؟ (قطع کلامی)

جناب سپیکر! میں اپنے دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ انھوں نے compulsory education کا جو بل پیش کیا اور آپ کے ذریعے third reading بھی اس کی ہوئی۔ اس میں الفاظ extend کی بجائے extent پر مہر لگا دی۔ تو اس سے تو ان کے الفاظ کی تبدیلی اس طرح سے ہو جاتی ہے کہ اس قانون کا کچھ عجیب ہی اثر ہوتا ہے۔ میں یہ صرف ان کو بتانے کے لیے کہہ رہا تھا۔

جناب سپیکر! میرے بھائی کہہ رہے تھے کہ موجودہ دور میں بے شمار ترقی ہوئی ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس دور میں جب سے انھوں نے چارج سنبھالا ہے پاکستان میں کتنی انڈسٹریز لگی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے کاشت کاروں کے لیے مراعات دی ہیں۔ ہم نے گندم کی قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ گندم کی قیمت میں اضافہ کس وقت کیا ہے۔ مارچ کے مہینے میں۔ جبکہ کاشت کار کے پاس اس وقت گندم نہیں ہوتی بلکہ اس وقت گندم حکومت اپنے پاس گوداموں میں رکھتی ہے اور اس کا پیسہ کہاں گیا؟ اس کا حساب آپ مجھ سے بہتر دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! جہاں تک قیمتوں کا تعلق ہے تو کھاد مہنگی ' بیج مہنگا ' تیل مہنگا' پانی نایاب ' تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس ملک کو خودکفیل بنا رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ جو 7۔ ارب 63 کروڑ یا

something like that اتنی رقم دوسرے مالک کو گندم درآمد کرنے کے لیے دے رہے ہیں کیوں نہیں وہ پاکستان کے کاشت کاروں کو subsidy دی جاتی؟ subsidy بھی انھوں نے غائب کر دی۔ گندم پر سب سڈی غائب۔ کھاد پر subsidy غائب۔ بیج بھی اب کاشت کاروں کو غیر معیاری دیے جارہے ہیں۔ تو کاشت میں کس طرح اضافہ ہو گا؟ مہنگائی کس طرح نہیں بڑھے گی؟ کس طرح اس حکومت کو ہم مورد الزام نہ ٹھہرائیں بلکہ یہاں پاکستان کے عوام اب اللہ کے فضل و کرم سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن کر سامنے آئیں گے اور ان کی کارکردگیاں ' سیاہ کاریاں ختم کریں گے۔ ان کا تعلق بہت ہے۔ اب دیکھیں کہ اس وقت کاشت کار کو آپ 257 روپے فی من بیج دے رہے ہیں جبکہ آپ نے کاشت کار سے گندم 160روپے فی من خریدی ہے۔ اس کا تضاد دیکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ٹائم ---------

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر مجھے بولنے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹائم آپ کا بھی ختم ہو گیا ہے اور آٹھ بج گئے ہیں کھوسہ صاحب اب آپ کا کیا خیال ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! وقت پندرہ منٹ اور بڑھا لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آدھا گھنٹہ کیوں نہ بڑھا لیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ٹھیک ہے جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! جہاں تک میرے دوست میرے بھائی نے بتایا ابھی ظہیر صاحب ادھر بیٹھے تھے کہ شوگر ملز کو بند کر دیا گیا تھا یا شوگر ملز ایسوسی ایشن نے بائیکاٹ کیا جناب سپیکر اس میں میں ان کی غلطی نہیں مانتا بلکہ موجودہ حکومت نے خود چینی کی export نہ کرنے دی اور ان پر طرح طرح کے ٹیکسز لگا دیئے جس کی وجہ سے ان کو کچھ عرصے کے لئے اپنی mills بند کرنی پڑیں اور یہ حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے جناب سپیکر ایک لاکھ ایکڑ اراضی ایسی جو بروقت کاشت نہ ہو سکی گنے کو ایک مہینہ لیٹ کیا گیا Crashing ایک مہینہ لیٹ ہوئی اور دوسری بات پاکستان کو اس بات میں ایکسپورٹ نہ کرنے کی وجہ سے پانچ ارب کا خسارہ ہوا جناب سپیکر یہ کہتے ہیں کہ فلاں حکومت نے یہ

کر دیا اور فلاں حکومت نے یہ کر دیا آپ یہ بتائیں کہ جب سے آپ آئے ہیں آپ نے پاکستان کے عوام کے لئے کیا کارکردگی کی ہے جس سے لوگوں میں خوشحالی آئی ہو جس سے ملک کو ترقی ہوئی ہو جس سے کوئی کسان خوشحال ہوا ہو جناب والا! اس وقت مزدور بد حال ہے کسان بد حال ہے پاکستان کا کاشت کار بد حال ہے جناب سپیکر! مزدوروں کو مزدوری نہیں مل رہی کارخانے بند ہیں اس وقت بھی میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں صرف 74 یونٹس ایسے ہیں جو صرف ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے اس وقت بھی بند پڑے ہیں جناب سپیکر! یہ نقصان کس کا ہو رہا ہے کیا یہ پاکستان کا نہیں ہو رہا کیا اس ملک کا نہیں ہو رہا کیا اس ملک کے عوام کا نہیں ہو رہا؟

جناب والا! میرے خیال میں اب بات ختم ہی کر دیں تو بہتر ہے مجھے بار بار interruption بھی آ رہی ہے اور آپ کی طرف سے گھنٹیاں بھی ہو رہی ہیں ------(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! اس حکومت کی اور کیا بات کریں اگر آپ ایک گاڑی لے لیں گاڑی کے انجن کا اگر ایک پلگ خراب ہو جائے تو وہ گاڑی نہیں چلتی جناب سپیکر! یہاں تو حکومت کی اللہ کے فضل سے کوئی بھی کل سیدھی نہیں اور مشینری کا کوئی پرزہ نہیں چل رہا--------

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! وقت ختم ہو گیا ہے

رانا محمد اقبال خان: جناب والا! ایک عام سا شعر ہے اور وہ بسوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے

نہ انجن کی خوبی نہ کمال ڈرائیور
چلی جا رہی ہے خدا کے سہارے

جناب اب پتہ نہیں یہ ہمیں کہاں لے کر جائیں گے سمندر میں پھینکتے ہیں یا کہیں اور جگہ لے کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس ملک کو ترقی دے بہرحال میں تو یہی کہہ سکتا ہوں اور اپنے ان دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ خدارا آپ جو پالیسیاں بنانا چاہتے ہیں آپ اپوزیشن کو invite کیجیے ہم آپ کے ساتھی ہیں ہم اس ملک کو ترقی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ہماری تعمیری تنقید ہوتی ہے ہماری ایسی تنقید نہیں ہوتی جو تنقید برائے تنقید ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ -------- جی سردار حسن اختر موکل صاحب۔

سردار حسن اختر موکل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جو سینچتے ہیں اپنے لہو سے سبز کھیت
فاقوں سے ہیں نڈھال بد بخت صبح و شام
وہ لوگ ہیں زمین کی قسمت کے پاسبان
مٹی کا فیصلہ بھی ہے جن کے لئے حرام
بندے ہیں زندگی کے نگہبان بنے ہوئے
بہروں نے تھام رکھی ہے قانون کی لگام
اے عدل و روشنی کے خداؤ جواب دو
کیا کم ہے اس احتساب سے یہ سر پھرا نظام
جو گھونپتا ہے آج کے حلقوم میں چھرا
اور لیتا ہے پھر بھی اپنی زبان پر خدا کا نام

جناب والا! مہنگائی کی بات چلی ------- (قطع کلامیاں)

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order

سردار حسن اختر موکل، جو اقتدار کے بنچوں پر براجمان ہیں -------

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تقریر تو سنیں

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! جب بھی بات ہوتی ہے ان کے پاس تمام باتوں کی ایک بات ہوتی ہے کہ یہ کانٹے بھی سابقہ حکومت کے بوئے ہوئے ہیں یہ مسائل بھی سابقہ حکومت کے پیدا کردہ ہیں ایک دوست فرمانے لگے کہ گورنمنٹ کو آئے ہوئے ابھی تو ایک سال ہوا میں یہ پوچھتا ہوں کہ ایک سال میں انہوں نے کیا پالیسیاں بنائیں حکومت نے عوام کے لئے اس مہنگائی کو کم کرنے کے لئے کون سی پالیسیاں بنائیں وہ یہ پالیسیاں بنا سکتے ہیں کہ موٹر وے بند ہو گیا یہ ترقیاتی کام بند ہوں گے یہ مقبرے بنیں گے۔ تو جناب والا! یہ پالیسیاں نہیں بنا سکتے کہ عوام کو سستی اشیاء کیسے فراہم کی جائیں جناب والا! حالات سے فرار ان کا پرانا شیوہ ہے ملک جب ٹوٹتا ہے یہ خود ٹوٹتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ چند صحافیوں کا کارنامہ ہے مہنگائی کی comparative statement میرے دوست حاجی مقصود صاحب نے یہاں پر پڑھ کر سنائی سب لوگ جانتے ہیں یہ فرق پر آتے ہیں کہ سابقہ حکومت کے دور میں اشیاء کے کیا دام تھے اور آج کیا ہیں فرق ان کو بھی محسوس ہوتا ہے -----------

وزیر صحت، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میں اس پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست تو جذبات میں بولتے رہیں گے آپ ذرا ان کی صحت کا خیال رکھیں اور کم وقت میں گھنٹی بجا دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔ جی سردار صاحب ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میرے دوست اکثر بیمار رہتے ہیں میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ وزیر صحت ہیں آپ کی صحت کو کیا ہوا تو یہ فرمانے لگے کہ صحت تو ٹھیک ہے مگر ضمیر پر بہت بوجھ ہے اس لیے بیمار رہتا ہوں ۔ (قہقہہ)

جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ یہ بات کرتے ہیں یہ میرے کلاس فیلو بھی ہیں اور مجھے ان کی اس بات سے اتفاق بھی ہے جس دن سے 1/4 سے داخلہ لے لیا گیا اس دن سے ان کی صحت کچھ بہتر ہوئی۔ جناب والا! میں بات فرق کی کر رہا تھا کہ فرق کیا ہے۔ مجھے اس وقت وہ بات یاد آ رہی ہے کہ ویسٹ پاکستان کے وقت ایک گورنر گئے اور دوسرے گورنر آئے انہوں نے ایم۔پی۔ایز سے پوچھا کہ کیا جانے والے گورنر اور آنے والے گورنر میں کوئی فرق ہے ایک ایم۔پی۔اے نے کہا کہ جناب ضرور ہے پہلا سنتا کسی کی نہیں تھا موجودہ سمجھتا کسی کی نہیں میں بھی یہ عرض کروں گا کہ فرق ہے آج کیا فرق ہے کہ

غریب شہر تو مر گیا فاقے سے یارو
امیر شہر نے ہیرے سے خود کشی کر لی

یہاں گواہیاں نہ ملنے پر مہنگائی کا آسمان کے ساتھ باتیں کرنا.........

وزیر صحت، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اتنے پرانے شعر سنا رہے ہیں اس سے ان کی اپنی تقریر کا جو impact ہے وہ بھی مجروح ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ وصی ظفر صاحب آج نہیں ہیں اس لیے آپ......(قہقہہ)

وزیر صحت، یہ کوئی نئی بات کریں کوئی نئے شعر سنائیں ۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! ہم اچھی روایتوں کے ماننے والے ہیں یہ نئی اختراعیں پیدا کر کے ملک میں بد امنی اور بے چینی پھیلانے والے ہیں ان کو پرانی اور اچھی روایتیں ہمیشہ اچھی نہیں

گئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تقریر کریں وہ تو آپ کو اس طرف جانے ہی نہیں دینا چاہتے ۔ اسی پر رکھنا چاہتے ہیں ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا یہ جب شام جائیں گے اور جب بستر پر ضمیر کے بوجھ تلے لیٹیں گے یہ اس وقت پوچھیں گے ------

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کے پانچ منٹ ہو گئے ہیں اور پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں ۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! میں بات کر رہا تھا کہ یہاں ملک میں inflation کی وجہ سے افراط زر کی وجہ سے یہ مہنگائی ہوئی ہے اور افراط زر کیسے ہوتی ہے۔ میں بات کروں گا تو یہ کہیں گے کہ یہ سابقہ حکومت کی ہے لیکن جناب والا! اس ایک سال میں جب اس ملک کی بے نظیر ہیروئین ملکوں ملکوں گلی گلی محلے محلے میں عام ہو گی تو پیسہ جن چند ہاتھوں میں آئے گا اس کی وجہ سے یہ inflation ہو گی۔ یہاں لوگ دوائیوں کو ترس رہے ہیں۔ یہاں لوگ روزمرہ کی اشیاء کو ترس رہے ہیں۔ یہاں روٹی کو ترس رہے ہیں۔ اور ہمارے اس ملک کے کرتا دھرتا آنے جانے پہ لگے ہوئے ہیں ۔ ایک آتا ہے ایک جاتی ہے۔ ایک جاتی ہے ایک آتا ہے۔ کروڑوں کا خزانہ دیگر ملکوں میں picnic منانے پر خرچ کیا جا رہا ہے ۔ جناب والا! میں اہل اقتدار سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک غریب ملک کے غریب عوام کا کروڑوں اور اربوں روپیہ ضائع کرنے کی تک کیا بنتی تھی۔ اگر مسئلہ کشمیر پہ لوگوں کو باہر کے ملکوں کی سیر کروا کے تین بار قرارداد دے کر واپس ہی لینا تھی تو اس کی تک کیا بنتی تھی۔-جناب والا! یہاں پہ آج اس ایوان نے یہ نظارہ دیکھا ۔میرے ایک بڑے محترم دوست فرما رہے تھے کہ یہ دیہاتوں میں صنعتیں لگنی چاہییں۔ لوگوں کا شہروں کی طرف رخ کم ہو ۔ وہ صنعتیں کون لگائے گا۔ وہ صنعتوں کے لیے قرضہ کون فراہم کرے گا۔ وہ جو اس سیٹ پہ بیٹھ کے میرے ایک معزز رکن کو بلیک میل کرتی ہے ۔ وہ قرضہ کون فراہم کرے گا۔ وہ صنعتیں لگانے کے لیے آگے کون آئے گا۔ ان سیٹوں پر تو انہوں نے ان کو بٹھا رکھا ہے جو اہل اقتدار کو ہی بلیک میل کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ مہنگائی پر اس وقت تک کنٹرول نہیں کیا جا سکتا جب تک اہل اقتدار صحیح پالیسیاں نہیں بنائیں گے ۔ اور عوام کو حقیقت میں یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ پاکستان کے غریب عوام اور شہری ہیں ان کے لیے یہ کام نہیں کریں گے ۔ باتوں سے کام نہیں ہوتا ۔ یہ بات کرتے ہیں ' بہانہ بناتے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ :

کرتے ہیں عوام کو بھوکوں مرنے کے پابند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

جناب والا! جب عوام سڑکوں پہ نکلتے ہیں اور اپنا حق مانگتے ہیں، بھوک سے تڑپتے ہوئے جب وہ اس بات کی ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ یہ مہنگائی کم ہونی چاہیے تو ان کو جمہوریت کے نام نہاد علم بردار اور آزادی رائے کے نام نہاد علم بردار نا صرف عوام کو بلکہ عوامی نمائندوں کو سڑکوں پر لا کر گولی سے ان کی زبانیں بند کرتے ہیں۔ جناب والا! میں یہاں عرض کرتا ہوں کہ اس طریقے سے یہ زبان نہیں بند کر سکتے۔ یہ لوگوں کا جینا کس حد تک دوبھر کریں گے۔ ایک وقت وہ آنے والا ہے اور میں نے اس سے پہلے ایک پریس کانفرنس میں بھی عرض کیا تھا کہ حالات کو یہ انقلاب فرانس کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور ان کو اپنی پگڑیاں بچانی مشکل ہو جائیں گی۔ آج جو شرفاء کی پگڑیاں اچھالتے ہیں یہی وقت آنے گا کہ ان کو اپنی پگڑیاں بچانی مشکل ہو جائیں گی۔ جناب والا! عوام پہ جو یہ ظلم و ستم ڈھاتے ہیں جب عوامی نمائندوں کو یہ گولیوں اور لاٹھیوں کی زبان سے سمجھاتے ہیں۔ تو ظلم کیا ہے۔ عوام مانگتے کیا ہیں۔ جناب والا! میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں

ہم نے غم سے نجات مانگی تھی
لہلہاتی بہار مانگی تھی
دینے والے یہ برہمی کیسی
ہم نے کیا کائنات مانگی تھی

جناب ڈپٹی سپیکر، غلام عباس صاحب!

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ، بہت مہربانی۔ جناب والا! مجھے اپنے بھائی پر ترس آ رہا تھا کہ جن کا ضمیر ان کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ آواز ان کے ضمیر کے بوجھ تلے دب رہی تھی۔ جناب والا! آج بلا شبہ مہنگائی ہماری قوم کا سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ ہے۔ آج میں حکومت کے ایوانوں کی طرف سے بولتے ہوئے آج کی اس مہنگائی کے حق میں تو کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ جناب والا! میں یہ نہیں کہتا کہ مہنگائی بالکل درست ہے۔ مہنگائی واقعی اتنی زیادہ ہے کہ غریب آدمی کی دسترس سے باہر ہے کہ وہ زندگی بسر کر سکے۔ آج یہ بات یقیناً بہت مشکل ہے اس شخص کے لیے کہ جو 2,000 روپیہ مہینہ تنخواہ لیتا ہے اور اپنے 4 بچوں کے ساتھ گزارا کر رہا ہے۔ میں یقینی طور پر حکومت سے

یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ غریبوں کے لیے مہنگائی سے باہر نکلنے کے راستے ہمیں جلد از جلد بنانے چاہییں ' تلاش کرنے چاہییں۔ مگر آج جب مہنگائی کی بات ہوتی ہے ' جب اشیائے خوردو نوش کی مہنگائی کی بات ہوتی ہے ' آج جب گھی کی قیمتوں میں اضافے کی بات ہوتی ہے ' آج جب چینی کی قیمتوں میں اضافے کی بات ہوتی ہے۔ آج جب آٹے کی قیمتوں میں اضافے کی بات ہوتی ہے تو آج مجھے شہید ذوالفقار علی بھٹو کا وہ کارنامہ یاد آتا ہے کہ جس نے ان سرمایہ داروں کو نکیل ڈالنے کے لیے کہ غریبوں کو ان سرمایہ داروں کے جبر سے بچانے کے لیے ان تمام لوگوں کی ملوں کو قومی ملکیت میں لے لیا اور مہنگائی کو کنٹرول کیا۔ آج میں پھر یہی سمجھتا ہوں کہ مہنگائی کے کنٹرول کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ سرمایہ داروں کو نکیل ڈالی جائے جو کہ بے راہ ہو چکے ہیں۔ اور آج اس کی مثال سامنے ہے کہ گورنمنٹ گھی کارپوریشن عام گھی کی ملوں سے اٹھارہ روپے فی کلو سے کم قیمت پر گھی فروخت کر رہی ہے ۔ اور سرمایہ دار جو ملوں کے مالک ہیں سرمایہ دار جو کہ اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھے ہوئے میرے دوست ہیں ۔ ان کی ملوں کا گھی 18 روپے کلو مہنگا بک رہا ہے۔ آج حاجی مقصود بٹ نے بہت خوبصورت بات کی کہ چینی کی قیمت 11 روپے سے 14 روپے ہو گئی۔ میں اس کی مذمت کرتا ہوں کہ یہ نہیں ہونی چاہیے۔ مگر چینی کی ملیں جو کہ محترم قائد حزب اختلاف کی 3 ملیں ہیں۔ 11 روپے کلو سے 14 روپے کلو چینی کی قیمت کیوں ہے۔ غریب کسان کے گنے کی قیمت میں بھی اضافہ کر دیا جائے۔۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' میں آپ کی وساطت سے اپنے فاضل دوست کی خدمت میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ انہوں نے ملیں نیشنلائز کیں تاکہ مہنگائی کو کم کیا جاسکے لیکن ریکارڈ گواہ ہے کہ اس سے ملک کی معیشت کو دیمک لگ گئی۔ ریکارڈ کی تصحیح کر لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آفریدی صاحب ' یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ یہ ان کا نقطہ نظر ہے۔ آپ کا نقطہ نظر مختلف ہو سکتا ہے۔ I rule it out.

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے بڑا اچھا نکتہ اٹھایا کہ سیمنٹ کی ملیں جب نیشنلائز تھیں تو سیمنٹ کی بوری کی قیمت ایک سو روپیہ تھی ۔ اور جب میاں نواز شریف صاحب نے کوڑیوں کے بھاؤ سرمایہ داروں کے ہاتھوں سیمنٹ کی ملیں بیچیں تو آج سیمنٹ کی قیمت 195 روپے فی بوری ہے۔ آج ہم کہتے ہیں کہ مہنگائی ہے مگر کیا آپ یہ جواب دیں گے کہ وہ 11 ارب روپیہ جو ضیاء الحق نے سرمایہ داروں کو معاف کیا تھا وہ گیارہ ارب روپیہ سرمایہ داروں کو کیوں معاف کیا گیا۔ وہ

گیارہ ارب روپیہ سرمایہ داروں سے وصول کر کے مزدوروں کو subsidy کیوں نہیں دی گئی ۔ کیوں کالونی ٹیکسٹائل مل کے مزدوروں کو کہ جنھوں نے اپنی تنخواہوں میں اضافے کی بات کی تو ایک ہی دن میں 600 مزدوروں کو شہید کر دیا گیا۔ جناب والا! یہ آپ ہی کے دور کا کارنامہ ہے کہ 1983ء کی جمہوریت کی بحالی کی تحریک میں 18 ہزار مزدوروں کو بے روزگار کیا گیا۔ کہ 1983ء کی جمہوریت کی بحالی کی تحریک میں صرف سندھ میں سے 18 ہزار مزدوروں کو بے روز گار کیا گیا اور آپ نے روز گار کے نوالے 20 ہزار مزدوروں کو ریلوے سے بے روز گار کر کے چھینے اور لاکھوں مزدوروں کو پی آئی اے سے ' پی آر ڈی سی سے اور دوسرے اداروں سے ------

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب میں ریکارڈ کو درست کرنے کے لیے بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بادشاہ آفریدی صاحب ! آپ میری بات سنیں ۔ یہ ان کی ایک تقریر ہے ۔ آپ جو کہتے ہیں وہ آپ کا نکتہ نظر ہے اور ان کا ایک الگ نقطۂ نظر ہے ۔ لہذا آپ اس طرح مداخلت نہ کیجیے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب میں تو ریکارڈ کی درستگی کے لیے بات کرنا چاہتا ہوں ۔ میں اپنا استعفےٰ لکھ کر دے دیتا ہوں اگر یہ ثابت کر دیں کہ ضیاء الحق کے دور میں کسی ایک مزدور کو بھی شہید کیا گیا ہو ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں آفریدی صاحب اس مرحلہ پر یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ۔ جی غلام عباس صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔

جناب غلام عباس، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنے دوست سے ہاتھ باندھ کر انتہائی humble request کرتا ہوں کہ یہ بات لکھ کر دے دیں میں وہ ایف آئی آرز آپ کے حضور میں ایوان میں پیش کر دوں گا کہ کتنے مزدور شہید ہوئے صرف Multan Colony Taxtile Mill میں جناب صرف Colony Taxtile Mill کی بات نہیں۔ حضور 41 سیاسی کارکنوں کو تختہ دار پر جھولنا پڑا ' 73 ہزار سیاسی کارکنوں کی پیٹھوں پر کوڑے برسے' 9 سیاسی کارکنوں نے خود سوزیاں کیں۔ جناب والا! میں پھر مہنگائی کی ان وجوہات کی طرف آتا ہوں کہ 510 افراد نے 84 ارب روپے قومی سرمائے کا دینا

ہے۔ میں اپوزیشن کے معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ ہماری طرف سے یہ دعوت ہے کہ آئیے خدا کے لیے غریبوں کو مہنگائی سے نجات دلانے کے لیے ' اس پاکستان کے بجٹ کو بہتر کرنے کے لیے ' اس ملک کو استوار کرنے کے لیے ' اس ملک کی معیشت کو بحال رکھنے کے لیے ' اس ملک کو بیرونی قرضوں سے نجات دلانے کے لیے ' اس ملک کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف سے آزادی دلانے کے لیے آئیے ان 510 افراد سے جنہوں نے 84 ارب روپیہ دینا ہے اور 11 ارب روپے جو سیاست دانوں نے معاف کیا ہے۔ ان سے 95 ارب روپے کی وصولی کے لیے حکومت اور اپوزیشن آپس میں متحد ہو جائیں اور یہ 95 ارب روپیہ لوگوں ' سرمایہ داروں کی جائیدادی نیلام کر کے واپس لا کر غریبوں کو subsidy دی جائے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، 16 کروڑ روپے کا جو جہاز لیا گیا ہے اسے بھی واپس کیا جائے۔

جناب غلام عباس، آپ اس پر عمل کیجیے ہم ادھر بھی آئیں گے۔ بھاگیں گے نہیں۔ جناب میں آپ کو بتاؤں ------

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! ہم ان کے ساتھ 95 ارب روپے کی وصولی کے لیے تعاون کرنے کو تیار ہیں اگر ہمیں یہ یقین دلایا جائے کہ یہ 95 ارب روپے آصف زرداری گھوڑوں پر نہیں لگائے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، Please no cross talk. یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ دیکھیں میں نے وقت اس لیے بڑھایا تھا تاکہ فاضل اراکین اپنی تقاریر کر سکیں۔ آپ اگر اس طرح پوائنٹ آف آرڈر اٹھا کر وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ غلام عباس صاحب آپ اپنی تقریر wind up کیجیے۔

جناب غلام عباس، جناب والا! آپ بات تو کر لینے دیجیے ' حوصلہ تو کیجیے ' بات تو سنیں۔ میں انشاء اللہ کوئی غلط بات نہیں کہوں گا ۔ میں ان کے موضوع کی طرف ہی آ رہا ہوں کہ میاں نواز شریف صاحب کے 29 ماہ کے دور حکومت میں اندرونی قرضہ 13.9 ارب ڈالر سے 24 ارب ڈالر ہوا ۔ 13.9 ارب ڈالر سے

29 ارب ڈالر جو کہ غریبوں کے fix deposit تھے 'جو کہ prize bonds کے پیسے تھے اس میں سے 11 ارب ڈالر لیا گیا اور بیرونی قرضہ 11.9 ارب ڈالر سے بڑھ کر 28 ارب ڈالر تک پہنچ گیا۔ جناب حکومت وقت 29 ماہ میں ساڑھے پچیس ارب ڈالر کی مقروض ہوئی اور میاں نواز شریف صاحب کے ذاتی خزانے میں جو کہ ڈان کی رپورٹ ہے ۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا ' اس کی تردید نہیں کی گئی کہ ساڑھے سات کروڑ روپے میں 82 ارب روپے کا میاں صاحب کی ذاتی دولت میں اضافہ ہوا۔ یعنی آپ کی حکومت میں حکومت ساڑھے پچیس ارب ڈالر کی مقروض ہوتی ہے اور میاں صاحب کی ذاتی دولت جو ہے اس میں 8 ہزار 200 کروڑ کا اضافہ ہوتا ہے ۔ جناب پیسوں کی واپسی کی بات ہے تو وہ بھی 82 ارب روپے واپس لائے جائیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں 'ہم آپ سے تعاون کرتے ہیں ۔ ہم ایک ایک پائی ادا کرنے کو تیار ہیں اور آج اگر حکومت کوآپریٹو کا پیسہ واپس لینے کی بات کرتی ہے '' اگر لوٹی ہوئی دولت واپس لینے کی بات کرتی ہے تو اپوزیشن شور کرتی ہے۔ اپوزیشن کے معزز اراکین ' اپوزیشن کے معصوم اراکین جن کو [*****] کی ان حرکتوں کا علم ہی نہیں ہے کہ کوآپریٹو کا پیسہ کس طریقے سے لوٹا گیا ' کس طریقے سے کھایا گیا۔ خدا کے لیے ایسے ہی آوازیں بلند مت کیجیے حضور جہاں تک یہاں پر شرح پیداوار کی بات ہوئی میں اس پر بھی بات کروں گا کہ جب میاں صاحب کا دور حکومت آیا تو 6.2 فیصد سے شرح پیداوار کم ہو کر 2.8 فیصد ہوئی۔ جو کہ جنوبی ایشیا کی ایک بدترین مثال ہے ۔ اور آج میں آپ کی وساطت سے محض یہی بات کہنا پسند کروں گا کہ غریبوں کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے اس ظلم میں تمام سرمایہ دار اور وہ [*****] جو کہ مہنگائی کر رہے ہیں 'جو ملک کو لوٹ رہے ہیں 'جنہوں نے ملک کو لوٹا ہے وہ سب شامل ہیں۔ حکومت اور اپوزیشن کو مل کر قوم کی لوٹی ہوئی دولت واپس لے کر غریبوں کی تنخواہوں میں اضافے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ بہت مہربانی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! صرف آپ کی توجہ معزز رکن کی تقریر کے دوران [****] کے الفاظ کی طرف دلاتا ہوں۔ آپ ہی کے سپیکر نے ان دونوں الفاظ کو غیر پارلیمانی کہا ہے۔ لہذا ان الفاظ کو کارروائی سے حذف فرمایا جائے ۔

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے یہ دونوں الفاظ حذف کیے جاتے ہیں۔ اب چودھری عبدالحمید صاحب کے بعد وزیر قانون صاحب اس کو wind up کریں گے لہذا میں ہاؤس کے وقت کو 9 بجے تک extend کرتا ہوں ۔ جی چودھری عبدالحمید صاحب ۔

چودھری عبدالحمید : جناب سپیکر! میں انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم مسئلے پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ انتہائی ادب سے اپنے ان دوستوں سے گزارش ہے جن کا رونا ایک سال سے سن رہے ہیں اور جب بھی بات آتی ہے آج تو میرے بھائی نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ مہنگائی تو واقعی ملک میں بہت ہو گئی ہے لیکن ان کے پاس بولنے کے لیے کچھ نہیں تھا اور صرف وہی پرانا رونا پھر دہرایااور انہیں شاید اس بات کا اس سے پہلے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ چند روز پہلے میرے بھائی سرگودھا تشریف لے گئے تھے اور وہاں جب ان کے دوستوں نے تین دن پہلے سرگودھا میں میٹنگ کی کہ جناب یہ جلسہ کہاں پر رکھا جائے۔ ایک وزیر صاحب اور ایک مشیر صاحب وہاں پر تشریف لے گئے تو اس وقت انہوں نے ایک ایسے چوک کا انتخاب کیا کہ جہاں پر ہر وقت اڑھائی تین سو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس لوگ آنے کے لیے تیار نہیں تھے اور تین دن پہلے کی میٹنگ میں برملا تمام دوستوں نے یہ بات کی ہے کہ جناب کہاں سے لوگ آئیں گے ؛ مہنگائی آسمانوں سے باتیں کر رہی ہے تو آج میں یہاں پر یہ ثابت کروں گا کہ یہ مہنگائی حکومت کی پیدا کردہ ہے۔ یہاں پر آج یہ بات ثابت کروں گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ انشاء اللہ کبھی بھی عوام کے پاس نہیں جائیں گے۔ یہ ان کا آخری وقت تھا جو ختم ہو گیا۔ جناب والا! اب آپ نے دیکھا ہو گا کہ ملوں کو گندم کا کوٹہ تقسیم کرتے وقت کیسی غیر منصفانہ تقسیم کی جاتی ہے ۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ آج وہاں پر چہیتے مل والوں کو ان کی من پسند کے مطابق گندم دی جاتی ہے اور جو دوسرے لوگ ہیں ان کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ میں نہیں کہتا وہ میرے دوست جو حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے میری اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کا کوٹہ کیسے بڑھتا ہے ؛ انہیں کون سی کوشش کرنی پڑتی ہے کہ ان کا کوٹہ بڑھتا ہے۔ تو پھر جن لوگوں کا کچھ بھی کام نہیں بنے گا وہ کہاں جائیں گے وہ اس میں بد دیانتی کریں گے وہ مہنگا آٹا بیچیں گے وہ پانی لگائیں گے وہ کم تولیں گے ۔ تو یہ تمام تر ظلم میرے غریب پر ہو گا آج میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے دو بھائیوں ریاض حشمت جنجوعہ اور حاجی چن کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ جو یہ کڑوی کسیلی باتیں تو سن رہے ہیں لیکن یقیناً اندر سے ضرور سوچتے ہوں گے کہ آج ہمیں بھی کھل کر بات کرنی

چاہیئے۔ یہ اسمبلی سے باہر تو بات کرتے ہیں مگر نہ جانے یہاں پر کیوں خاموش ہیں؟ جناب والا! اس ملک میں پچھلے سال جب شوگر ملز کے تمام مالکوں نے ملک سے چینی برآمد کرنے کا مطالبہ کیا تو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک مخصوص شخص نے صرف اپنی چینی برآمد کی اور اس کے بعد پابندی لگا دی گئی۔ آج بھی تمام ملوں والے دو ماہ سے یہی واویلا کر رہے ہیں کہ ہمیں چینی برآمد کرنے کی جازت دی جائے۔ ملک میں چینی وافر موجود ہے اگر آپ برآمد کی اجازت نہیں دیں گے تو ہم بر وقت اپنی شوگر ملیں نہیں چلا سکتے۔ اور اس کا نتیجہ آپ نے دیکھا کہ چینی کا ریٹ 30 11 روپے سے 16 روپے پر چلا گیا۔ پھر 15 روپے ہوا اور آج بھی چینی کا ریٹ 14 روپے ہے۔ یہ حکومت کی اپنی نا اہلی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اگر آج سے ایک یا دو ماہ پہلے یہ تمام شوگر ملیں چل جاتیں تو آج وہ زمینیں فارغ ہو جاتیں وہاں پر گندم کاشت ہوتی اور ہمیں آئندہ گندم درآمد نہ کرنی پڑتی۔ یہاں پر حکومت کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مہنگائی نہیں بڑھ رہی تو اور کیا ہو رہا ہے؟ جناب والا! آپ نے دیکھا کہ گھی کارپوریشن کی بے پناہ ایسی آئٹمز ہیں جن پر انھوں نے ڈیوٹی کم کر دی ہے تو وہ کون سی ایسی قیامت برپا تھی۔ اگر imported oil پر ڈیوٹی کم کر دی جائے تو گھی کی قیمت کم ہو سکتی ہے مگر حکومت نہیں چاہتی۔ وہ چاہتی ہے کہ اس صوبے کی عوام اس ملک کی عوام صبح سے لے کر شام تک لائنوں میں کھڑے رہیں اور ہم ان کی طرف دیکھ کر صرف مسکراتے رہیں۔ آج آپ نے دیکھا کہ آئندہ اس ملک میں فرنس آئل سے تیار ہونے والی بجلی کے ریٹ اس صوبے کے لوگوں نے اس ملک کے لوگوں نے ابھی سے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ جب اٹھتے ہیں کبھی بجلی کا ریٹ بڑھ جاتا ہے کبھی سوئی گیس کا ریٹ بڑھ جاتا ہے اور کبھی آٹے کا ریٹ بڑھ جاتا ہے کبھی چینی کا ریٹ بڑھ جاتا ہے۔ کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں ہوتا جب کسی آئٹم کا ریٹ نہ بڑھتا ہو۔ جناب والا! آج اس ملک کی بے پناہ ملیں بند ہیں ان کے ورکروں سے پوچھیں جو ڈیوٹیوں پر نہیں جا رہے جو صبح سے لے کر شام تک یہ سوچتے ہیں کہ آٹا کہاں سے آئے گا چینی کہاں سے آئے گی گھی کہاں سے آئے گا۔ بیرونی ملکوں کے دوروں پر اربوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں اور اربوں روپے ملک سے باہر منتقل کیے جا رہے ہیں اور اس ملک میں کوئی سرمایہ کاری نہیں ہو رہی۔ جناب والا! اس ملک کو IMF کے اشاروں پر چلایا جا رہا ہے اور حکمران گھوڑوں کی خریداری میں مصروف ہیں کہ کس ملک سے کس نسل کا گھوڑا منگوایا جائے۔ احتساب کا رونا رونے والو! اب عوام کے پاس جا کر وہ لچھے دار تقریریں نہیں کر سکو گے بھول

جاؤ وہ بات یہاں ان حکومتی بنچز پر بیٹھ کر ذخیرہ اندوزوں کے خلاف بات کرنے والو سرگودھا میں میرے مدمقابل الیکشن ہارنے والے نے چینی کی 8 ہزار بوری سٹور کی جب ایک بیچارے مجسٹریٹ نے اس پر ریڈ کیا تو اس کا حال وہی جاتا کہ اس کے ساتھ کیا بیتی۔ جناب والا! یہاں پر ٹیکسوں کی بھرمار نے ہرشخص کا جینا دو بھر کر دیا ہے۔ جو زمیندار یہ سمجھتے تھے کہ پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئے گی تو ہمارا پرسان حال بنے گی اور ہم بھی خوشحال ہوں گے۔ آج جب وہ کھاد کی بات کرتا ہے جب بیج کا ریٹ دیکھتا ہے اور جب لائنوں میں لگ کر تیل لیتا ہے اور کبھی پانی کے مسئلے پر پریشان ہے اور جب ٹریکٹر کی طرف دیکھتا ہے تو وہ ایک لاکھ روپے مہنگا ہو گیا ہے۔ میرے بھائی میری باتیں سن کر چلے گئے ہیں ارے پی ٹی سی کا شیئر 50 روپے کا بیچا ہے وہ آج بھی 150 کا بکنے کے لیے تیار ہے۔ اس میں اربوں روپے کا گھپلا ہے جا کر انکوائری کیجیے تو آپ کو پتہ چل جائے کا بات کروڑوں کی نہیں ہے بات اربوں کی ہے۔ جناب والا! چند دن پیشتر شاید آپ نے بقایا جات کی لسٹ دیکھی ہو گی جس میں اس صوبہ پنجاب کا ایک وزیر اور پیپلز پارٹی کا ایک سینیٹر جس کی طرف پونے انچاس کروڑ روپیہ ہے۔ یہ باتیں تم کرتے ہو پہلے ان سے وصول کرو اپنے گھر سے بات کرو۔ آج بھی اس کی طرف پونے انچاس کروڑ روپیہ ہے۔ آج سے چند روز پہلے روزنامہ "خبریں" نے ایک لسٹ شائع کی ہے جس میں سب سے بڑی تعداد آپ لوگوں کی ہے ان لوگوں کی ہے جو آج حکومت کی گود میں بیٹھے ہیں۔ ان سے وصولی کیوں نہیں کرتے؟ اگر آپ اسی بات پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ dues کس کی طرف ہیں اور اس پاکستان کو کس نے لوٹا اس میرے وطن عزیز کو کس نے لوٹا۔ آج اس قوم کی مائیں پوچھتی ہیں آج اس قوم کے ننھے منھے بچے پوچھتے ہیں آج اس قوم کی بہنیں پوچھتی ہیں کہ پیپلز پارٹی والو تمہارے وہ سہانے خواب کدھر گئے جو کبھی ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ حشمت جنجوعہ صاحب آج جب آپ عوام کی کچہری میں جائیں گے پھر آپ کو پتہ چلے کا دال اور آٹے کا کیا بھاؤ ہے؟ جناب والا' اب تو پورے ملک کو گروی رکھ دیا ہے اور آپ سے میری یہ استدعا ہے کہ اس ہاؤس کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے اور وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے تو پتہ چل جائے گا۔جناب والا' ہمیں تو بولنے کا موقع نہیں دیا جاتا آج سپیکر صاحب نے مہربانی کی ہے کیوں کہ ویسے ہی ادھر سے دوست کم تھے اس لیے ہمارا ڈبل نمبر آ گیا اور ان کا سنگل نمبر آ گیا۔ تو آج ہم نے بھی اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ اپنے انتہائی پیارے بھائیوں کی نذر کر دیے خدارا سوچو وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب احسان الدین قریشی صاحب ــــ حاجی غلام صابر انصاری صاحب ــــ جناب ایس اے حمید صاحب ------ نہیں ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! لاء منسٹر صاحب کو موقع دے دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لاء منسٹر صاحب ۔

وزیر قانون ، شکریہ۔ جناب سپیکر ابھی بات ہو رہی تھی کہ ----

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی رانا آفتاب احمد صاحب

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب سپیکر! ایک چیز بڑی واضح ہو گئی ہے کہ اب حزب اختلاف کو اس چیز پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ ان کو مہنگائی پر بولنے کا موقع نہیں دیا گیا اور یہ پریس میں بھی آنا چاہیے کہ پورا وقت دیا گیا ہے اور ابھی بھی گورنمنٹ کی طرف سے پیش کش ہے کہ حزب اختلاف کی طرف سے جو بھی بولنا چاہتا ہے وہ بولے تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ وقت نہیں دیا گیا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے تو اسی لیے 8 سے 9 بجے تک ہاؤس کا وقت بڑھایا ہے تا کہ اس مسئلے پر کوئی تشنگی نہ رہ جائے ۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر ! جناب والا' جن لوگوں نے پالیسیاں بنائی ہیں اور جنھوں نے عمل درآمد کرانا ہے کم از کم ان کو تو یہاں بیٹھنا چاہیے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا' میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب وزیرموصوف نے جس طرف نشاندہی کی ہے ۔ ہاؤس کا وقت بڑھنے کا کسی کو علم نہیں تھا اور ہماری فہرست آپ کے پاس موجود ہے آپ نے اس میں دیکھا ہو گا کہ ہمارے اس میں بارہ نام ہیں ۔ اگر ان کو اوسطاً 7/7, 8/8 منٹ بھی ملتے رہیں تو ٹائم سے زیادہ نام ہیں اس لیے وہ حضرات ہاؤس سے تشریف لے گئے ہیں یہ بات نہیں کہ وہ بولنا نہیں چاہتے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جی لاء منسٹر صاحب

وزیر قانون ، شکریہ۔ جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے اس انتہائی اہم issue پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ جناب والا! مہنگائی ایک ایسا معاملہ ہے جسے اس وقت ہم صوبے کے اندر بھی اور ملک کے لیے بھی ایک burning issue قرار دے سکتے ہیں۔ سیاسی معاملات کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ حزب اختلاف کی طرف سے بھی بیان بازی ہوتی رہتی ہے اور بعض اوقات حزب اقتدار کے بعض اراکین بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا issue ہے جو directly پورے صوبے کے اندر ہر غریب اور ہر امیر کو متاثر کرتا ہے۔ جناب والا! عوام اپنے عوامی نمائندے اس لیے منتخب کرتی ہے کہ وہ ان کے مسائل سے آگاہ ہونے کے بعد ان ایوانوں میں پہنچ کر ان کے لئے بہتر منصوبہ بندی کریں گے اور انہیں زمانے کی مشکلات اور روزمرہ کی زندگی کے معمولات میں پیش آنے والی دقتوں سے بچانے کے لیے ان کے محافظوں کا کردار ادا کریں گے ۔ جہاں عوام ہمیں اپنا ترجمان بناتے ہیں جہاں عوام ہمیں اپنا نمائندہ بنا کر اپنی ترجمانی کے لیے بھیجتے ہیں وہاں وہ اپنے لیے سہولتیں اور آسانیاں حاصل کرنے کے لیے حکومت سے ہی توقع کرتے ہیں لیکن یہ توقع بھی محض حکومت سے ہی نہیں ہوتی اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اور حکومت سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اس حوالے سے برابر کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔ یہ ذمہ داری پالیسیاں بنانے کے لحاظ سے بے شک حکومت پر آتی ہے لیکن جمہوری دور میں اپوزیشن بھی جمہوری نظام کا ایک ایسا حصہ ہے کہ وہ کسی ملک کے اندر کسی صوبے کے اندر اس کے معاملات کو اس انداز میں چلانے کے لیے مدد کرتی ہے کہ جس کے نتیجے میں حکومت عوام کی بنیادی ذمہ داریاں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ایسا ماحول میسر آئے جس کے نتیجے میں حکومت اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کر سکے ۔ آج میں یہ کہوں گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت غریب عوام اپنے ضروریات زندگی کے معاملے میں پریشان ہیں ۔ مہنگائی نے ان کا جینا دو بھر کر رکھا ہے ۔ ایک غریب آدمی کے لیے آٹا دال چینی اور دوسری ضروریات زندگی چاہیے وہ سبزی ہی کیوں نہ ہو ان کے لیے دو وقت کی روٹی کھانا اور اپنے معمولات زندگی کو خوشی اور سکون کے ساتھ گزارنا یقیناً ایک مشکل مرحلہ بن چکا ہے ۔ لیکن اس مہنگائی کی صورت حال کے جو فیکٹرز ہیں ان کو بھی کم ازکم ضرور دیکھنا چاہیے ۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قیمتوں کو کنٹرول کرے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اشیاء کی قیمتوں کو عوام کی پہنچ تک محدود کرنے کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لائے ' اپنی پالیسیاں ایسی بنائے کہ جس کے نتیجے میں اشیاء کے نرخ اور قیمتیں عوام کی پہنچ میں رہیں

لیکن جناب سپیکر! ماضی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور دوسرے factors کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی حکومت کے ہاتھ میں جادو کی چھڑی نہیں ہوتی۔ جمہوری دور میں کبھی بھی tenure ایک سال کا نہیں ہوتا۔ چار یا پانچ سال کا عرصہ کسی بھی جمہوری حکومت کے لیے ضروری ہے اور آئین میں بھی یہ عرصہ اس لیے رکھا جاتا ہے کہ کوئی حکومت جو پالیسیاں بناتی ہے ان کے نتائج دو یا تین سال کے بعد سامنے آتے ہیں اور دو یا تین سال کے بعد عوام ان پالیسیوں کے مثبت نتائج کے نتیجے میں مستفید ہو سکتے ہیں اور اگر حکومت کی پالیسیاں مثبت نہیں ہوتیں، عوامی مفادات کے مطابق نہیں ہوتیں تو دو یا تین سال کے بعد عوام کے لیے مزید مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ آج اس وقت صوبے کے اندر اور ملک کے اندر جو صورت حال ہے اس میں بھی آپ ماضی کی حکومتوں کو یکسر نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کی پالیسیوں کو پس پشت نہیں ڈال سکتے اور آج جو مہنگائی ہے یہ صرف آج کی حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے ہے آج ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ آج اپوزیشن کے اراکین تقاریر تو کر سکتے ہیں لیکن محض یہ بات کہہ کر وہ یہ ذمہ داری ہمارے کندھوں پر نہیں ڈال سکتے کہ ان کے دور میں جو ہوا سو ہوا لیکن آج مہنگائی کیوں ہے۔ میں آج یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو بویا آج ہم کاٹ رہے ہیں اور آج جو ہم بوئیں گے وہ کل انتخابات میں ہم نے بھی کاٹنا ہے اور اس کے نتیجے میں شاید آئندہ ہم میں سے کوئی ہوں گے کوئی اور ہماری بجائے آ جائیں گے، ہم ان میں شامل ہوں گے یا کوئی اور ہوں گے۔ جناب سپیکر! آج کی پالیسیوں کے نتائج مستقبل میں جمہوری نظام پر بھی اثر انداز ہوں گے اور ملک کے عوام پر بھی اثر انداز ہوں گے۔ میں یہاں پر جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ فاضل اراکین اپوزیشن نے تنقید کی لیکن کاش اس ایوان میں بیٹھ کر تنقید کے ساتھ ساتھ وہ کوئی مثبت پالیسی بھی پیش کرتے اور کوئی مثبت تجاویز بھی پیش کرتے کہ حکومت ان تجاویز پر عمل کرے اور عوام کے لیے اس مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنی پالیسیاں revised کرے۔ جناب سپیکر! آج آٹا دال گھی چینی اور روز مرہ کی دوسری جو اشیاء ہیں ان کی قیمتوں میں اضافہ محض اس لیے نہیں کہ یہ مہنگائی حکومت کے کسی فیصلے یا حکم کی وجہ سے ہو گئی ہے۔ جناب سپیکر پٹرول مہنگا ہو گیا اس کے علاوہ ڈیزل وغیرہ بھی مہنگا ہو گیا اور جس کی وجہ سے مواصلات کا نظام مہنگا ہو گیا۔ بین الاقوامی حالات و واقعات کا بھی ان چیزوں سے گہرا تعلق ہے۔ دوسری دنیا میں دوسرے ملکوں میں جن کے ساتھ آپ کے ملک کے معاشی اور اقتصادی رابطے ہیں جن کے ساتھ مواصلات کے نظام کے لحاظ سے اور دوسری

پالیسیوں کے لحاظ سے آپ کے ان کے ساتھ معاہدے ہیں۔ جناب سپیکر! اس کے نتیجے میں چیزیں اگر بین الاقوامی سطح پر مہنگی ہوں گی تو آپ کے ملک کے اندر بھی مہنگائی بڑھے گی۔ مواصلات کا نظام مہنگا ہو گا تو ضرورت کی جتنی اشیاء ہیں جناب سپیکر وہ بھی مہنگی ہوں گی ۔ جناب سپیکر ماضی میں اپنی اپنی ملیں اور انڈسٹریز جو ہیں ان کے نظام کو تو بہتر بنانے کے لیے اور اپنے اپنے خاندانوں کے وسائل میں اضافے کے لیے تو پالیسیاں بنائی گئیں لیکن من حیث القوم پورے صوبے یا ملک کی عوام کے لیے کوئی ایسی پالیسی نہ بنائی گئی جس سے ملک کے وسائل میں اضافہ کیا جائے ۔ جناب سپیکر! پروڈکشن میں اضافے کے لیے کوئی مناسب پالیسیاں نہ بنائی گئیں اور جناب سپیکر! آمدنی بڑھانے کے لیے قومی آمدنی کے ذخائر ان میں اضافے کے لیے کوئی صحیح منصوبہ بندی نہ کی گئی جس کے نتیجے میں آج بے شک عوام کا معیار زندگی تو بلند ہے لیکن جناب سپیکر ان کا جینا دو بھر ہو چکا ہے ۔ اس ملک کے اندر ہر چیز کی قیمت آئے دن بڑھتی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ جمہوری حکومت ، جمہوری نظام میں سیاسی حالات اور واقعات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ حکومت کا کام ہے کہ وہ اقتصادی اور معاشی حالت بہتر کرے لیکن جناب سپیکر اقتصادی اور معاشی حالات بھی بہتر کرنے کے لیے بھی سکون چاہیے ' اقتصادی اور معاشی حالات بہتر کرنے کے لیے جمہوریت کا استحکام چاہیے۔ اس کے لیے جناب سپیکر امن عامہ بھی چاہیے اس کے لیے جناب سپیکر یہاں ایوان کے اندر بھی اور باہر بھی ایسی فضا چاہیے جس کے نتیجے میں حکومت اپنی عوامی ذمہ داریاں ادا کر سکے ۔ لیکن آج ہمارے ہاں جمہوری نظام ایسی شکل اختیار کر چکا ہے کہ اپوزیشن محض مثبت تنقید کا حق استعمال نہیں کرتی بلکہ اس تنقید کے حق کو اس انداز میں استعمال کیا جاتا ہے کہ اس وقت صوبے کے اندر بھی اور ملک کے اندر بھی جمہوری نظام کو تہس نہس کرنے کے لیے ' محاذ آرائی کی فضا قائم کرنے کے لیے کوشش کی جا رہی ہے اور اس محاذ آرائی کے نتیجے میں حکومت عوام کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی پالیسیاں بے شک بنا رہی ہے لیکن اس پر عمل کے وہ نتائج اس لیے سامنے نہیں آ رہے کہ حکومت اس وقت کوئی عوامی کام کرنے کی بجائے صرف صوبے کے اندر اور ملک کے اندر امن عامہ کا مسئلہ پیدا کرنا چاہتی ہے اور جمہوری نظام کو عدم استحکام کا شکار کرنا چاہتی ہے۔ لیکن آج اس issue پر بات کرتے ہوئے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ انشاء اللہ سیاسی حالات کو بھی اور جمہوری نظام کو بھی جناب سپیکر استحکام دینے کے لیے اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے اور انشاء اللہ سیاسی استحکام کے ساتھ

ساتھ ان اشیاء کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے واضح پالیسی بنائیں گےاور اس وقت بھی حکومت اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کر رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرے گی۔ جناب سپیکر! ماضی میں پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے لیے جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ پاپولیشن کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں کیا گیا یہ ایک ایسا جن ہے ' ایک ایسا issue ہے۔ جناب والا! جس کا پچھلے سالوں میں' ماضی میں اس صورت حال کا اس خطرے کا نوٹس لیا جانا چاہیے تھا۔ بڑھتی ہوئی پاپولیشن ہمارے صوبے اور ملک کے لیے ایک ایسا خطرہ ہے کہ جس کو پہلے کنٹرول نہیں کیا گیا۔ اس وقت حکومت نے ایک مضبوط اورمنظم پالیسی بنائی ہے جس کے نتیجے میں ہم بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول کرنے کے لیے جناب والا! ایک منصوبہ بندی کے ساتھ عمل کر رہے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں پہلے ہی وسائل ' پیداوار اور آبادی کے درمیان جو فرق پڑ چکا تھا ' ایک واضح فرق موجود تھا اس کے نتیجے میں مثبت نتائج سامنے نہیں آئے تھے۔ اب پاپولیشن کنٹرول کرکے ' پیداوار میں اضافہ کرکے اور وسائل میں بھی اضافہ کرکے ہم اس صوبے کے اندر اس مہنگائی کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ ان قیمتوں کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں اور اس میں ہم کامیابی حاصل کریں گے۔ جناب والا! انرجی مہنگی ہے ' بعض دوست کہتے ہیں کہ انرجی مزید مہنگی ہوجائے گی یقیناً انرجی مہنگی ہونے کے نتیجے میں ہی اس وقت بھی اشیائے ضرورت مہنگی ہو چکی ہیں۔ جناب والا! اس وقت انرجی کی کمی ہے ' لوڈشیڈنگ ہوتی ہے ادھر سردیاں شروع ہوتی ہیں' ادھر جناب والا! کارخانے بھی بند ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ کاروباری طبقے کا تمام کاروبار ٹھپ ہوجاتا ہے۔ جناب والا! ہماری حکومت نے اس وقت ماضی کو وہ issues کہ جن پر کوئی توجہ نہیں دی گئی کالا باغ ڈیم بنانے کے سلسلے میں غفلت کی گئی۔ جناب والا ! جہاں ہم کالا باغ ڈیم بنانے میں سنجیدہ ہیں وہاں پر ہم نے غازی بروتھا ڈیم کو بھی بنانے کا کام شروع کردیا ہے۔ اس پر میں وفاقی حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور غازی بروتھا ڈیم کے بعد اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب نے صوبہ پنجاب کے اندر Hydraul Power Projects بنا کر نہری نظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف سائیڈز پر Hydraul Power Projects بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم اپنے صوبے کے اندر بہنے والے پانی کو استعمال کر کے جہاں انرجی میں اضافہ کریں گے وہاں ایسے projects کے نزدیک حکومت کی پلاننگ یہ ہے کہ وہاں پر Industrial Estates بھی قائم کی جائیں۔ ان کو قریب ترین جگہ

سے انرجی مہیا کرکے پیداوار میں اضافے کے لیے اور کاروبار میں اضافے کے لیے ہم عوام کو ماحول فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! مہنگائی میں اضافے کا ایک factor یہ بھی ہے کہ گزشتہ سالوں کی پالیسیوں کی وجہ سے ملک اور صوبے کے اندر بے روز گاری کی انتہا ہے اور بے روز گاری کی انتہا کی وجہ سے بھی ہم اپنے ملک کے اندر نوجوانوں کے صلاحیتوں سے فائدہ حاصل نہیں کرسکے ۔ اب حکومت نے بے روز گاری پر جو پابندی تھی ، ملازمتوں پر جو پابندی تھی اس کو ہٹانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم نوجوانوں کو میدان عمل میں لا کر سرکاری ملازمتیں فراہم کرکے ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان سے فائدہ حاصل کریں گے اور اس کے نتیجے میں بھی ہمیں اپنی پالیسیاں بہتر بنانے کا موقع ملے گا۔ جناب والا ! میں آخر میں ایک دفعہ پھر یہ عرض کروں گا کہ محض ان رسمی معاملات پر نہیں ، صوبے کے دیگر معاملات میں بہتری کے لیے جو اقدامات کئے جارہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مہنگائی کا یہ issue جس کو آج آپ نے ایوان میں discuss کیا ہے۔ اس کا موقع تین مرتبہ اس ایوان میں دیا گیا۔ لیکن خود فاضل اراکین اپوزیشن نے بھی اس میں حصہ نہیں لیا تھا۔ آج میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تیسرے سیشن میں ایجنڈے میں یہ issue جب پھر شامل کیا گیا۔ تو آج انہوں نے اس میں حصہ لیا۔ اس پر میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ، ساتھ ہی میں آپ کی خدمت میں بھی ان کی انفرمیشن کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے سنجیدہ ہے۔ اور یہ پہلی دفعہ جناب والا!وزراء کی سطح پر ، 5 وزراء کو شامل کرکے ایک price study group بنایا ہے۔ اس study group کے چیئرمین منسٹر انڈسٹریز ہیں۔ جبکہ اس میں منسٹر کواپریٹو ، منسٹر فار پلاننگ ، منسٹر لاء یعنی میں اور منسٹر ایگریکلچر اور منسٹر منرل ڈویلپمنٹ جو ہیں ان کو شامل کرکے کیبنٹ کی ایک سب کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جس میں صوبے کے اندر موجود مختلف ماہرین جو مختلف معاملات کے حوالے سے مختلف شعبہ زندگی کے حوالے سے prices issue کو حل کرنے کے لیے ، prices کو کم کرنے کے لیے اور اشیائے ضرورت کی فراہمی کے لیے ، پیداوار میں اضافے کے لیے اور وسائل میں اضافے کے لیے انہیں ہم شامل کرکے انشاء اللہ صوبے کے اندر ہم ایک ایسا نظام لانا چاہتے کہ جس کے نتیجے میں جو یہ بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں ان کو کنٹرول کیا جائے گا اور ان کو ہم عوام کی پہنچ میں رکھنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا اور اراکین اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اور اجازت چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ شکریہ ۔ جی پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! میرے خیال میں ابھی تین چار منٹ باقی ہیں میں تھوڑی سے کچھ گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے پہلے تقریر نہیں کی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: میں پہلے تقریر کی ہے۔ لیکن میرا یہ ایک نکتہ ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایک منٹ بیٹھیں۔ آج کے اجلاس کی کارروائی نہایت اچھی طرح سے اختتام پذیر ہو رہی ہے اس کے لیے میں اپوزیشن کو اور حکومتی پارٹی دونوں کو مبارک باد دیتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جمہوریت کو اس ملک میں راسخ کرنے کے لیے یہی طریقہ ہے کہ ہاؤس کے دونوں اطراف جمہوریت کی خاطر اس طرح بردباری سے تحمل سے حوصلے سے کارروائی میں حصہ لیں اور اس ملک میں اس کو اور زیادہ مضبوط کریں۔ اب میں اجلاس کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔ مہربانی شکریہ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چودھواں اجلاس)

جمعرات، 8- دسمبر، 1994ء

(پنج شنبہ، 4- رجب المرجب 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں صبح دس بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر، منظور احمد موہل کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾
وَسَارِعُوٓا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْأَرْضُ ۙ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ
وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾

سورہ آلِ عمران آیات 132 تا 134

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو! اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعتوں میں آسمان و زمین آ جائیں پرہیز گاروں کے لیے تیار ہے۔ پرہیز گار وہ جو اللہ کی راہ میں خوشی میں اور رنج میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پی جانے والے لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! Call Attention Notice کے بارے میں ذرا فرمائیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! جناب وزیر اعلیٰ تشریف لا رہے ہیں۔ تحریک التوائے کار کے بعد Call Attention Notice رکھ لیجیے۔ وہ جواب دینے کے لیے ایوان میں آ رہے ہیں۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی عثمان ابراہیم صاحب۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! پچھلی مرتبہ بھی یہی ہوا تھا کہ وزیر قانون صاحب نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ وزیر اعلیٰ تشریف لا رہے ہیں لیکن وہ تشریف نہیں لائے تھے اور وہ Call Attention Notice lapse ہو گئے تھے۔ لہذا میری گذارش ہے کہ اگر کسی وجہ سے وزیر اعلیٰ صاحب تشریف نہ لا سکیں تو اسے اگلے اجلاس کے لیے pending ضرور کر دیا جائے اگر آج اجلاس ختم ہو جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! گذشتہ اجلاس میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائے تھے۔ کوئی ایسی بات نہیں کہ وہ نہیں آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ بات ٹھیک ہے لیکن اکثر میں نے یہ دیکھا ہے کہ Call Attention Notice والے دن وزیر اعلیٰ صاحب آتے نہیں ہیں۔ تو میری اس بارے میں رائے یہی ہے کہ یہ جو ایوان ہے یہ سب سے بالا ہے۔ وزیراعلیٰ صاحب بھی اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔ تو میری observation یہی ہے کہ ہاؤس میں ان کو وقت پر تشریف لانا چاہیے۔ Call Attention Notice کے لیے وزیر اعلیٰ کی حاضری ضروری ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب تحریک التوائے کار کے بعد تشریف لائیں گے اگر وہ آ جاتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میں اس کو اگر اجلاس بھی ختم ہو گیا تو پھر بھی pending رکھتا ہوں۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! بہت شکریہ جس طرح آپ نے Call attention کی اہمیت کو highlight کیا۔ جناب والا! اس سے پہلے پچھلے اجلاس میں بھی گجرات کے حوالے سے ایک Call Attention Notice تھا اگر اس کے بارے میں آپ کوئی حکم صادر فرما دیں تو بہتر ہو گا۔ کیونکہ آپ نے اس کو pend فرمایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، عمران مسعود صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں نے بات کر دی ہے۔ بہرحال عقل مند

کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 31 دی گئی جس کا جواب وزیر قانون کے ذمے تھا۔ اور اس کو pending کر دیا گیا تھا۔ مہربانی فرما کر جب تحریک التوائے کار کی باری آئے تو اس کو priority پر رکھا جائے۔

استحقاق

تحریک استحقاق کے غلط جواب کی فراہمی

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے جب یہ مرحلہ آئے گا تو دیکھیں گے۔ اب تحریک استحقاق نمبر 6 جو کہ ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ جو take up ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں جس پر short statement بھی ہو گئی تھی۔ اب وزیر قانون صاحب اس پر جواب دیں گے۔ جی وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں مشکور ہوں جناب ارشد عمران سلہری کا کہ انہوں نے میرے ہی حوالے سے تحریک استحقاق پیش کی۔ عجیب لگتا ہے کہ میں اپنے آپ کو یہاں پر defend کرنے کے لیے وضاحت دوں۔ ایسے لگتا ہے جیسے personal explanation ہو لیکن اسے میں ایک تحریک استحقاق کے حوالے سے لیتے ہوئے، اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے جناب سپیکر!------

جناب ڈپٹی سپیکر، اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں I call the House to order ۔ انعام اللہ نیازی صاحب نے اپنی آمد ثابت کر دی ہے۔ نیازی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ شکریہ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اپنی پارلیمانی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس تحریک استحقاق کا جواب دینا چاہتا ہوں اور اس میں یقیناً اہم نکات اٹھائے گئے ہیں اور یہ تحریک استحقاق base کرتی ہے ایک ایسی ہاؤس کی statement کے بارے جس میں ایک تحریک استحقاق کو defend کرتے ہوئے، اس کا جواب دیتے ہوئے میں نے ایوان میں جو کچھ کہا اس کے بارے میں فاضل محرک جو ہیں انہوں نے اپنی اس تحریک استحقاق میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے غلط جواب دیا۔ اور میں نے ایوان کا استحقاق مجروح کیا۔ جناب سپیکر! اگر رول 55 دیکھا جائے تو اس کے تحت بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ یہ فوری

نوعیت کا معاملہ نہیں ہے ۔ جناب سپیکر ! اس وقت ایوان جاری تھا۔ 22 نومبر کو میں نے یہ سٹیٹمنٹ دی جب کہ 23 نومبر کو بھی اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ اگر انھیں یہ احساس ہوا کہ میں نے غلط جواب دیا ہے تو انھیں 23 نومبر کو میرے خلاف یہ تحریک استحقاق پیش کرنی چاہیے تھی۔ اس لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رول 55 کے تحت ان کی یہ تحریک استحقاق نا قابل پیش رفت ہے اور اس سلسلے میں MAYS کی پارلیمنٹری پریکٹس کے صفحہ نمبر 347 اور 48 کا حوالہ بھی دینا چاہتا ہوں اگر آپ اسے ملاحظہ فرمائیں تو اس میں بھی یہ بات واضح کی گئی ہے اور صفحہ نمبر 347 پر درج ہے کہ the matter must be raised at the earlist opportunity تو انھیں 23 نومبر کو opportunity حاصل تھی انھیں 23 نومبر کو ہی یہ تحریک استحقاق پیش کرنی چاہیے تھی۔ اس کے باوجود اگر یہ مان لیا جائے کہ بیان متنازع تھا تو اس کے خلاف بھی یہ تحریک استحقاق پیش نہیں کر سکتے اور اس کے لیے میں اپنے موقف کو KAUL کی جو پریکٹس اور procedure of parliament ہے اس کے صفحہ نمبر 234 کی طرف آپ کو refer کروں گا اگر آپ اسے بھی پڑھیں تو اس سے بھی یہ صورت حال واضح ہو جاتی ہے۔ جہاں تک انھوں نے تحریک میں یہ کہا ہے کہ میں نے اپنے جواب میں یہ کہا کہ معطلی کے دوران کسی پولیس آفیسر کو آدھی تنخواہ دی جاتی ہے۔ تو جناب والا' فاضل محرک نے حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے۔ جناب والا ! اسمبلی کے اس روز کی جو کارروائی ہے میں اس کا لفظ بہ لفظ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کہ 22 نومبر کو اسمبلی کی کارروائی میں میرے جو الفاظ ہیں میں ایک دفعہ پھر ریکارڈ کرانے لگا ہوں۔ کہ میں نے جہاں تک معطلی کے آرڈر کو پڑھا ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر: I call the House to order . جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون : میرے الفاظ ہیں کہ جہاں تک میں نے اسے پڑھا ہے یعنی معطلی کے آرڈر کو اور مجھے یاد ہے اس میں یہ کہا گیا تھا کہ معطلی کے عرصہ میں وہ آدھی تنخواہ وصول کرے گا۔ جناب والا! میں اپنی یادداشت کے حوالے سے اور معطلی کے آرڈر میں جو کچھ لکھا گیا تھا میں نے اس کے حوالے سے بات کی کہ مذکورہ معطل شدہ پولیس آفیسر آدھی تنخواہ وصول کرے گا ۔ جناب والا! تو آج پھر آپ کے ریکارڈ کے لیے معطلی کا آرڈر جو متعلقہ ایس ایس پی کا ہے میں وہ پڑھ کر سناتا ہوں اس کے الفاظ میں واقعی یہی بات لکھی ہے۔ اب اگر ایک senior police officer کوئی غلط بات کرتا ہے تو اس نے غلط بات کی ہے۔ اس کے غلط بات کہنے سے لکھنے سے یا صحیح بات کہنے لکھنے سے میں نے ایوان کا استحقاق مجروح

نہیں کیا۔ ہمیں جو کوائف مہیا کیے جائیں گے یا جو facts ہیں۔ ان facts کی بنیاد پر ایوان کے اندر statement دینے سے ایوان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ آرڈر یہ ہے کہ

They will draw half of the pay with usual allowances during the period under suspension. Sd/- Muhammad Habibur Rahman, Senior Superintendent of Police Order No. 4279-80 dated 31st October, 1994.

جناب والا! تو یہ معطلی کا آرڈر ہے جس میں آدھی تنخواہ وصول کرنے کی بات کی گئی ہے اور اس کے بعد فاضل رکن نے اس پر دوسرا یہ اعتراض کیا کہ وزیر قانون نے ایوان میں کہا کہ افسران بالا کے حکم پر معطل شدہ پولیس کے اہلکار ڈیوٹی سر انجام دے سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ بات بھی غلط کی اس لیے ایوان کا استحقاق مجروح کیا۔ جناب والا! Service Rules اپنی جگہ پر لیکن پولیس ملازمین پولیس ایکٹ کے تابع اپنے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ میں پولیس ایکٹ 1961 کے حوالے سے سیکشن (8) کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ صفحہ نمبر 18 اور 19 پر ہے۔ جناب والا! میں سیکشن (8) کا حصہ آپ کے سامنے پڑھتا ہوں کہ

The Police Officer shall not by reason of being suspended from office ceased to be a police officer during the term of such suspension they pass, function and privileges vested in him as a police officer, but he shall continue as a police officer subject to the same responsibilities, discipline and penalties and to the same authority as if he has not been suspended

تو جناب والا! پولیس ایکٹ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ معطلی کی حالت میں انہی ذمہ داریوں اور panalities کے لیے same authorities کے اندر رہ کر کام کرے گا۔ اور میں نے اس روز کی اپنی سٹیٹمنٹ میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کی تھی میں آپ کو اپنی تقریر کے وہ الفاظ بھی پڑھ کر سناتا ہوں۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جو معطل شدہ مذکورہ آفیسر ہیں اس کی سرکاری حیثیت کو سرکاری ملازمت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ وہ آفیسر مذکورہ سرکاری ملازم رہتا ہے اور سرکاری ملازم ہوتے ہوئے اگر افسران بالا اسے کوئی ڈیوٹی سر انجام دینے کا حکم دیں تو وہ دے سکتا ہے۔ یعنی وہ از خود کوئی کام نہیں کر سکتا لیکن افسران بالا اس صورت حال میں بھی اگر اسے کوئی ذمہ داری ادا کرنے کو کہیں تو

پولیس ایکٹ کے تحت وہ ذمہ داری پوری کرنا اس کا فرض ہے اس لیے کہ وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ جناب والا' میں ان حوالہ جات کے لحاظ سے یہ کہنا چاہوں گا کہ انھوں نے رول 162 کا حوالہ دیا وہ بھی مذکورہ سیکشن (8) کے تابع ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ اس لیے مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ تحریک استحقاق نا قابل پذیرائی ہے اور جواب وہ جو کوئی جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک عباس کھوکھر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک غلام عباس کھوکھر، جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب کی ضرور یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ قانون کا سہارا لے کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کریں لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر گزارش کی تھی اور محرک نے بھی قانون اور رول کے مطابق حوالہ دیا ہے کہ ایک آدمی معطل ہو تو وہ ڈیوٹی نہیں دے سکتا۔ وہ تو judicial Guard پر بھی ڈیوٹی نہیں دے سکتا چہ جائے کہ کوئی Exective duty دے لیکن اب اسے سچ ثابت کرنے کے لیے جو یہ سہارا لے رہے ہیں۔ اصل حقیقت کچھ اور ہے حقیقت یہ ہے کہ جس پولیس آفیسر کو انھوں نے معطل کیا ہے اس نے ان کو دھمکی دی ہے کہ ہم آپ کے کہنے پر ناجائز کرتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ لوگ ہمارے خلاف کوئی ایکشن لیں گے تو ہم تمہارا غلط قانون نہیں مانیں گے ــــــ

MR. DEPUTY SPEAKER: This is no point of order.

ملک محمد عباس کھوکھر، یہ حکومت کی بلیک میلنگ ہے اور یہ پولیس کے سہارے پر قائم ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ ان کو کہیں کہ جو سچ بات ہے اس کو مان لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں میری بات سنیں۔ اب آپ تو پرانے پارلیمنٹیرین ہیں میرے خیال میں آپ چوتھی مرتبہ آئے ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر، جناب والا' میرا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، بات یہ ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا۔

ملک محمد عباس کھوکھر، میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ جس چیز کا وہ سہارا لے رہے ہیں کہ ایک آدمی ڈیوٹی نہیں دے سکتا ــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی تشریف رکھیں۔ جی لاء منسٹر صاحب!

ملک محمد عباس کھوکھر، جناب والا! میں یہی گزارش کر رہا ہوں کہ جس چیز کا وہ سہارا لے رہے ہیں' ایک آدمی ڈیوٹی نہیں دے سکتا..........

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون وپارلیمانی امور!

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ایسی سٹیٹمنٹ جس میں deliberately کوئی جھوٹ بولے اس پر تو تحریک استحقاق لائی جا سکتی ہے لیکن facts کو state کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے جو statement دی جائے جس کا مطلب کسی معاملے کی وضاحت ہو ایسی صورت حال میں اس طرح سے تحریک استحقاق پیش نہیں کی جا سکتی۔ میں نے جناب سپیکر! آپ کو ایک حوالہ بھی دیا ہے۔ قول کی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۳۴ کا میں نے حوالہ دیا تھا۔ جناب سپیکر! اسے ذرا ملاحظہ فرمائیے اس میں بھی لکھا گیا ہے۔۔۔

> the incorrect statement made by a minister cannot make a basis for a breach of privilege. It is only a deliberate line that can be substantiated That would certainly bring the offence within the meaning of a breach of privilege. Other lapses, other mistakes do not come under this category because every day we find that ministers make their statements in which they make mistakes and which they correct afterwards

جناب سپیکر! یہاں تو وہ بھی صورت حال نہیں ہے۔ جناب سپیکر! statement کے حوالے سے نہیں بلکہ پولیس ایکٹ کے حوالے سے بات کی تھی اور میں نے یہ بات بھی آپ کے سامنے واضح کی ہے کہ میں نے جو سٹیٹمنٹ اس روز ایوان میں دی اس میں قطعی طور پر کوئی ابہام نہیں تھا میں نے اس روز جو سٹیٹمنٹ دی وہ بھی اور آج بھی جس موقف کے سہارے اور جن دلائل کے سہارے میں نے اس تحریک استحقاق کا جواب دیا ہے اس حوالے سے یہ تحریک نہ تو فوری نوعیت کی ہے اور نہ ہی یہ entertain کی جا سکتی ہے اس لیے یہ ناقابل پذیرائی ہے۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق رول آؤٹ کی

جانی چاہیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! وزیر قانون نے میری تحریک استحقاق نمبر ۲ کا جواب دیتے ہوئے کہا، میرا ان کے اوپر میں الزام تو نہیں کہتا کہ وزیر قانون پنجاب نے ۲۲ نومبر کو انہوں نے on floor of the House خود بھی کہا ہے کہ سید ظفر علی شاہ کی تحریک استحقاق نمبر 2 اور اس کے ساتھ ہی ایس اے حمید صاحب کی تحریک استحقاق اور میری تحریک استحقاق نمبر ۵ جو میں ابھی پڑھ کر سناتا ہوں اس کے دوران یہ کہا........

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب بات یہ ہے کہ کل آپ نے اپنی تحریک استحقاق پر short statement دی وزیر موصوف نے اب اس کا جواب دیا ہے......

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اب بھی وزیر موصوف نے حقائق کو مسخ کیا ہے....

جناب ڈپٹی سپیکر، سلہری صاحب آپ میری بات سنیں، بات یہ ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ آپ جواب دیں اور پھر وزیر صاحب دیں پھر آپ دیں اور یہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ اس طرح سے نہیں ہوتا آپ نے اپنی تحریک استحقاق پڑھی اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دی اب آپ صرف specific بات کریں کہ آپ وزیر موصوف کے بیان سے مطمئن ہیں یا نہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میری تو تحریک بھی specific ہے اور میرا جواب اور تقریر بھی specific ہو گی۔ انہوں نے آج بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ جن پولیس رولز کا یہ حوالہ دے رہے ہیں میں وزیر موصوف سے کہوں گا کہ ان کو آگے تک تو پڑھیں، جہاں تک آپ کو suit کرتا ہے صرف وہاں تک نہ رہیں بلکہ آگے بھی پڑھیں۔ جناب سپیکر! میں بھی آپ کی اجازت سے وہ رول دوبارہ پڑھنے کی اجازت چاہوں گا۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ شاید یہاں پر میری personel explanation call کی جا رہی ہے۔ جناب وزیر موصوف سے میری یہ گزارش ہے کہ ہمارا قطعاً یہ ارادہ نہیں۔ لیکن یہ پنجاب کا ایوان ہے اور یہ پنجاب کے وزیر قانون ہیں آپ یہاں قانون کو لاگو کرتے ہیں قانون بناتے ہیں اس لیے آپ کا اس مقدس ایوان میں غلط بیانی کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ 22 نومبر کو جو میں نے آرڈرز پڑھے جو میں نے اس وقت کہا وہ ہمیں جو پولیس افسران نے اطلاع دی تھی وہ پڑھ دی۔ کل میں نے اپنی تحریک استحقاق میں بھی یہی مؤقف

اختیار کیا تھا کہ فردوس خان انسپکٹر کو سرے سے معطل ہی نہیں کیا گیا پولیس افسران نے اس وقت بھی حقائق کو مسخ کرکے آپ کو اطلاع دی تھی اور وہ غلط تھی اسی وجہ سے ہم نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ جناب سپیکر! آج وزیر قانون نے جن رولز کا حوالہ دیا ہے کہ رول نمبر ۵۵ کے تحت یہ تحریک استحقاق فوری نوعیت کی نہیں ہے۔ جناب سپیکر! ۲۲ نومبر کی ان کی تقریر تھی، ۲۲ نومبر کو ضرور اجلاس ہوا لیکن میں نے اس کے حقائق، نوٹیفکیشن کی کاپی اور ثبوت لینے کے لیے معمولی سا وقت لیا جیسے ہی مجھے اس کے ثبوت مل گئے میں نے فوری طور پر تحریک استحقاق ایوان کے اندر پیش کر دی جس کو آپ نے منظور کیا جس کے لیے میں آپ کا مشکور ہوں۔ جناب سپیکر! آج بھی وزیر قانون یہی کہہ رہے ہیں کہ معطل شدہ ملازم آدھی تنخواہ لیتا ہے۔ جناب والا! یہ بھی ایس ایس پی صاحب نے ان کو لکھ کر بھیجا تھا اور وہی انہوں نے ایوان کے اندر پڑھ دیا اور نوٹیفکیشن جس کی کاپی بھی میں نے ساتھ لگائی ہے وہ کیا حکومت نے شائع نہیں کیا تھا۔ اس کا نوٹیفکیشن پنجاب حکومت نے ہی کیا ہے۔ آپ اتنے لاعلم وزیر قانون ہیں کہ ہم نے کون سا قانون کس وقت پاس کیا ہے جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ یہ میرا نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ یہاں پر پولیس کو defend کرنے کے لیے جھوٹ بولا جا رہا ہے کیونکہ انہی کے سہارے یہ حکومت چل رہی ہے۔ اب ان لوگوں کا دفاع کرتے ہوئے حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے اور غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے۔ ہاؤس میں غلط سٹیٹمنٹ دی جاتی ہیں اس لیے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ جو پوشیدہ حقائق ہیں وہ بھی سامنے آ جائیں اور کمیٹی اس کی مکمل طور پر چھان بین کر سکے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں کہنا یہ چاہوں گا کہ اس تحریک کا بنیادی نکتہ یہ ہے اور اس پر تمام پارلیمانی روایات بھی تواتر کے ساتھ موجود ہیں کہ اگر ایوان میں کوئی وزیر پارلیمانی سیکرٹری یا کوئی اور ذمہ دار عہدیدار غلط بیانی کرے تو اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے اور اس پر کوئی دو آراء بھی کبھی نہیں رہیں۔ اب آپ نے دیکھنا یہ ہے کہ تحریک استحقاق میں جو بنیادی نکتہ اٹھایا گیا ہے وہ یہ کہ وزیر موصوف نے غلط بیان دیا وہ بیان غلط تھا یا نہیں تھا اس بنیاد پر آپ نے تحریک استحقاق کو admit کرنا ہے یا reject کرنا ہے اور مزید یہ کہ وزیر کی حیثیت سے انہوں نے حلف اٹھایا

ہے کہ وہ ایمان داری کے ساتھ اپنے فرائض سر انجام دیں گے اور ایمان داری میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایوان میں جو بات کریں گے وہ سچ کریں گے اور وہ جھوٹ نہیں کریں گے ۔ اگر انہوں نے غلط بیانی کی ہے اور آپ اس پر قائل ہیں تو پھر یہ واضح طور پر breach of privileges ہے اور اسے کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جناب ہی کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے ....

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کس پوائنٹ پر بات کر رہے ہیں؟

جناب ایس اے حمید: اسی بات پر ....

جناب ڈپٹی سپیکر: کس بات پر؟ On what ground ۔ آپ تشریف رکھیں پہلے میری بات سن لیں۔ بات یہ ہے کہ اگر اس پوائنٹ پر ہر ممبر Without raising any point کھڑا ہو جائے اور کہے کہ میں اسی بات پر بول رہا ہوں۔ جس طرح آپ کو حق حاصل ہے اسی طرح تمام فاضل اراکین کو حق حاصل ہے۔ اسی طرح ۲۴۸ فاضل اراکین اس پوائنٹ پر کہیں کہ ہم بھی اسی بات پر بول رہے ہیں تو پھر سپیکر کے لیے ہاؤس چلانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ پہلے بتائیں کہ آپ اس مرحلے پر پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟ اپنی کوئی ذاتی وضاحت کرنا چاہتے ہیں یا کیا آپ اس تحریک کے محرک ہیں؟ کیا بات ہے آپ پہلے مجھے یہ تو بتائیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں اور اسی تحریک کے حوالے سے جو میں نے بھی ۳۰ نومبر کو دی تھی ......

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ پہلے بتائیں کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں ....

جناب ایس اے حمید: جناب والا! آپ میری بات تو سنتے نہیں ہیں ....

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں آپ پہلے بتائیں کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں پھر میں بات سنوں گا۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! میں نے کہا ہے کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں یہ آپ نے پہلے قطعاً نہیں کہا' بلکہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس پوائنٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں اب آپ کہہ رہے ہیں تو آپ بات کریں۔

جناب ایس اے حمید، ٹھیک ہے جناب سپیکر! میں آپ کی بات مان لیتا ہوں مجھے بات تو کرنے دیں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وزیر قانون صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ اس تحریک کو فوری طور پر Take up نہیں کیا گیا۔ آپ اسی روز کرسئ صدارت پر جلوہ افروز تھے ۲۳ نومبر کو میں نے یہ تحریک دی میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی میں نے یہ کہا۔ جبکہ اکرام ربانی صاحب نے اس وقت ان کا نوٹیفکیشن پڑھ کے سنایا تھا۔ جب میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا۔ تو آپ نے بڑے جلال میں آکے کہا کہ میں حکومت کو یہ direction دیتا ہوں کہ اس کو معطل کیا جائے۔ جناب والا! اس کے بعد وہ ڈیوٹی پہ تھا۔ جناب والا! میں بات کو ختم کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تو وہ ساری کہانی بیان کر رہے ہیں جو یہاں پر ہوئی ہے۔

جناب ایس اے حمید، نہیں جناب کہانی نہیں بنا رہا۔ میں کہانی بیان نہیں کر رہا بلکہ میں تو دو لفظوں میں بات کر رہا ہوں ۔ کہ اس کے بعد وہ ڈیوٹی پر تھا وہ ہائی کورٹ بھی گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو سب نے بیان کیا ہے۔ یہ سب باتیں میرے علم میں بھی ہیں۔ آپ کوئی ایسی نئی بات بتائیں جو میرے علم میں نہ ہو یا کوئی ایسا حوالہ یا کوئی ایسی بات بتائیں۔ یہ تو وہی باتیں ہیں آپ اس کو دہرا رہے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کی اتھارٹی کو چیلنج کیا گیا ہے' سپیکر کی اتھارٹی کو چیلنج کیا گیا ہے۔ جناب والا! اور جو وزیر قانون نے پڑھا ہے۔ میں ذرا اس سے آگے جانا چاہتا ہوں۔ وہ اس کا اگلا پیرا نہیں پڑھ پائے۔ جناب والا! کی اجازت ہو تو میں پڑھوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! یہ کیا بات ہوئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ مہربانی کریں۔ میں ایسے اجازت نہیں دوں گا۔ آپ مجھے کوئی ایسی بات نہیں بتا رہے جو نئی ہو۔ یہ تمام وہی باتیں ہیں جو پہلے اس ہاؤس میں ہو چکی ہیں۔

جناب ایس اے حمید، اس کا مطلب ہے جناب والا! کہ اگر قانون کو غلط interpret کیا جائے۔ تو

آپ اجازت نہیں دیں گے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کوئی عدالت ہے۔ آپ یہاں پر کوئی کیس fight کر رہے ہیں۔
جناب ایس اے حمید: اس سے بڑی عدالت اور کون سی ہوسکتی ہے۔ عدالتیں تو آپ کے ماتحت چلتی ہیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی نہیں۔ رانا اقبال صاحب آپ کس پوائنٹ پر ہیں۔
رانا محمد اقبال خان: پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔
جناب ایس اے حمید: جناب والا! مجھے اجازت دی جائے بات کرنے کی۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں I rule it out میں آپ کو واضح بتادوں کہ میں نے آپ کو بڑی liberty دی ہے لیکن اگر آپ ہر بار اس کا ناجائز فائدہ اٹھائیں گے تو ٹھیک نہیں۔
جناب ایس اے حمید: میں اس ناروا رویہ کے خلاف علامتی واک آوٹ کرتا ہوں۔ (اور اس مرحلہ پر جناب ایس اے حمید صاحب ہاؤس سے واک آوٹ کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔)
جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو رولز کے مطابق اجازت دے سکتا ہوں۔ --- جی رانا اقبال صاحب۔
رانا محمد اقبال خان: جناب والا! وزیر قانون صاحب نے تحریک استحقاق کو تکنیکی طور پر ناک آوٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس معزز ایوان میں وزراء کرام اگر کوئی جھوٹی سٹیٹمنٹ دیتے ہیں کیونکہ وہ حکومت کی طرف سے ذمہ دار ہوتے ہیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب یہی بات پہلے تابش الوری صاحب نے کہی ہے۔ مقصد میرا یہ ہے کہ ہو بہو یہی بات فاضل رکن تابش الوری بیان کرچکے ہیں کہ یہاں اگر کوئی وزیر غلط بیانی کرے تو استحقاق مجروح ہوتا ہے۔
رانا محمد اقبال خان: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس کو تکنیکی طور پر ناک آوٹ نہ کیا جائے۔ بلکہ وزیر صاحب کو ہدایت فرمائی جائے۔ بلکہ دیگر وزراء کرام کو بھی ہدایت فرمائی جائے کہ کم از کم اسمبلی کے فلور پر جھوٹی بات نہ کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ مہربانی۔ خواجہ صاحب۔ اب میں فیصلہ کرنے لگا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، وہ ہمارے انتہائی قابل احترام وزیر قانون۔ ماشاء اللہ بڑے خوبصورت ہیں۔ بڑے سمارٹ ہیں۔ ان کی کالی زلفیں بھی ہواؤں میں بکھری رہتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ (ہنستے ہوئے۔)

خواجہ ریاض محمود، ہم ان کی ذہانت اور قابلیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی وساطت سے ان سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے اپوزیشن بنچز پر جو فاضل اراکین ہیں خصوصی طور پر۔ جب انتظامیہ کے قانون توڑنے کی یا اس قانون کی پیچیدگی کو نہ پہچاننے کی بات اس ہاؤس میں کریں۔ کہ یک گیئر نہ لگایا کریں، جھوٹ نہ بولا کریں۔ ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کوئی کوئی شعر پڑھیں۔ کیونکہ میں نے تو آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر شعر پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

خواجہ ریاض محمود، بس میں تو یہی کہوں گا کہ ہمارے بنچوں کی طرف سے سوال و جواب اٹھتے ہیں۔ اور جناب وزیر قانون کا اس سلسلے میں جو رویہ ہوتا ہے میں یہی کہوں کہ بس اتنی بات پر،

بس اتنی بات پر دشمن بنی ہے گردش دوراں
خطا یہ ہے کہ چھیڑا کیوں تیری زلفوں کا افسانہ
چراغ زندگی کو ایک جھونکے کی ضرورت ہے
تمہیں میری قسم ہے پھر ذرا دامن کو لہرانا
اور تیری محفل میں ساغر سا بھی کوئی اجنبی ہوگا
یہ ظالم ایک مدت سے نہ اپنا ہے نہ بے گانہ

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔ بیٹھیں۔ جی آفریدی صاحب۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کو نئی بات بتانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، آپ نے فرمایا کہ کوئی نئی بات لائی جائے۔ تو میرے علم میں جو نئی بات آئی ہے اسی تحریک کے متعلق۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے وزیر قانون صاحب بالکل معصوم ہیں، بے

گناہ ہیں۔ یہ بیورو کریسی نے ان کو غلط feeding کی۔ اور آج یہ ساری رات بیٹھے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ میرے پاس ثبوت موجود ہے کہ یہ رات ڈیڑھ بجے تک بیٹھے رہے ہیں۔ پورے اس ایوان کے تقدس کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، on the Floor of the House جھوٹ بولا جا رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا آپ نے ابھی کچھ کہنا ہے؟

وزیر قانون، صرف مختصر سی بات ہے۔ جناب والا! نہ تو جھوٹ بولا ہے۔ نہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے۔ فاضل محرک نے جو بات کی کہ لاعلم ۔ جناب والا نہ ہی لاعلم ہوں اور۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ ایس اے حمید صاحب کو تلاش الوری صاحب جا کر ہاؤس میں واپس لائیں۔ اصل میں میں چاہتا ہوں کہ وہ بڑے ہونہار پارلیمنٹیرین ہیں۔ (قطع کلامیاں) عمران مسعود صاحب بیٹھیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! مجھے ایس اے حمید صاحب کا پیغام آیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر سپیکر صاحب خود مجھے نہیں منائیں گے تب تک میں اندر نہیں آؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے تو آپ کے کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔

میاں عمران مسعود، نہیں جناب ان کی یہ درخواست ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں خود پیار سے لائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کو لائیں۔ میں یہ بھی واضح کر دوں۔ اصل میں چونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایس اے حمید صاحب محنت کرتے ہیں۔ جب وہ غیر ضروری طور پر کھڑے ہوتے ہیں تو مجھے دکھ ہوتا ہے کہ وہ بڑے ہونہار پارلیمنٹیرین ہیں۔ ان کی طرف سے میں یہ توقع نہیں کرسکتا۔ اگر میرے

دوست خواجہ صاحب کھڑے ہو جائیں کوئی شعر سنائیں تو پھر میں ان کو اجازت دے دیتا ہوں۔
مہربانی۔ جی---
سید تابش الوری، جناب والا! میں آپ کی طرف سے آپ کی محبت کا پیغام پہنچانے جا رہا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اگر ایک دو جملوں میں ان کو اجازت دے دیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں وہ جو بھی کریں گے میں ان کو اجازت دے دوں گا۔ لیکن میں تو ان کی اچھائی کے لیے یہ کرتا ہوں۔ اس میں میری کوئی بات نہیں۔ جی۔وزیر قانون۔
وزیر قانون، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ نہ جھوٹ بولا ہے۔ نہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے۔ اپنے فرائض بھی ایمان داری کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ فاضل محرک نے کہا ہے کہ حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔ میں لاعلم ہوں۔ جناب والا! نہ ہی میں لاعلم ہوں نہ ہی حقائق کو مسخ کیا ہے۔ جس نوٹیفکیشن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے وہ پولیس ملازمین پر لاگو نہیں ہوتا۔ اور پولیس ایکٹ کے تحت پولیس ملازمین اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس کا ریفرنس جناب والا! میں نے آپ کو دیا ہے۔ محض رسمی جواب نہیں دیا۔ میں نے KAUL کی Practice and Parliamentary Procedure of Parliament جو ہے اس کا ریفرنس دیا ہے۔ جناب والا! میں نے mays کی Parliamentary Practice جو ہے اس کا بھی آپ کو ریفرنس دیا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے رولز کا بھی ریفرنس دیا ہے۔ اور ان ریفرنسز کے ساتھ، تمام حوالہ جات کے ساتھ، دلائل کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک قابل پذیرائی نہیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر، تو یہ وہ تحریک استحقاق ہے۔ میں اس سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ ایس اے حمید صاحب نے جو کہا ہے کہ میں یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے یہاں پر یہ بات آئی تھی۔ اور میں نے ہی ان کو معطل کیا تھا۔ اور میرے روبرو یہاں پر رانا اکرام ربانی نے وہ آرڈر پڑھا تھا۔ پھر پچھلے ہاؤس میں بھی ۔ اس دفعہ بھی یہ ساری صورت حال کا مجھے پتہ ہے۔ پھر انکوائری جو ہوئی اس کا بھی مجھے پتا ہے۔ پریس کی طرف سے بھی جو گفتگو ہوئی۔ جو معاہدہ ہوا اس کا بھی مجھے پتا ہے۔ تو اب میں اس بارے میں یہی کہوں گا کہ جس طرح تابش الوری صاحب نے کہا ہے کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ آگے deliberately دیدہ دانستہ ہاؤس کو دھوکے میں رکھنے کے لیے لاعلمی میں رکھنے کے لیے جان بوجھ کر

کوئی وزیر اگر ایسا بیان دیتا ہے تو وہ breach of privilege ہوتا ہے۔ یعنی اس میں میں کول کا حوالہ دوں گا۔

It has to be proved that the statement was not only wrong or misleading but it was made deliberately to mislead the House. A breach of privilege can rise only when the members of the minister make a false statement of an incorrect statement wilfully, deliberately and knowingly.

یہ بات آتی ہے۔ اگر اس کے بجائے ایسے ہی کوئی بات کر دی جائے تو اس کو کہیں تو میں نے وزیر موصوف کی تمام وضاحت سنی ہے۔ اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی privilege breach ہوا ہے۔ لہذا میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید تابش الوری صاحب! آپ کی تحریک استحقاق نمبر ۵ ہے۔ اس کو پیش کیجیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ کورم نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں تو کورم ہے۔

چودھری اختر رسول، ان کی آمد کی بھی خبر آپ کو ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں یہ مذاقاً کہہ رہے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ انھوں نے آپ کو بتایا ہے کہ میں آ گیا ہوں۔ اور کوئی بات نہیں۔ جناب تابش الوری۔

بیت المال کی سالانہ کار کردگی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے میں تاخیر

سید تابش الوری: وصی ظفر صاحب کورم کا سوال اٹھاتے ہیں۔ انھیں کچھ کورامین فراہم کی جائے۔

جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل انداز کا متقاضی ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ پنجاب بیت المال ایکٹ ۱۹۹۱ء کے تحت یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ بیت المال کی کارکردگی سے متعلق ہر سال کی نسبت ایک رپورٹ تیار کر کے صوبائی گورنر کو پیش کی جائے گی جو اسے صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش کرائے گا۔ لیکن گزشتہ سالوں سے لے کر

1993ء تک بیت المال کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ اسمبلی میں ابھی تک پیش نہیں کی گئی جس سے ایوان کا قانونی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔

Mr. Deputy Speaker: Short statement.

سید تابش الوری، جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں بیت المال ایکٹ ۱۹۹۱ء میں منظور کیا گیا تھا اور میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ حکومت کا یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ اس ایکٹ کا مقصد اور بیت المال کے قیام کے غرض بیواؤں، مستحقوں، یتیموں، معذوروں اور رفاہی اداروں کی مدد کرنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں شریعت کے نظام کے نفاذ کی طرف یہ ایک مثبت قدم تھا۔ چنانچہ بیت المال کے قیام کے ذریعے اربوں روپوں کے فنڈز کو قومی اور صوبائی سطح پر مستحقین کو تقسیم کر کے ایک نئی رفاہی تاریخ مرتب کی گئی۔ لیکن جناب والا! موجودہ حکمرانوں نے اقتدار سنبھالتے ہی بیت المال کو ذاتی مال سمجھ کر اپنے چہیتوں، دوستوں اور عزیزوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا اور پچاس پچاس لاکھ روپے کے چیک ایک ایک چہیتے کو جاری کیے گئے جس سے بیت المال کا تقدس ہی مجروح نہیں ہوا بلکہ قومی خزانے کو لوٹنے اور غلط استعمال کرنے کی ایک بدترین روایت کا آغاز کیا گیا۔ جناب والا! ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مختصر سے عرصے میں بیت المال کی جو رقم باقی رہ گئی تھی اس کو سیاسی مقاصد کے لیے اور لانگ مارچ جیسے اقدام کے لیے استعمال کرنے کی روایت قائم کی۔ اور اب جناب والا! اس کے بعد بیت المال کو منجمد کر دیا گیا۔ اور مستحقین، بیواؤں اور یتیموں کی امداد روک دی گئی۔ بہت سے ایسے ادارے ہیں جو اس امداد کے بغیر محتاجی کا شکار ہو گئے۔ اب ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موجودہ حکومت کو بیت المال کو بہتر بنانے کے لیے قانون منظور کرنا چاہیے تھا۔ لیکن پچھلے دنوں اس ایوان سے انتہائی عجلت کے ساتھ جو قانون منظور کرایا گیا ہے اس میں منتخب اداروں کو نمائندگی سے محروم کر کے اراکین اسمبلی کو نمائندگی کا حق دینے سے انکار کر کے اپنے من پسندوں چہیتوں اور جیالوں کو بیت المال بورڈوں میں نامزد کرنے کا اختیار لے لیا گیا ہے اور میرے خیال میں اس ایوان کے اس جانب بیٹھنے والے ارکان کو پتا ہی نہیں چلا کہ یہ قانون ان کے خلاف منظور کیا گیا ہے۔ اور یہ اختیار لے لیا گیا ہے کہ ضلع کی سطح پر بھی جو

کمیٹیاں بنائی جائیں گی اس میں وہ اپنی پسند کے جیالوں کو بھرتی کر کے ان کے ذریعے بیت المال کا مال خورد برد کرنے کی ایک نئی سکیم مرتب کی گئی ہے جس سے بیت المال کے متعلق جو عوامی اعتماد ہے وہ مجروح ہو رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس حکومت کی کارکردگی کی رپورٹ اس بیت المال ایکٹ کے تحت اس اسمبلی میں پیش کی جانی چاہیے تھی تاکہ تمام ارکان کو پتا چلتا کہ اس حکومت نے بیت المال کی امانت میں کس طرح سے خیانت کی ہے اور آئندہ اس کی کس طرح اصلاح ہونی چاہیے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ اس حکومت نے ایک قانونی فرض کو ادا کرنے سے اجتناب کیا ہے' گریز کیا ہے اور ابھی تک ایک بھی رپورٹ اس ایوان میں پیش نہیں کی' لہذا اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاق کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: تین نمبر آ گئے ہیں جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کوئی بات نہیں۔ بیٹھیں' تشریف رکھیں۔

چودھری اختر رسول: اسی وجہ سے انھیں جج نہیں بنایا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! واقعی ایک بھی بیت المال کی رپورٹ ابھی ایوان میں پیش نہیں کی گئی۔ اور اس اہم issue کے حوالے سے فاضل محرک نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے' انھوں نے جو ذمہ داری ادا کی ہے اس پر میں ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں' انھیں مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے یہ اہم issue ایوان کے سامنے رکھا ہے۔ جناب سپیکر! یہ بیت المال کی جن رپورٹوں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے' یہ محض اس سال کی رپورٹ اس سے مراد نہیں ہے۔ فاضل محرک خود کہتے ہیں کہ ابھی تک ایک بھی رپورٹ ایوان میں پیش نہیں کی گئی۔ یہ ۱۹۹۱ء میں بیت المال ایکٹ کا نفاذ ہوا۔ جناب سپیکر! ۳۰۔مارچ ۱۹۹۱ء کو۔ ۱۹۹۱ء کی رپورٹ بھی ایوان میں پیش نہیں کی گئی۔ ۱۹۹۲ء کی بھی نہیں' ۱۹۹۳ء کی بھی نہیں۔ یہ باتیں درست ہیں۔ لیکن ان ادوار کی رپورٹیں کس نے تیار کرنی تھیں۔ کسی نے رپورٹ تیار کی ہی نہیں جو ایوان میں پیش کی جاتی۔ اور ان سالوں کے دوران ہم حکومت میں نہیں تھے۔ جو بھی حکومت میں تھے' متعلقہ محکمے کے ذمہ دار افراد سے لے کر وزراء تک یقیناً وہ ذمہ دار ہیں

کہ انھوں نے ان کی رپورٹیں تیار کیوں نہیں کیں اور وہ ایوان میں اسی وقت آ سکتی تھیں جب یہ رپورٹیں تیار کی جاتیں ، اس وقت کے گورنرز کو پیش کی جاتیں، وہ گورنرز ان کی منظوری دیتے اور اس کے بعد وہ رپورٹیں ایوان میں رکھی جاتیں۔ لیکن جب رپورٹیں تیار ہی نہ کی گئیں گورنر بدل گیا، پھر گورنر اور بدل گیا، حکومتیں بھی بدلیں۔ لیکن رپورٹ تیار نہ ہونے کی وجہ سے ایوان میں نہیں آ سکیں۔ جو اس کے ذمہ دار ہیں اس حوالے سے میں بھی تابش صاحب کی حمایت کرتے ہوئے، ان کے موقف کی حمایت کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ واقعی انہوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کیں جو ان کے قانونی اور آئینی فرائض تھے وہ انہوں نے پورے نہ کیے ۔ اور رپورٹیں تیار نہ کیں۔ جناب سپیکر! اسی دوران پھر مرحلہ جولائی کا آیا جب عبوری حکومت بنی ۔ جناب سپیکر! جولائی ۱۹۹۳ء میں عبوری حکومت نے ان کی ناقص کارکردگی دیکھتے ہوئے ، سابقہ حکومت کی ناقص کارکردگی دیکھتے ہوئے اور بیت المال کے معاملات میں حکومتی ذمہ داریاں ادا نہ کرنے کی وجہ سے جولائی میں عبوری حکومت نے بیت المال کے فنڈز منجمد کر دیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! انہوں نے عبوری حکومت سے پہلے سابق حکومت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ذرا وضاحت کردیں کہ کون سی سابق حکومت ؛ ایک حکومت ان کی رہی جس میں یہ خود بھی وزیر قانون تھے۔ اور حکومت جناب غلام حیدر وائیں کی تھی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آفریدی صاحب! اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ وہ اپنا ایک نقطۂ نظر بیان کر رہے تھے۔ آپ کو ابھی تک ایک سال میں یہ بھی پتا نہیں چلا کہ اگر کوئی تقریر کر رہا ہو تو اس میں ایسے ہی پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا جاتا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب ! بہت پتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو پھر آپ ایسے کیوں کرتے ہیں؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں بھی پڑھا لکھا ہوں ۔ ٹھیک ہے میں نے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل نہیں کی ۔ لیکن ہم نے Field میں رہ کر ایل ایل بی ضرور کر لی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو جب کوئی تقریر کر رہا ہو تو ......

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! انہوں نے سابق حکومت کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ بھی کہیں یا جو بھی کہہ رہے ہیں اگر آپ کو کوئی بات پسند نہیں آتی تو آپ جب اپنی باری پر آئیں گے' آپ کو جب موقع ملے گا تو آپ اپنا نقطۂ نظر بیان کریں۔ اگر یہاں پر تقریر ہوتی ہے اور وہ کسی کو پسند نہ آئے اور وہ کھڑا ہوجائے اور کہے کہ پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ ٹھیک بات نہیں کر رہے اور بات یہ ہے۔ تو یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر اگر آپ میری بات سن لیتے تو شاید آپ کو میری بات سمجھ آجاتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بات سنانے کے لیے پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا بلکہ بات سنانے کے لیے آپ بات کرتے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! بات آپ تک پہنچانے کے لئے کہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مجھے سارا پتا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! جب سابق حکومت کا ذکر آئے گا تو یہ ان کی حکومت تھی۔ اگر سابق حکومتوں کا ذکر آئے گا تو وہ ملی جلی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ ٹھیک ہے لیکن ادھر ادھر دونوں طرف ہی بندے ہیں۔ سابق حکومت کے ادھر بھی ہیں اور ادھر بھی ہیں۔ جی۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! عبوری دور میں ۲۹ جولائی ۱۹۹۳ء کو نگران حکومت نے پنجاب بیت المال کے فنڈز منجمد کر دیے۔ اور سابق ناقص کارکردگی کی بنیاد پر یہ فنڈز منجمد کرنے کا آرڈر جاری کیا گیا۔ اور اس وقت سے لے کر تاحال ایسی ہی صورت حال رہی۔ اس دوران موجودہ حکومت نے اپنی ذمہ داریاں محسوس کیں اور نہ صرف یہ کہ پنجاب بیت المال کے معاملات کا از سر نو جائزہ لیا گیا' اس کی کار کردگی بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ بلکہ جناب سپیکر! محض انتظامی امور کے حوالے سے موجودہ حکومت نے ذمہ داریاں ادا ہی نہیں کیں بلکہ ایوان کے اندر ہم legislation لائے۔ ہم نے قانون سازی کی۔ اور قانون سازی کے ذریعے پنجاب بیت المال کے ادارے کو فعال بنانے کے لیے اس کو صحیح کارکردگی ادا

.کرنے کے قابل جانے کے لیے اور عوامی مفادات کے لیے۔ انتظامی معاملات کو بہتر چلانے کے لیے ایوان سے قانون منظور کروانے کے بعد پنجاب بیت المال کونسل کی از سر نو تشکیل کر دی گئی ہے۔ اور حکومت نے سابقہ رپورٹیں بھی تیار کرنے کے لیے اپنی پوری ذمہ داری ادا کی ہے۔ جو کام سابقہ حکومتوں نے کرنا تھا وہ بھی ہم نے تقریباً ۸۰ فیصد مکمل کر لیا ہے ۔ اور گورنر کے پاس منظوری کے لیے بھجوا رہے ہیں ۔(قطع کلامیاں)

MR. DEPUTY SPEAKER: I call the House to order

وزیر قانون، جناب والا ! ہم گورنر کے پاس منظوری کے لیے ان رپورٹوں کے مسودہ جات بھجوا رہے ہیں۔ اور یہ ایوان میں lay کرنے سے پہلے گورنر کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! فاضل رکن جو بات فرما رہے ہیں۔ گورنر صاحب سے منظوری ہوکر آئے گی تو اس کے بعد یہ ایوان میں laid down کی جا سکتی ہیں۔ اس کے لیے کوئی تاریخ معین نہیں۔ سابقہ معاملات کے حوالے سے میں نے وضاحت کا ذکر کر دیا ہے۔ یہ رپورٹیں انشاء اللہ بہت جلد ایوان میں پیش کر دی جائیں گی۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک قابل پذیرائی نہیں۔ البتہ فاضل رکن کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب! وزیر موصوف کہتے ہیں کہ واقعی ابھی ہم نے کوئی رپورٹ پیش نہیں کی لیکن جلدی پیش کردیں گے۔ تو اس یقین دہانی کے بعد اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ نے ان کی گفتگو سنی۔ انہوں نے میری تحریک کی تعریف کی، اس مطالبے کو جائز قرار دیا ۔ یہ بھی مانا کہ ۱۹۹۱ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک کی کوئی رپورٹ پیش نہیں کی گئی بلکہ تیار ہی نہیں ہوئی۔ تو اس سے زیادہ confession اور کیا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دوسری حکومتوں نے کی ۔ یہ حکومت successor ہے۔ دوسری اور تیسری حکومت کا سوال نہیں ہے ۔ یہاں ایکٹ میں یہ نہیں لکھا کہ میاں نواز شریف کی حکومت پیش کرے گی یا فاروق صاحب کی حکومت پیش کرے گی ۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے یہ بات تسلیم کی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ حکومت ان کی رپورٹس بھی، اپنی رپورٹ بھی جلد از جلد پیش کرے گی۔ اسی فیصد کام ہو گیا ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! فاروق صاحب یا وٹو صاحب کا مسئلہ نہیں۔ مسئلہ حکومت کا ہے۔ اور

حکومت اس میں ناکام رہی ہے۔ یہ واضح طور پر ان کا confession ہے کہ صوبائی حکومت اس قانونی فرض کو ادا کرنے میں ناکام ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ناکامی کے بعد یہ تحریک in order ہے اور انہوں نے جو یقین دہانی کرائی ہے وہ بھی indefinite ہے کہ بہت جلد پیش کر دیں گے۔ جس میں کوئی definite period نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات آپ کی درست ہے کہ definite period نہیں۔

سید تابش الوری: جناب والا! اس میں لکھا ہوا ہے ہر سال کی بابت۔ تین سال کی کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہیں تو کسی سال کی رپورٹ جیسے کل جناب رائے صاحب نے کہا کہ اسے ۲۰۰۰ء کے بعد پیش کردیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: درست ہے۔ وزیر قانون صاحب! وہ پوچھتے ہیں definite بات کریں کہ وہ جو گذشتہ ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء کی رپورٹیں سابقہ حکومت کی ہیں اور اب یہ ۱۹۹۴ء کی ہے۔ آپ یہ کب تک گورنر صاحب کو بھیج دیں گے؟ اور پھر گورنر صاحب bound ہوتے ہیں کہ وہ اسمبلی میں اس کو put کریں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! آپ کا فرمان بجا ہے۔ یہ ایک سال کی رپورٹ کا مسئلہ نہیں تھا۔ آغاز سے لے کر اب تک کوئی کام کیا ہی نہ گیا تھا۔ تو ہمیں اس ایک سال کے عرصے میں ان تمام پچھلے سالوں کی رپورٹس ہمیں تیار کرنا پڑی ہیں۔ اس لیے وقت ذرا زیادہ لگا ہے لیکن میں نے عرض کیا ہے کہ ۹۰ فیصد کام ہوچکا ہے اور میرا جہاں تک اندازہ ہے زیادہ سے زیادہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ اور لگے گا۔ اور ایوان میں یہ رپورٹس آجائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ماہ دو ماہ کی بات کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے بڑی یقین دہانی اور کیا ہوسکتی ہے۔ تابش صاحب! آپ تو بڑے ماہر اور ایکسپرٹ ہیں۔ وزیر قانون صاحب نے ڈیڑھ ماہ تک کہا ہے کہ ہم پیش کر دیں گے۔ اگلا اجلاس شاید ڈیڑھ ماہ تک ہو اس میں یہ put ہوجائیں گی۔ جس طرح وزیر قانون صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے۔ تو میرے خیال میں اگر آپ کی تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس جائے گی تو وہاں بھی انہوں نے thrash out کرنا ہے اور وہاں definite period بھی نہیں۔ تو میرے خیال میں اس سے بڑی بات اور نہیں ہو سکتی۔ تو آپ براہ مہربانی اس یقین دہانی کے بعد اس کو پریس نہ کریں۔

سید تابش الوری، میں انتظار کروں گا تیرا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے
شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! تو فاضل رکن نے جو بات کی ہے وہ میرے خیال میں وزیر قانون صاحب بھی سمجھ گئے ہیں' تو اس تحریک کو dispose of تصور کیا جاتا ہے۔ اب تحریک استحقاق کا وقفہ ختم کرتے ہیں۔ آگے ہم تحریک التوائے کار لیتے ہیں۔ کل میرا خیال ہے کہ کوئی تحریک نہیں لی گئی تھی۔ تو آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا دن ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! میری ایک تحریک التوائے کار بہت ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ کھوسہ صاحب! یہ جو تحریک التوائے کار ہے یہ آج آپ لینا چاہتے ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی جناب سپیکر ہم آج لینا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے جانشین نے بلکہ predecessor نے یہ کہا تھا کیونکہ وہ ڈیبیٹ جمعہ کو کرنا چاہتے تھے۔ اور دن بھی extend کردیں گے تاکہ ہماری یہ ڈیبیٹ بھی چلتی رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! کل تو آپ نے مہربانی کی تھی اور وقت بڑھا دیا تھا۔ تو سپیکر صاحب نے یہ کہا تھا کہ ہم دن بھی بڑھا سکتے ہیں۔ commit نہیں کیا تھا۔ لیکن یوں کہا تھا کہ ہم دن بھی بڑھا سکتے ہیں۔

تحاریک التوائے کار۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر سپیکر صاحب آجائیں گے تو فیصلہ ہوجائے گا۔ اب میں تحریک التوائے کار لیتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، بڑی مہربانی۔

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں نے کل ایک تحریک استحقاق دی تھی لیکن مجھے پتا نہیں کہ اس کی fate کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا نمبر کیا ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب والا! مجھے اس کا نمبر تو نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ اسمبلی سیکرٹریٹ کو دی تھی؟

جناب ایس اے حمید، یہ وزیر تعلیم کے بارے میں ہے اور یہ میں نے کل دی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو اس کو انھوں نے as privilege motion treat نہیں کیا۔ as assurance motion treat کیا ہے۔ وہ اسمبلی میں نہیں آئی۔ انھوں نے اس کو ایجوکیشن منسٹر کو بھیجا ہے اور ان سے وہ اسے assure کر رہے ہیں۔ یہ تو فیصلہ سپیکر صاحب نے کر دیا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس بارے میں آپ کی وضاحت چاہتا ہوں یا قانونی رہ نمائی چاہتا ہوں کہ اگر کوئی وزیر اس ہاؤس میں کوئی بات کرے اور اس کے اوپر عمل درآمد نہ ہو تو کیا پھر وہ privilege motion نہیں بنتی؟

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ Assurance Committee کے پاس جاتا ہے۔ یعنی انہوں نے وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا۔

جناب ایس اے حمید، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آگے نمبر۱ تحریک التوائے کار میاں معراج دین صاحب، جناب ارشد عمران سلہری، حاجی عبدالرزاق اور نمبر۲ جو تحریک التوائے کار ہے وہ جناب ایس اے حمید صاحب، یہ چونکہ لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں ہے اور لاء اینڈ آرڈر پر as a whole ہماری آج discussion ہو رہی ہے اس لیے وہ رول 67(E) کے تابع آ نہیں سکتیں۔ آگے نمبر۳ تحریک التوائے کار ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب ایس اے حمید، میاں فضل حق کو ہم treat کرتے ہیں۔

سید تابش الوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ میں نے ایک اور اہم تحریک التوائے کار شیخ رشید صاحب کے سلسلے میں دی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اسے out of turn لے لیا جائے۔ شیخ رشید

صاحب کو میڈیکل بورڈ نے ہسپتال بھیجنے کے لیے ہدایت کی لیکن انھیں ہسپتال نہیں بھیجا گیا۔ وہ سخت بیمار ہو گئے اور انھیں حکومت ابھی تک علاج معالجے کی سہولت سے محروم رکھے ہوئے ہے۔ ہم جبکہ یعنی درندوں کے لیے wild life کے لیے قوانین مرتب کرتے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ آپ کی تحریک ہے؟

سید تابش الوری، جی۔ میں نے آپ کو بھجوا دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نمبر کیا ہے؟

سید تابش الوری، نمبر تو مجھے الاٹ نہیں ہوا۔ لیکن میں نے آپ کو بھجوا دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے out of turn لے لیں کیونکہ یہ قومی منتخب نمائندے کی بیماری کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں، وہ پھر آگے آتے ہیں۔ میاں معراج دین صاحب کھڑے ہیں۔ جی میاں صاحب۔ ایس اے حمید صاحب آپ کا بھی ہے۔ نمبر۱ میں میاں معراج دین صاحب ہیں۔ نمبر۲ میں ایس اے حمید صاحب ہیں۔ یہ لاء اینڈ آرڈر کے متعلق ہیں اور 67(E) جو ہمارا رول ہے وہ یہی ہے کہ اگر کوئی مسئلہ زیر بحث آرہا ہو۔ اسمبلی کے اندر آرہا ہو۔ اسی پر جو تحریک التوائے کار ہے --- دیکھیں۔ میاں صاحب، آپ بھی بیٹھیں۔ تحریک التوائے کار جو ہوتی ہے اس پر آپ نے صرف اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے اسمبلی کو چاہتے ہیں کہ اس کا یہ جو بزنس ہے اس کو adjourn کر دیں اور اس بات پر بحث مباحثہ کیا جائے۔ اس پر سے قطعاً کوئی ووٹنگ نہیں ہوتی۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اپنی بات کو lime light کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی لاء اینڈ آرڈر کا آج دن ہے۔ آپ نے تقاریر کرنی ہیں۔ آپ ان میں یہ تمام مسائل لا سکتے ہیں۔ اس کو بھی لا سکتے ہیں، اور بھی لا سکتے ہیں، جو آپ کی مرضی ہو وہ کر سکتے ہیں۔

میاں معراج دین، جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ وہ پہلی جو آپ نے motion adjourn کر دی وہ ٹھیک کیا لیکن میری دوسری جو ہے وہ نمبر۲ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں، اس پر آتے ہیں۔

میاں معراج دین، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ---

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں۔ بات تو سنیں۔ میں وہی کر دیتا ہوں۔ آپ کی مرضی سے جو باقی دوست

چاہیں گے۔

میاں معراج دین، آپ اگر مجھے اجازت دیں۔ ہاؤس سے پوچھ لیں اور نمبر ۱۲ کو out of turn لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہ، تین نمبر میں ایس اے حمید صاحب بھی تو آتے ہیں ناں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ ان کا جو پہلے نمبر ہے اس کو میں take up کر لوں۔ اس کے بعد پھر میں آتا ہوں۔

میاں معراج دین، اچھا جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تحریک التوائے کار نمبر ۲۔ ڈاکٹر محمد شفیق، جناب ایس اے حمید، میاں فضل حق۔ اب ایس اے حمید صاحب یہ پیش کریں گے۔

محکمہ صحت کے افسران کی ملی بھگت سے ادویات کی قیمتوں میں اضافہ

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" لاہور مورخہ ۹۴-۱۱-۲۸ کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ادویات کی قیمتوں میں مزید ساڑھے سات فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ نئے نرخوں کا اطلاق یکم نومبر سے شروع ہو چکا ہے۔ تمام میڈیکل سٹور ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک ادویات خصوصی رعایت پر لیتے ہیں لیکن گاہکوں کو retail price پر فروخت کر کے لاکھوں روپے منافع کما رہے ہیں۔ بڑی کمپنیوں کی دیکھا دیکھی لوکل کمپنیوں نے بھی ادویات کی قیمتوں میں من مانا اضافہ کر دیا ہے۔ Chemists and Distributors نے الزام عائد کیا ہے کہ ادویات کی قیمتوں میں اضافہ محکمہ صحت کے افسران کی ملی بھگت سے ہوا ہے اور انھوں نے لاکھوں روپے کمائے ہیں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی، اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ مذکورہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اس کو فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری اور میاں فضل حق اس تحریک میں میرے ساتھ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی اس پر لاء منسٹر صاحب کون جواب دیں گے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل رکن نے جس issue کے حوالے سے تحریک التوائے کار پیش کی

ہے میں اس کی وضاحت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ Drug Act.1976 جو ہے اس کی دفعہ ۱۲ کے تحت وفاقی حکومت ادویات کی قیمتوں کا تعین کرتی ہے۔جہاں تک صوبائی حکومتوں کا تعلق ہے تو قیمتوں کا تعین کرنے سے صوبائی حکومت کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ انھوں نے جو اعتراض کیا ہے اس لحاظ سے یہ بات درست ہے کہ وفاقی حکومت نے وہ ادویات جو کہ بین الاقوامی کمپنیوں سے خریدی جاتی ہیں اور بین الاقوامی کمپنیاں جو ادویات بناتی ہیں ان کی قیمتوں میں ساڑھے سات فیصد اضافہ کیا ہے اور اس کا اطلاق جو قیمتوں کا اضافہ کیا گیا ہے وہ یکم نومبر ۱۹۹۴ء سے ہے اور یہ یکم نومبر ۱۹۹۴ء سے ایک سال کے لیے ہو گا۔ بہرحال یہ اضافہ صوبائی حکومت نے نہیں کیا اور نہ ہی صوبائی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان کی قیمتوں میں اضافہ کر سکے۔ جہاں تک کوئی کیمسٹ یا کوئی ڈسٹری بیوٹر وفاقی حکومت کی جو مقرر کردہ قیمتوں سے اگر زائد قیمت وصول کرے تو اس صورت میں قانون موجود ہے اور جس کسی صاحب کو، جس کسی شخص کو، جس کسی فرد کو اس معاملے میں اعتراض پیدا ہو اسے کوئی رولز کے خلاف قیمتوں میں اضافے کی صورت حال نظر آتی ہے تو وہ قانون کے تحت رجوع کر سکتا ہے اور ایسی کمپنیوں، ایسے نمائندوں یا ایسے کیمسٹ کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے واضح قانون موجود ہے اور اس کے لیے دادرسی حاصل کرنے کا واضح طریق کار بھی موجود ہے۔ صوبائی حکومت کا کام قیمتوں پر کنٹرول کرنا ہے اور قیمتوں کے کنٹرول کے معاملے میں خلاف ورزی ہونے کی صورت میں صوبائی حکومت قانونی اختیارات استعمال کر کے ایسے کیمسٹ اور کمپنیوں کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے۔ جہاں کہیں انھیں ایسا کوئی اعتراض ہے تو یہ قانون کے تحت رجوع کریں۔ ایسے issue کی باقاعدہ چھان بین بھی ہو گی، تحقیقات بھی ہو گی اور جو کیمسٹ، جو کمپنی، اس معاملے میں ہیرا پھیری کرتی ہوئی پائی جائے گی یا اضافے کے ساتھ قیمتیں وصول کرتی پائی جائے گی تو اس کے خلاف پوری قانونی کارروائی ہو گی۔

لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ٹیکنیکلی یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔ یہ قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ قیمتوں کے تعین کے بارے میں صوبائی حکومت کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر : جی ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وفاقی حکومت نے ساڑھے

سات فیصدی اضافہ کیا ہے اور اس کو منظور کروایا ہے۔ صوبائی حکومت میں جو کمپنیاں اضافہ کر رہی ہیں ان کی کوئی ہمارے سامنے figures نہیں ہیں۔ وہ من مانا اضافہ کر رہی ہیں۔ صوبائی حکومت اس کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ کسی جگہ چھاپہ مارا ہے؟ کسی کو پکڑا ہے؟ کسی کے خلاف کارروائی کی ہے؟ جب ان کے نوٹس میں یہ بات آ گئی ہے تو اس بارے میں انھوں نے کیا کیا ہے؟ صوبائی حکومت اس کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے کسی جگہ چھاپہ مارا ہے کیا کسی کو پکڑا ہے کیا کسی کے خلاف کوئی کاروائی کی ہے جب ان کے نوٹس میں یہ بات آ گئی ہے تو انہوں نے اس بارے میں کیا کیا۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے کیونکہ غریب آدمی اور سفید پوش آدمی اب علاج کی سہولت سے بھی محروم ہوتا جا رہا ہے۔ جناب والا! زندگی بچانے والی دوائیاں اب اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ یہ اب ان کی پہنچ سے باہر ہیں۔ صوبائی حکومت نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ہم مہنگائی پر قابو پائیں گے ہم قیمتوں پر کنٹرول کریں گے اور پچھلے دن یہ بھی اعلان کیا تھا کہ ہر بڑے اسپتال میں ایک drug store کھولیں گے جہاں ہم غریبوں کے لیے سفید پوشوں کے لیے سستی دوائیاں معقول ریٹ پر فراہم کریں گے۔ جناب نہ اس وعدے پر ابھی تک عمل ہوا ہے اور نہ ہی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کے سلسلے میں جو صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے وہ ادا کر رہی ہے جو کارخانے دار ہیں وہ بھی اپنی مرضی سے قیمتیں مقرر کرتے ہیں اور جو دکاندار ہیں وہ اس سے زیادہ قیمتیں وصول کر رہے ہیں تو جناب والا! یہ بتایا جائے کہ صوبائی حکومت نے کوئی ایک کیس بھی پکڑا ہے جس میں وہ زیادہ قیمت لے رہا ہو اور انہوں نے اسے گرفتار کیا ہو جبکہ یہ آپ کا اور ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے جناب یہ تمام صوبے کا مسئلہ ہے انہیں seriously اس کا نوٹس لینا چاہیے اور اس سلسلے میں جو زیادہ قیمتیں وصول کی جا رہی ہیں ان کو کنٹرول کرنے کے لیے غیر معمولی اقدام کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر صحت آج یہاں ہیں یا نہیں۔

(فاضل وزیر صحت ایوان میں موجود نہ تھے)

وزیر قانون، جناب سپیکر! وزیر صحت صاحب اس وقت موجود نہیں لیکن فاضل رکن کی اس بات کے

ساتھ ساتھ میں وزیرصحت صاحب کو اس حوالے سے داد دینا چاہوں گا کہ انہوں نے اسپتالوں میں ادویات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اور ارزاں نرخوں پر فراہم کرنے کے لیے ایک جامع پالیسی مرتب کرنے کے لیے اتنی محنت کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے نتائج بہت جلدی سامنے آ جائیں گے اور موجودہ وزیر صحت نے نہ صرف اسپتالوں کے انچارج صاحبان کے ساتھ بیٹھ کر میٹنگز کی ہیں بلکہ انہوں نے مریضوں کے لواحقین اور اس کے علاوہ مختلف اسپتالوں میں انہوں نے خود جا کر مریضوں کے ساتھ جو لواحقین آتے ہیں ان کے ساتھ بھی اور مریضوں سے بھی اور جونیئر ڈاکٹرز تک سے اسپتالوں کے معاملات اور دوائیوں کی فراہمی کے بارے میں طے کرنے کی کوشش کی ہے جناب سپیکر اس سلسلے میں انہوں نے اب تک جو مزید پیش رفت کی ہے انہوں نے تمام بڑے اور سرکاری اسپتالوں کے اندر صوبائی حکومت پنجاب کے محکمہ صحت کے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے وہاں پر دوائیوں کی دکانیں قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے جناب سپیکر یہ اصولی فیصلہ ہو چکا ہے ۔ جناب سپیکر! وسائل کے مطابق حکومت اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے البتہ اس سلسلے میں جو وسائل ہیں کہ جن سے اسپتالوں کے اندر سرکاری ڈسپنسریاں قائم کی جائیں جہاں سے انہیں دوائیاں ارزاں نرخوں پر فراہم ہوسکیں ان وسائل کو convert کرنے کے لیے انہوں نے ایک جامع پالیسی بنائی ہے اس پر عنقریب عملدر آمد شروع ہو جائے گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت نے اس سلسلے میں اپنے محکمے کو ٹھیک طریقے سے انتظامی امور کے تحت استعمال کیا ہے اور وہ ٹھیک کام لے رہے ہیں یہ تحریک التوائے کار البتہ قابل پذیرائی نہیں ہے ۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہ تحریک محکمہ صحت کے بارے میں ہے اور وزیر قانون صاحب کے بارے میں تو آپ اپنی observation دے چکے ہیں کہ یہ بیچارے تو تمام اسمبلی کا بوجھ سنبھالے ہوئے ہیں جناب سپیکر! وزیر صحت یہاں پر ہوتے تو وہ کوئی پالیسی بتاتے کہ اگر کوئی دوا ساز کمپنی من مانے ریٹ بڑھاتی ہے تو ہم اس کے خلاف کیا کارروائی کرتے ہیں یا کیا کارروائی کی ہے جناب سپیکر! کوئی پروگرام نہیں ہے کوئی پالیسی نہیں ہے اور کوئی executive measure نہیں ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اسے آپ pending کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! اگر اسے وزیر صحت کے آنے تک ملتوی کر دیں تو اس

بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر ------

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ ۔ شاید وہ مزید کوئی اس بارے میں وضاحت کر سکیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں انتہائی احترام کے ساتھ عرض کروں گا کہ technically تو میں نے اس تحریک التوائے کار کی صورت حال پر بات کر دی ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔

وزیر قانون: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس حوالے سے فیصلہ کر لیا جائے کیونکہ یہ نہ تو urgent نوعیت کی ہے اور نہ ہی یہ کوئی recent occurrence کا کوئی specific معاملہ ہے جس کی وجہ سے جناب سپیکر! اسے ملتوی کیا جائے اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اسے آج dispose of کر دیا جائے۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو ہمارے وزیر قانون صاحب ہیں کیا یہ فالتو بوجھ ہیں کہ ہر بات کا جواب دینے کے لیے ان کو مقرر کیا ہوا ہے جیسے ایس اے حمید صاحب نے بات کی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں انتہائی درد بھرے لہجے میں یہ بات آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ہمارا قومی المیہ ہے جناب میں لاہور کی بات کرتا ہوں کہ لاہور میں ایک اسپتال جو میرے حلقے میں واقع ہے یہ ایشیا کا سب سے بڑا اسپتال ہے میں آپ کی وساطت سے آپ کی اور وزیر صحت کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اسی اسپتال میں کروڑوں لاکھوں روپوں کی دوائیاں ہر ماہ چوری کر کے مارکیٹ میں بیچ دی جاتی ہیں اور آج یہ عالم ہے کہ جن پیٹیوں میں یہ دوائیاں بند ہوتی ہیں اور جن پر حکومتی مہریں لگی ہوتی ہیں یہ سرعام دکانوں پر بک رہی ہوتی ہیں ۔ اندر وارڈوں میں مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں اور کوئی بھی پرسان حال نہیں ہے آپ ماشاء اللہ بھی درد دل رکھنے والے انسان ہیں خدا کے لیے آپ حکومت سے یہ بات کہیں کہ وہ لفظوں کے اعداد و شمار اور جو ہیر پھیر ہے اسے بند کرے لوگوں نے آپ کو mandate دیا ہے آپ حکومت میں ہیں اس لیے آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ایسے ہسپتالوں میں دکھی لوگوں کی مدد کریں ان کو دوائیاں دیں جبکہ روئی کا ایک ٹکڑا بھی ہسپتالوں میں مریضوں کو نہیں ملتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی ریاض ستی صاحب۔

جناب شاہد ریاض ستی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وزیر موصوف کا وتیرہ بن چکا ہے ---
جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا۔
جناب شاہد ریاض ستی: جناب والا! آپ میری بات تو سنیں۔ جناب والا! دیہات میں جتنے Basic Health Units ہیں وہاں پر کوئی بھی دوائی نہیں مل رہی اور آج یہ عالم ہے کہ جو غریب سرکاری ملازمین کو بھی دوائیاں نہیں مل رہیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔
جناب شاہد ریاض ستی: یہ جو حکومت کی پالیسی بنی ہے یہ تو کافی عرصے سے بنی ہوئی ہے----
جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں۔ آپ بات سنیں۔ آپ کی بات ٹھیک ہے مگر جو زیر بحث مسئلہ ہے یہ تحریک التوائے کار کا ہے آیا یہ بنتی ہے یا نہیں بنتی اب میں نے اپنا فیصلہ دینا ہے آپ کافی دوست کھڑے ہیں اور جو بھی آپ باتیں کر رہے ہیں کہ صحت کے بارے میں یہ بات ہے وہاں ادویات کا یہ حشر ہو رہا ہے آپ کی یہ باتیں اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اب ہر دوست اپنے حلقہ کے بارے میں بات کرے تو اس طرح سے کارروائی نہیں چلتی۔
چودھری شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا بھی دیہاتی حلقہ ہے اور میرا پوائنٹ آف آرڈر بھی اسی سے relevant ہے میں آپ کو اخبار کی ایک کٹنگ دکھا رہا ہوں اور یہ سارا نظام بھی اسی لیے خراب ہوا ہے کہ اگر ہم سمجھیں اور میں وزیر قانون صاحب سے بھی آپ کے توسل سے یہی کہوں گا کہ وہ ہر محکمے کو defend نہ کریں۔ بلکہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ پنجاب کا یہ عوام پنجاب میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا جہاں ہم نے تحفظ کرنا ہے وہاں پر ان کی صحت کا خیال بھی ہماری ذمہ داری ہے اب یہ دیکھیں کہ انتظامیہ پر یہ ساری ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ اخبار میں آیا ہے انتظامیہ کی غفلت ڈاکٹروں کی عدم دلچسپی ریلوے کے کیرن ہسپتال-----
جناب ڈپٹی سپیکر: This is no point of order آپ بیٹھیں تشریف رکھیں--- جی عمران مسعود صاحب آپ اپنی بات کریں جی۔ دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں۔
میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! اسی ضمن میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے سے گزارش تھی کہ جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے آپ نے خود بھی فرمایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی یہ بات ٹھیک ہے۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! technically وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ادویات کے نرخ زیادہ ہیں لیکن انہوں نے technicality کی بات کی کہ یہ تحریک التوائے کار technically صحیح نہیں بنتی لیکن اس کے پیچھے جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ معاملہ تو ہے یہ مسئلہ تو اس پورے پنجاب میں ہی ہے تو جناب والا! یہ گزارش ہو گی کہ آپ اس صورت حال کے لیے ایک دن مخصوص کر دیں تاکہ ہم سارے اس مسئلے پر بحث کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ آپ بیٹھیں۔ اب میں اپنا فیصلہ دینے لگا ہوں۔

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر کوئی اور پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو جائے گا۔

جناب غلام عباس: جناب والا! میں پہلے سے کھڑا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں کریں۔

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم قومی معاملہ ہے اس پر اپوزیشن نے میرے خیال میں آج پہلی دفعہ مثبت بات کی ہے تو اس کو ہمیں بالکل rule out نہیں کرنا چاہیے یہ دوائیوں کا مسئلہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے اس کو واقع بحث میں لانا چاہیے۔ وہ ایک دن کا کہہ رہے ہیں۔ ان کو ایک دن دینا چاہیے تاکہ کوئی مثبت فیصلہ ہو سکے۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر ایک ہی بات ہو سکتی ہے۔

جناب غلام عباس: ایک بات تو مکمل کر لینے دیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جعلی دوائیوں کے لیے ہمارے ہاں کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔ کم از کم سزائے موت نہیں تو 25 سال سزا قید ضرور مقرر کرنی چاہیے۔ جو بھی جعلی ادویات بناتے ہیں۔ اس پر ضرور فیصلہ ہونا چاہیے تاکہ قوم کو اس سے نجات مل سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔ یہ تحریک التوائے کار ہے۔ جو بات یہاں کی جاتی ہے اس کو ہم نے قواعد انضباط کار کے تابع دیکھنا ہے کہ وہ اس کے زمرے میں آتی ہے یا نہیں۔ اسی طرح تحریک استحقاق ہوتی ہے اس کو دیکھنا ہے کہ وہ تحریک استحقاق کے زمرے میں آتی ہے یا نہیں۔ اسی طرح

سوالات ہیں۔ یہ تمام صورت حال ہم نے دیکھنی ہے۔ اس وقت جو آپ بات کر رہے ہیں۔ وہ بالکل درست ہے کہ دوائیوں کے بارے میں گڑبڑ ہے۔ لوگ پکار رہے ہیں۔ اس حد تک آپ کی تمام باتیں ٹھیک ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں پر تحریک التوائے کار لا رہے ہیں۔ اس کے بارے میں Chapter 10 ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس میں یہ بات آتی ہے یا نہیں۔ صوبائی اسمبلی کے دائرہ کار میں ہم نے اس پر کیا فیصلہ کرنا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ وفاقی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ دوائیاں وغیرہ انہوں نے دینی ہیں۔ یہ کوئی specific matter نہیں ہے۔ آپ نے ایک overall بات کی ہے۔ رول 65 میں دیا گیا ہے کہ

> a motion for adjournment of the business of the Assembly for the purpose of discussing a definite matter of recent and urgent public importance may be made with the consent of the Speaker

یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ رائے لے لیں اس میں یہ قطعاً بات نہیں ہے۔ with the consent of Speaker کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بھی urgent matter ہو a definite matter ہو۔ یہ جو آپ نے overall بات کی ہے اس میں وفاقی حکومت involve ہے۔ لہٰذا اس کو میں خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انعام اللہ خان صاحب آج آئے ہیں اور پہلی دفعہ بول رہے ہیں۔ تو میں ان کو پہلے بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد وصی ظفر کا پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں تو آپ کا بڑا پرانا fan ہوں۔ آپ نے اپنی سپیکر کی consent کی بات کی ہے اور تحریک التوائے کار کی منظوری یا نا منظوری کی بات کی ہے۔ جناب سپیکر! اپوزیشن نے اس اجلاس کے لیے requisition دی تھی۔ اور وہ اجلاس اپوزیشن کی requisition پر بلایا گیا ہے۔ اجلاس کے ایجنڈا میں لاء اینڈ آرڈر ایک اہم نکتہ تھا۔ اس سلسلہ میں ایک تحریک التوائے کار جو کہ میری طرف سے اور جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی طرف سے ایس اے

حمید صاحب کی طرف سے دی ہے۔ جو ایک اخبار " خبریں" کے ایک بیان پر دی گئی ہے۔ تسلیم کرتا ہوں کہ حکومت دہشت گردی روکنے میں ناکام ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے ابھی اس کی اجازت تو نہیں دی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، میں آپ کو چھوٹی سی بات کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ آپ کے چیمبر میں اس کو kill کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ اتنی اہم نوعیت کا معاملہ ہے۔ اور جو کہ صوبے کے گورنر صاحب ایک سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔ اور اس کو ہم زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ اس کو آپ کے چیمبر میں kill کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک التوائے کار law and order سے relate کرتی ہے اس لیے سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ یہ سپیکر کے چیمبر میں kill ہوئی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 4 ہے۔ اس کے بارے میں میں نے بھی ذہن بنایا ہوا ہے۔ یہ ایک موزوں تحریک التوائے کار ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! اس سے پہلے اس کا نوٹس آ چکا تھا۔ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ کیا criteria ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے ہم تحریک التوائے کار نمبر 4 کو لے لیں۔ اس کے بعد میں بات کروں گا۔۔۔ جی وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! آپ نے ابھی ابھی رولنگ فرمائی۔ میرا مقصد اسے زیر بحث لانا نہیں۔ گزارش یہ ہے کہ with the consent of the Speaker لکھا ہے۔ لیکن ایک میری گزارش ہے کہ سپیکر کی بات چونکہ ریکارڈ کا حصہ بن جاتی ہے اور پھر آگے وہ precedent چلتی ہے۔ ہاؤس سے supreme سپیکر بھی نہیں۔ وہ رول آؤٹ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر House کوئی consent دے دے تو پھر سپیکر کو اپنی رائے بدلنی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انعام اللہ نیازی صاحب ٹیوب ویل فین ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ یہ ایسے ہی بات کر رہے ہیں۔ جی میاں معراج دین صاحب!

میاں معراج دین، جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ تحریک التوائے کار تو آپ نے اس ... ختم کر ... لا اینڈ آرڈر پہ بحث ہوئی ہے۔ دوسری میں نے یہ عرض کیا تھا کہ میری ایک

تحریک التوائے کار نمبر 12 ہے اس کو بغیر باری کے لینے کی اجازت دے دیں۔ کل سپیکر صاحب نے مجھے اجازت دی تھی۔ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دے دیں کہ میں اسے پڑھ دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت تحاریک التوائے کار کے لیے مختص وقت میں سے صرف تین منٹ رہ گئے ہیں۔ میں تحریک التوائے کار نمبر 4 کو لینے کے موڈ میں تھا۔ کھوسہ صاحب! میرا خیال ہے کہ ہم تحریک التوائے کار نمبر 4 کو لے لیں۔

میاں معراج دین: جناب والا! آپ نے پہلے یہ کہا تھا کہ اس کے بعد آپ پڑھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب! آپ میری معاونت فرمائیں۔ پہلے تحریک التوائے کار نمبر 4 کو لے لیں یا دوسے کچھ کہہ رہے ہیں کہ ہماری تحریک التوائے کار بغیر باری کے لے لی جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: تحریک التوائے نمبر 4 کی خاص اہمیت ہے اس لیے اس کو پہلے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ میرے خیال میں پہلے نمبر 4 کو لے لیں۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری: ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں

ٹاؤن شپ لاہور کے رہائشیوں کو سہولتوں کا فقدان

جناب ارشد عمران سلہری: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ نے ایشیا کی عظیم ترین رہائشی کالونی ٹاؤن شپ کو 31 جولائی 1993ء سے ایل ڈی اے کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ کالونی جب بنائی گئی تھی تو الاٹیوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی تھی کہ انہیں بیس سال بعد مالکانہ حقوق دے دیے جائیں گے مگر افسران نے قواعد و ضوابط کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں اور ابھی تک کسی بھی الاٹی کو مالکانہ حقوق نہیں دیے گئے۔ بلکہ وہاں کے مکینوں کو ان کے بنیادی حقوق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل پیپلز پارٹی کے جیالے عہدیداروں نے محکمہ ہاؤسنگ کے دفتر واقع ٹاؤن شپ پر قبضہ کر لیا اور وہاں کئی ماہ تک تالے

لگا دیے گئے ان کی اس حرکت سے محکمہ کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا الاٹی اپنی اقساط جمع نہ کرا سکے اور نہ ہی دوسرے بل جمع کرائے جا سکے۔ یہ کالونی ایل ڈی اے کے سپرد کرنے سے وہاں کے الاٹیوں کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ محکمہ ہاؤسنگ ترقیاتی اخراجات 5200 روپے وصول کرتا تھا۔ ایل ڈی اے نے چالیس ہزار روپے کر دیا ہے پانی کا بل پہلے 45 روپے وصول ہوتا تھا اب تقریباً 91 روپے وصول کیا جا رہا ہے۔ بلکہ بل تو وصول کیے جا رہے ہیں مگر مکینوں کو پانی میسر نہیں آتا اگر کبھی پانی آ بھی جائے تو وہ اس قدر گندا اور بدبودار ہوتا ہے جو انسان تو کیا جانور بھی منہ نہیں لگاتے۔ ایل ڈی اے چونکہ ایک کمرشل ادارہ بن چکا ہے لہذا وہ عوام کو لوٹنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتا پچھلے دنوں عوام نے ان مشکلات سے تنگ آ کر ہڑتالیں کیں اور پہیہ جام ہڑتال کر دی جگہ جگہ ٹائر جلائے گئے ایل ڈی اے نے پولیس کی مدد سے عوام پر مزید تشدد کرنا شروع کر دیا ہے۔ حکومت کی اس بے حسی سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا وزیر قانون کچھ کہنا چاہیں گے؟

جناب وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! ارشد عمران سلہری صاحب کی جو تحریک التوائے کار زیرغور ہے technically اس کی صورت حال اور ہے۔ جہاں تک معاملے کی اہمیت کا تعلق اسے دوسرے رنگ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ معاملہ فوری نوعیت کا بھی نہیں۔ رول 67 کے تحت بھی یہ ناقابل پذیرائی ہے لیکن اس کے باوجود میں اس تحریک کو اس انداز میں لینا چاہتا ہوں کہ اس میں فاضل محرک یہ بات کہتے ہیں کہ ٹاؤن شپ کی جو رہائشی کالونی ہے ایک تو اسے ایل ڈی اے کے سپرد کر دیا گیا۔ شاید اس بات سے ان کے ذہن میں یہ issue ہے کہ شاید اس وجہ سے وہاں کے حالات کچھ خراب ہوئے ہیں۔ مالکانہ حقوق ابھی تک نہ ملنے کے بارے میں بھی انہوں نے اس تحریک التوائے کار میں ذکر کیا ہے اور وہاں کے مکینوں کی طرف سے جو مختلف احتجاج کیے جا رہے ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔ یہاں پر جناب سپیکر! بے شک وزیر ہاؤسنگ موجود نہیں لیکن اس issue کے حوالے سے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں داد بھی دیتا ہوں کہ انہوں نے گزشتہ ڈیڑھ دو ماہ کے دوران بالخصوص اس معاملے کو ٹاؤن شپ کے مکینوں کے جذبات کے مطابق حل کرنے کے لیے اور ان کے

مسائل کو حل کرنے کے لیے ، ختم کرنے کے لیے انتہائی اچھے طریقے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کی ہیں۔ اور انہوں نے ٹاؤن شپ میں خود جا کر وہاں کے مکینوں سے ملاقاتیں کر کے اس issue کے اصل پس منظر کو جاننے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت انہوں نے یہ معاملہ نہ صرف یہ کہ اپنی سطح پر اور اپنے محکمے کی حد تک رکھا ہے بلکہ انہوں نے جناب وزیراعلیٰ سے بھی اس معاملے میں ملاقات کر کے اس issue کو resolve کرنے کی کوشش کی ہے اور جناب سپیکر! اس سلسلے میں جناب وزیر اعلیٰ نے بھی ذاتی طور پر ہدایات دی ہیں ۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہنگامی بنیادوں پر ایک ٹیم تشکیل دے کر اس ایشو کا پس منظر جو ہے اصل حقائق کے مطابق جاننے کے لیے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے کہ جس کے نتیجے میں وہاں کے مکینوں کے تمام مسائل دور ہو جائیں۔ اس بارے میں انہوں نے ہدایات دے دی ہیں۔ اور ان کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں بھی انہوں نے ہدایات دی ہیں۔ جناب سپیکر! میں بے شک یہ سمجھتا ہوں کہ technically یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں ہے لیکن ایک ایسا issue جسے resolve کرنے کے لیے وزیر ہاؤسنگ اور وزیر اعلیٰ صاحب خود دلچسپی لے رہے ہیں ۔ اس سے اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ کافی اہمیت کا حامل ہے جسے جناب ارشد عمران سلہری صاحب نے ایوان میں اٹھایا ہے۔ اس لیے اگر اس issue کے لیے، اس تحریک التوائے کار کے لیے ایوان میں وقت مقرر کر دیں اور زیر بحث لے آئیں تا کہ ایوان کے جو اراکین ہیں وہ بھی اس سلسلے میں مثبت تجاویز دے سکیں اور ان مثبت تجاویز کی روشنی میں جناب وزیر اعلیٰ اور جناب وزیر ہاؤسنگ اس معاملے کو بہتر طریقے سے حل کر سکیں گے ۔ اس لیے میں ایوان کی اس معاملے میں مداخلت کو مناسب سمجھتا ہوں اور اس تحریک التوائے کار کو بحث کے لیے منظور کرنے میں میرا کوئی اختلاف نہیں بلکہ میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ میں اس تحریک کو in-order قرار دیتا ہوں ۔ اب اس سے پہلے مجھے اس کو ہاؤس میں پڑھنا ہو گا۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ نے ایشیاء کی عظیم ترین رہائشی کالونی ٹاؤن شپ کو 31 جولائی 1993ء سے ایل ڈی اے کے

سپرد کر دیا ہے۔ یہ کالونی جب بنائی گئی تھی تو الاٹیوں کو یہ خوش خبری سنائی گئی تھی کہ انہیں 20 سال بعد مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں گے۔ مگر افسران نے قواعد و ضوابط کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں اور ابھی تک کسی بھی الاٹی کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے۔ بلکہ وہاں کے مکینوں کو ان کے بنیادی حقوق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل پیپلز پارٹی کے جیالے عہدیداروں نے محکمہ ہاؤسنگ کے دفتر واقع ٹاؤن شپ پر قبضہ کر لیا اور وہاں کئی ماہ تک تالے لگا دیئے گئے ان کی اس حرکت سے محکمہ کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ الاٹی اپنی اقساط جمع نہ کرا سکے اور نہ ہی دوسرے بل جمع کرائے جا سکے۔ یہ کالونی ایل ڈی اے کے سپرد کرنے سے وہاں کے الاٹیوں کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ محکمہ ہاؤسنگ ترقیاتی اخراجات کے 5200 روپے وصول کرتا تھا ایل ڈی اے نے چالیس ہزار روپے کر دیئے ہیں۔ پانی کا بل پہلے -/45 روپے وصول ہوتا تھا اب قریباً -/917 روپے وصول کیا جا رہا ہے۔ بلکہ بل تو وصول کیے جا رہے ہیں مگر مکینوں کو پانی میسر نہیں آتا اگر کبھی پانی آ بھی جائے تو وہ اس قدر گندہ اور بدبودار ہوتا ہے جو انسان تو کیا جانور بھی منہ نہیں لگاتے۔ ایل ڈی اے چونکہ ایک کمرشل ادارہ بن چکا ہے لہٰذا وہ عوام کو لوٹنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ پچھلے دنوں عوام نے ان مشکلات سے تنگ آ کر ہڑتالیں کیں اور پہیہ جام ہڑتال کر دی۔ جگہ جگہ ٹائر جلائے گئے۔ ایل ڈی اے نے پولیس کی مدد سے عوام پر مزید تشدد کرنا شروع کر دیا ہے۔ حکومت کی اس بے حسی سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

اب میں نے یہ پڑھ دی ہے۔ in-order ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں۔ لہٰذا اب میں اس کے لیے اتوار کو دو گھنٹے کا وقت مقرر کرتا ہوں۔ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ اور اس کا وقت اتوار کو 6 بجے سے 8 بجے تک مقرر کیا جاتا ہے۔ اس پر دو گھنٹے سیر حاصل بحث ہو گی۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم امن و عامہ پر بحث شروع کرتے ہیں۔ sorry پہلے کال اٹینشن نوٹس ہو گا۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب ابھی تھوڑی دیر بعد ایوان میں تشریف لا رہے ہیں اس سے قبل اگر کوئی مختصر رپورٹ پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے تو بہتر

ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اجازت ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

مسودہ قانون

مسودہ قانون بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 1994ء (جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

MR SPEAKER: Now we take up the Government business.

Minister for Law and Parliamentary Affairs

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I lay on the table of the House.

The University for Arid Agriculture Rawalpindi Ordinance, 1994 (No XVI of 1994)

MR SPEAKER: The University for Arid Agriculture Rawalpindi Ordinance, 1994 (No XVI of 1994), has been laid on the Table of the House under Rule 75 (6) of the Rules of Procedure. It is referred to the appropriate Standing Committee for report by 21st January, 1995.

Minister for Law

مالیاتی حسابات پر اڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 1991-1992ء

(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINASTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I lay on the table of the House -

The Finance Accounts/Appropriation Accounts and Report of the Auditor General of Pakistan for the year 1991-92

MR SPEAKER: The Finance Accounts/Appropriation Accounts and Report of the Auditor General of Pakistan for the year 1991-92 has been laid on the table

of the House. It is referred to the Public Accounts Committee No I to report within one year.

نوٹس برائے طلبی توجہ

جناب سپیکر، اب ہم امن و عامہ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں ۔ جو اراکین اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں ازراہ کرم اپنے ناموں کی فہرست مجھے بھیج دیں ۔

(اس مرحلے پر جناب قائد ایوان ہاؤس میں تشریف لائے)

چونکہ قائد ایوان تشریف لے آئے ہیں اس لیے اب پہلے کال اٹنشن نوٹس لے لیتے ہیں ۔

میاں عثمان ابراہیم صاحب کا Call Attention Notice ہے ۔

گتہ فیکٹری گوجرانوالا کے چوکیدار کے قتل کے ملزمان کی گرفتاری

جناب عثمان ابراہیم : جناب سپیکر! میرا Call Attention Notice ہے کہ کیا وزیر اعلیٰ صاحب از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 8-11-1994 کی رات کو شیخوپورہ روڈ گتہ فیکٹری خیالی گوجرانوالہ میں فیکٹری کے چوکیدار صالح محمد کو نامعلوم ملزمان نے قتل کر دیا۔ اور فیکٹری کے دفتر سے لاکھوں روپے نقد اور سیف میں رکھے ہوئے زیورات چرا لیے ۔

(ب) اگر جز الف کا جواب اثبات میں ہے تو پولیس نے ملزمان کی گرفتاری کے لیے کیاکارروائی کی ہے اور اب تک کوئی ملزم گرفتار ہوا ہے؟ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب سپیکر ، جناب قائد ایوان

وزیر اعلیٰ (میاں منظور احمد وٹو) : شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ Call Attention Notice جو جناب میاں عثمان ابراہیم صاحب کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے بارے میں ایس ایس پی گوجرانوالہ کی طرف سے جو رپورٹ موصول ہوئی ہے اس کے مطابق مقتول صالح محمد ولد کالے خان گتہ فیکٹری خیالی میں بطور چوکیدار ملازم تھا۔ اسے 8 نومبر کو چار بجے صبح نامعلوم افراد نے قتل کر دیا۔ وقوعہ کی اطلاع پا کر محمد رفیق مالک فیکٹری موقع پر پہنچا تو پڑتال کرنے پر ایک لاکھ دس ہزار روپے نقد چوڑیاں طلائی 8 عدد اور ایک عدد ہار سیٹ طلائی سیف میں سے غائب پائے گئے ۔ محمد رفیق مالک فیکٹری کے بیان پر مقدمہ نمبر 554 مورخہ 8-11-1994 بجرم 302, 457, 380 ت پ تھانہ سبزی منڈی گوجرانوالہ درج کیا گیا جو کہ زیر

تفتیش ہے ۔ دوران تفتیش پتا چلا ہے کہ ایک شخص اصغر ولد بشیر سکنہ سعدی کالونی گوجرانوالہ پیشتر ازیں گتہ فیکٹری میں ملازم تھا۔ کچھ عرصہ پہلے وہ ملازمت چھوڑ کر چلا گیا ۔ وقوعہ کے روز اس کو فیکٹری کے قریب مسلح حالت میں گھومتے پھرتے دیکھا گیا۔ پولیس کا یہ شبہ ہے کہ یہ واردات اصغر نے کی ہے۔ اور اصغر کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس متعدد اقدامات کرتی رہی ہے اور پولیس کے حالیہ اقدامات کے نتیجے میں مورخہ 7 دسمبر کی رات کو ملزم اصغر کو خیالی کے علاقہ گوجرانوالہ شہر سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ پولیس اس کی تفتیش کر رہی ہے اور اس پوچھ گچھ کا جو نتیجہ ہو گا اس کے بارے میں اگر ضرورت ہو گی تو inform کیا جا سکتا ہے۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے ؟

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! ایک شخص کو گرفتار کرنے میں پولیس کا ایک ماہ لگا ہے۔ اور ابھی بھی پولیس کے مطابق صرف شبہ ہے۔ تو جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب سے میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ ان پولیس حکام کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا ہے کہ جنھوں نے ایک ماہ کے بعد صرف شبے میں ایک شخص کو گرفتار کیا ہے اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ شخص جو شبے میں گرفتار کیا گیا ہے کل کو اسے رہا نہیں کر دیا جائے گا ؟

جناب سپیکر ، جناب قائد ایوان

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ واقعہ صبح چار بجے وقوع پذیر ہوا۔ اس لحاظ سے یہ ایک blind murder ہے جس کے بارے میں پولیس کو شبہ ہے کہ اصغر نے یہ وقوعہ کیا ہے اور اس کی بنا پر اصغر کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ابھی اس کی تفتیش کرنی ہے اور اگر اصغر ملزم ہو گا تو اس کو چالان کیا جائے گا اور اگر دریافت میں وہ ملزم نہ پایا گیا تو اس کو رہا کر دیا جائے گا ۔ اس کے بارے میں پولیس کو یہ ہدایات ہیں کہ وہ کسی بے گناہ فرد کو کسی بھی مقدمہ میں چالان نہیں کریں گے۔ اور اس کے بارے میں بھی مجھے یقین ہے کہ کسی بھی بے گناہ شخص کو اس میں چالان نہیں کیا جائے گا۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! کہیں اسے بے گناہ ظاہر کر کے رہا نہ کر دیں۔ جناب والا! یہ ایک isolated واقعہ نہیں ماہ نومبر میں گوجرانوالہ میں 21 قتل ہوئے 27 ڈکیتیاں ہوئیں 27 چوریاں ہوئیں اور 3 اغوا ہوئے ۔ جس میں 16 لاکھ روپے نقد کی ڈکیتیاں ہوئی ہیں دو موٹر سائیکل کی ڈکیتیاں ہوئی

ہیں ایک کار کی ڈکیتی ہوئی ہے ایک ٹریکٹر کی ڈکیتی ہوئی ہے۔ دو VCR کی ڈکیتیاں ہوئی ہیں اور تیس گھڑیوں کی ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ اسی طرح ساڑھے چھ لاکھ روپیہ نقد چرایا گیا ہے۔ سات موٹر سائیکلوں کی چوری ہوئی ہے چار کاروں کی چوری ہوئی ہے دو وی سی آر کی چوری ہوئی ہے دو ٹی وی سیٹ کی چوری ہوئی ہے اور تین اشخاص کو اغوا کیا گیا ہے۔ تو میرا وزیر اعلیٰ صاحب سے سوال ہے کہ ان پولیس افسران کے خلاف کیا ایکشن لیا جا رہا ہے جن کی موجودگی میں ایک ماہ میں اتنے سنگین واقعات منعقد ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! اگرچہ میرے بھائی میاں عثمان ابراہیم صاحب کی طرف سے یہ جو واقعات اور حقائق پیش کیے گئے ہیں ان کا تعلق اس Call Attention Notice سے تو نہیں بنتا۔

جناب سپیکر، جی

وزیر اعلیٰ، اور آپ اس کے بہتر جج ہیں کہ اس کا جواب مجھے دینا چاہیے یا نہیں دینا چاہیے لیکن میں پھر بھی یہ کہوں گا کہ چونکہ میاں عثمان ابراہیم صاحب نے یہ اعداد و شمار ایوان میں پیش کیے ہیں جن کا تعلق اس Call Attention Notice سے نہیں لیکن یہ اعداد و شمار مجھے دیں اور میں اس بارے میں مقامی پولیس سے دریافت کروں گا کہ ان واقعات کے بارے میں وہ ان کو authenticate کریں اور اس بارے میں وہ مجھے رپورٹ دیں کہ ان واقعات پہ پولیس نے کیا کارروائی کی ہے۔ اس میں کتنے ملزم گرفتار ہوئے ہیں۔ کتنے کیسز رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔ کتنے ملزم گرفتار نہیں ہوئے اور جو نہیں ہوئے وہ ان کو کب تک گرفتار کریں گے۔ اس کے بارے میں میں آپ کے توسط سے ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ گوجرانوالہ میں یہ وارداتیں جن کا ذکر جناب عثمان ابراہیم صاحب نے کیا ہے۔ میں اس بارے میں پولیس سے دریافت کروں گا۔ اور اس پر سخت کارروائی کروں گا۔

جناب سپیکر، شکریہ

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! وہ لسٹ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب کو پہنچا رہا ہوں میں نے اس کی فوٹو کاپی کرانے کے لیے بھیجا ہے تا کہ میرے پاس بھی ریکارڈ رہے۔

جناب سپیکر، بجا ہے

جناب عثمان ابراہیم، جناب والا! میرا ایک اور ضمنی سوال ہے کہ اس Call Attention Notice میں جس تھانے کا ذکر ہے۔ کیا یہ اسی تھانے میں وقوعہ ہوا ہے جہاں میرے دفتر سے پولیس والے پچاس عدد کرسیاں چرا کر لے گئے تھے اور ابھی تک اسی تھانے میں پڑی ہیں؟

جناب سپیکر، آپ خود جانتے ہیں کہ یہ ضمنی سوال نہیں بنتا اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب والا! وہ تھانہ سبزی منڈی خاص طور پر بد نام ہو چکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کے لیے آپ الگ نوٹس لائیں۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب والا! گوجرانوالہ میں جتنا بھی جرم ہو رہا ہے اسی تھانے میں ہو رہا ہے۔ تھانہ سبزی منڈی خاص طور پر اتنا بدنام ہو چکا ہے اور جتنے بھی جرائم ہو رہے ہیں وہ اسی تھانہ میں ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر، میاں صاحب یہ مناسب نہیں۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! اس سے بڑا جرم کیا ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر، میں اس کی اجازت نہیں دے رہا ------- نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! میں قائد ایوان سے آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو رپورٹ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے پڑھی ہے یہ کن کی تیار کردہ رپورٹ ہے۔

جناب سپیکر، انہوں نے واضح طور پر بتایا ہے کہ ایس ایس پی کی رپورٹ کے مطابق -

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ وہی ایس ایس پی ہیں کہ جنہوں نے تحریک نجات کے دوران چھت سے لٹکا کر تشدد سے اور ظالمانہ طریقہ سے قتل کے بہترین نمونے پیش کیے تھے۔ یہ وہی ایس ایس پی ہیں۔

جناب سپیکر، اس بات کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، اگر ان باتوں سے ماحول خراب ہوتا ہے تو پہلے اسے ابھی کر لیں۔

جناب سپیکر، چودھری اقبال صاحب!

چودھری محمد اقبال، کیا معزز قائد ایوان یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اس تفتیش کا دائرہ وسیع

کرنے کے لیے پولیس کو کوئی ہدایت فرمائی گئی ہے یا صرف اسی مشتبہ کو پکڑے رکھنا ہے۔

جناب سپیکر: جناب قائد ایوان -

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں چودھری اقبال صاحب کے اس ضمنی سوال کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے کوئی سوال پوچھنا مناسب سمجھا ہے۔

جناب سپیکر: سوال اسی سے کیا جاتا ہے کہ جس سے کوئی امید ہو۔

وزیر اعلیٰ: اس لیے جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ میں براہ راست ان کا شکریہ ادا کرنے کی جسارت نہیں کر رہا۔ میں آپ کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے کوئی سوال پوچھنا مناسب خیال کیا۔ جناب سپیکر! جو ملزم اس وقت پولیس نے گرفتار کیا ہے اس سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد اگر یہ مجرم صحیح ثابت ہوتا ہے تو پھر اس کا دائرہ کار بڑھانے کی ضرورت نہیں ہو گی اور اگر اس میں کوئی confusion ہوا تو پھر یقیناً پولیس اپنی اس تفتیش کا دائرہ کار بڑھائے گی۔ اور جہاں بھی صحیح مجرم پایا گیا اس کو گرفتار کرے گی اور اس کا چالان مرتب کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ جناب عثمان ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا دوسرا سوال سنیں گے ۔ جی جناب عثمان ابراہیم! --

جناب عثمان ابراہیم: جناب سپیکر! کیا قائد ایوان اس سلسلہ میں پولیس کے لیے کوئی ٹائم مقرر کریں گے کہ اس ڈکیتی کو برآمد کرنے اور قتل کے ملزم کو گرفتار کرنے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہو گا ۔ کیونکہ ایک ماہ کے بعد پولیس نے ایک آدمی پکڑا ہے اور وہ بھی شبہ میں۔

جناب سپیکر: جناب قائد ایوان !

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! یہ سوال غالباً جناب عثمان ابراہیم صاحب پوچھنا چاہتے ہیں کہ جو لسٹ انہوں نے مجھے فراہم کی ہے ۔

جناب عثمان ابراہیم: وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آپ پولیس کو کوئی واضح متعین تاریخ دیں گے۔ کیا آپ تاکید کریں گے کہ وہ اس معاملے میں زیادہ دیر نہ لگائے اور معاملہ کو جلدی نپٹائے۔

وزیر اعلیٰ: جی ہاں! بلا شبہ میں پولیس کو ہدایت کروں گا کہ وہ اس معاملے میں غیر ضروری تاخیر نہ

کرے اور فوری طور پر اس کو نپٹانے اور اس کو یک سو کرے۔

جناب سپیکر: جناب تاج خانزادہ صاحب

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Mr Speaker sir, I want to take advantage of the Chief Minister's presence in this House today and I would like to remind him about few important points which he might have forgotten in the rush of work.

MR. SPEAKER: It means that the question regarding notices are no longer there and now you want to make general observation

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Yes sir.

MR. SPEAKER: Just a minute. Let him first make the supplementary question.

میاں عمران مسعود: جناب والا! شکریہ' میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ اصغر نامی جو شخص پکڑا گیا ہے کیا اس کا پیپلز پارٹی سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ کیونکہ میری اطلاع کے مطابق وہ پیپلز پارٹی کا عہدیدار ہے اور ہمیں یہ پورا پورا شک ہے کہ اس کو بغیر کسی انکوائری کے bail out کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس سوال کا جواب آ چکا ہے کہ کسی بھی شخص کو نہ تو بے گناہ پکڑا جاتا ہے ---

میاں عمران مسعود: میری apprehension ہی یہ ہیں کہ چونکہ اس بندے کی کافی سفارشیں وغیرہ بھی ہیں۔ یہ نہ ہو کہ اس مقدمے میں سے یا اس جرم میں سے بری کر دیا جائے ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس بندے کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے یا نہیں ؟ یہ بتا دیں آیا وہ پیپلز پارٹی کا عہدیدار ہے یا نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے ساری انکوائری تو کروائی ہو گی۔

جناب سپیکر: جناب قائد ایوان! کیا آپ کے علم میں ہے؟

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! آپ ان کے سوال کا جواب دینے کی مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ جہاں تک اس وقت تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا ملزم اصغر کا پاکستان پیپلز پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ یہ اس کا عہدیدار ہے اور نہ ہی اس کا اس سے کوئی تعلق ہے۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں اب اس کا وقت ختم ہوتا ہے۔ پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔ جناب تاج خانزادہ صاحب، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارے سب کے بزرگ ہیں، آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو میں اس کی اجازت دیتا ہوں؟

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, thank you very much for giving me the floor. I would like to address the Chief Minister who is said to have come in the House today, therefore, we take advantage of his presence here During January this year the Chief Minister called a meeting on development schemes in Rawalpindi where the Inspectors General of Police, Commissioners and the Deputy Commissioners alongwith the other Heads of the Departments were invited. I raised a question that across the River Indus there were outlaws who inhabit the no-man-area betweens the NWFP and the Province of the Punjab. The Chief Minister of the Punjab had given explicit orders that the Inspectors General of Police Punjab and the NWFP both should take up this matter alongwith the Chief Secretaries and they should hold a joint meeting to see how these outlaws who are a daily nuisance to my area by crossing the river looting the defenceless people and their houses day and night The cases are registered against them. I don't blame any individual because our police force on the River Indus from Ghazi to Nizampur is negligible and his predecessor the leader of the House late Mr Ghulam Haider. Wayne had promised in Rawalpindi a minimum of one hundred policemen to be added to the police force in Attock which is the border area and no-man-area where outlaws are openly flouting the law of the land. Sir, though the police is not properly equipped with the automatic weapons to confront them because they are all

equipped with the superior weapons and it was decided that if necessary army will be asked to come with a helicopter to tackle them. I today take this opportunity to remind the Chief Minister to please implement this decision for the larger good of the people of this country, the people of Punjab and specially the people bordering the area across the Indus River from Ghazi right upto Nizamabad.

امن عامہ کی صورتحال پر بحث

جناب سپیکر، آپ کا شکریہ' آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے۔ میں آپ کو تسلی دیتا ہوں کہ وہ اس کے مطابق غور کر کے اس پر صحیح عمل کریں گے۔ اب ہم لاء اینڈ آرڈر پہ بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں نے 29 تاریخ کو ایک انتہائی اہمیت عامہ اور قومی سلامتی کے بارے میں یعنی جو گوادر کی بندر گاہ جو اومان کی حکومت کو بیچی گئی ہے۔اس کے بارے میں ایک قرارداد دی تھی۔ جناب سپیکر! اجلاس کا وقت چونکہ صرف دو دن رکھا گیا ہے اور یہاں صرف اس ملک کی سرزمین کو بیچنے کا پروگرام بنایا جارہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ -----

جناب سپیکر، آپ ایسی بات نہ کریں۔ آپ میری اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ جب کوئی قرارداد ایوان میں نہیں آئی اور آپ اسے لانا چاہتے ہیں۔ آپ میرے چیمبر میں آئیں' وہاں آ کر بات کریں۔ اگر وہ بات اس قابل ہوتی کہ ہاؤس میں کی جاتی تو میں اسے اپنے چیمبر میں ختم نہ کرتا۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! یہ گوادر کی بندرگاہ کے بارے میں میں نے دس روز پہلے سے ایک resolution دیا ہوا ہے۔ جناب والا! میری بات مکمل ہو لینے دیں۔ آپ مہربانی کریں۔ اجازت نہ دیں لیکن مجھے بات مکمل کر لینے دیں۔

جناب سپیکر، آپ اس کا متن پڑھ رہے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، نہیں میں اس کا متن نہیں پڑھ رہا۔ یہ لیں۔ میں نے اس کا متن رکھ دیا ہے۔ میں اس کو نہیں پڑھتا۔ میں صرف بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی کھوسہ صاحب بات کرتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! آپ کی خصوصی عنایت ہے کہ آپ مجھے موقعہ دے رہے ہیں۔ جس موضوع پر ایس اے حمید صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ صرف سندھ ' کراچی یا اس حلقے سے نہیں بلکہ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔ اور ایک معتبر رسالے نے اس کی خبر شائع کی ہے۔ اور آج کے اخبارات میں بھی پڑھا گیا ہے۔ کہ ایک معزز سابق فوجی افسر جنرل حمید گل کے بیان کے حوالے سے گوادر کو کسی غیر ملکی طاقت کو دینے کا بیان لگا ہے۔ برائے مہربانی ہمیں اس پر بات کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ سارے ملک کا سوال ہے ' یہ ساری قوم کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: میری بات سنیئے ۔ اگر وہ admit ہوا ہے تو آجائے گا۔ آپ کیوں اس پر پریشان ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ admit ہوا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: یا تو پھر ان کو اطلاع نہیں ملی ہو گی۔

جناب سپیکر: میں ان سے پوچھ رہا ہوں ۔ آپ بتائیے۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! میں نے ۲۹ تاریخ کو یہ قرارداد جمع کروائی تھی۔ اور کل اجلاس شروع ہوا ہے آج اس کا دوسرا دن ہے۔ اس کے بعد اجلاس اتوار کو ختم ہونا ہے۔ اس کے لیے جناب والا! پھر ٹائم نہیں ملے گا۔ یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ رولز ۲۰۲ معطل کر کے مجھے اس کو پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ اگر آپ قبول نہ کریں تو کوئی بات نہیں۔ کم از کم یہ بات پاکستانیوں کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے کہ یہ حکومت اب اس ملک کے سفیر کو بیچ رہی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں آپ ایسے نہیں کرسکتے۔ میری بات سنیئے ۔ آپ ایسا کیجیے کہ آپ میرے چیمبر میں تشریف لائیے اور وہاں پر مجھ سے بات کیجیے۔ یہاں پر میرا خیال ہے کہ اس بات کا اندازہ ہو ہی گیا ہے کہ انشاء اللہ اتوار کو بھی اجلاس ہو گا۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا ! یہ میری تحریک استحقاق نہیں۔ یہ میری ذات کا مسئلہ نہیں۔ یہ قوم کا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے رولز معطل کیے جاسکتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ مجھے میرے چیمبر میں آ کر convince کیجیے۔ میں اتوار کو لے لوں گا۔ جی--

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا ! درخواست یہ ہے کہ رولز ۲۰۲ کو معطل کر کے ان کو قرارداد پڑھنے کی اجازت دے دی جائے۔ ہاؤس سے پوچھ لیں۔ آپ ہاؤس سے پوچھ لیں ۔ اگر ہاؤس اس

کی اجازت دیتا ہے کہ قرار داد پڑھی جائے۔ approve ہوگی یا نہیں ہوگی یہ بعد کی بات ہے۔ لیکن اس وقت ہاؤس سے پوچھ کر صرف قرار داد پڑھنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر: نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ میرے پاس چیمبر میں آئیے۔ اتوار کا اجلاس ہے۔ میرے ساتھ بات کیجیے، مجھے convince کیجیے۔ میں اتوار کو اس کا موقع دے سکتا ہوں۔ اب ضد نہ کیجیے۔ اب لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ چودھری شوکت داؤد صاحب۔

میاں عبدالحمید: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: آپ کی مرضی ہے۔

میاں عبدالحمید: جناب والا! آج وزیر قانون تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے پچھلے اجلاس میں تحریک التوائے کار نمبر ۳۱ دی تھی۔ آپ نے پڑھنے کی اور مختصر بیان کی اجازت دی تھی۔ لیکن وزیر قانون اس پر اپنا موقف بیان نہ کرسکے۔ لیکن آج چونکہ وزیر قانون بیٹھے ہوئے ہیں وہ اپنا موقف دے دیں بس۔ اس کے بعد باقی بات آئندہ ہوجائے گی۔

جناب سپیکر: نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

میاں عبدالحمید: تو پھر اس کا آپ کب موقع دیں گے؟

جناب سپیکر: آپ میرے پاس آئیے۔ اتوار کو دیکھ لیتے ہیں۔ جی چودھری شوکت داؤد صاحب۔۔

چودھری شوکت داؤد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

جناب سپیکر: آپ کے پاس دس منٹ ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: دس منٹ میں تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر: اللہ فضل کرے گا۔ تقریر ہوگی دس منٹ میں۔

چودھری شوکت داؤد: نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب والا! میں امن و امان کے مسئلے پر بحث کرنے سے پہلے facts and figures دینے سے پہلے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں ۔ کیونکہ اس وقت قائد ایوان اور پولیس کے سربراہ بھی اس ایوان میں بیٹھے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھوں گا کہ اس سے پہلے کہ صوبہ پنجاب میں امن و امان کی صورت حال اتنی خراب ہو جائے یا اس حد تک پہنچ

جائے۔ جیسا کہ ہمارے ملک کے دوسرے علاقوں کی حالت پہنچ چکی ہے۔ خصوصاً پاکستان کے ہی ایک حصہ کراچی کی حالت اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کہ جہاں قانون نافذ کرنے والے ادارے باوردی ہو کر سڑکوں پر آنے سے گریز کر رہے ہیں۔ جہاں اس وقت کی حالت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جب فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں (قطع کلامیاں) سر ہاؤس کو پہلے in order کریں۔

MR. SPEAKER: I call the House to order.

چودھری شوکت داؤد: جہاں قانون نافذ کرنے والے ان حالات کا مقابلہ کرسکیں۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اپنی جانیں بچا کر بھاگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسی قسم کے واقعات آج صوبہ پنجاب میں بھی ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی معاشرہ وجود میں آتا ہے تو اس معاشرے کو سدھارنے کے لیے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ ان قوانین پر عمل درآمد کرنے کے لیے ادارے بنائے جاتے ہیں۔ امن و امان کی صورت حال کو برقرار رکھنے کے لیے کسی بھی معاشرہ میں صرف ایک ادارہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ بلکہ معاشرے کا پورا ڈھانچہ جو ہے اس میں معاشی حالات، معاشرتی اقدار، حصول انصاف اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے اداروں کو استحکام بخشا جاتا ہے۔ جب تک یہ تمام چیزیں کسی معاشرے میں، جب تک یہ تمام ادارے کسی معاشرے میں اپنا function صحیح طور پر ادا نہیں کرتے اس وقت تک آپ اس معاشرے کو صحیح اور پرامن معاشرہ قرار نہیں دے سکتے۔

جناب والا! امن و امان کو برقرار رکھنے میں جو سب سے پہلی بات آتی ہے وہ حصول انصاف کی بات آتی ہے۔ لیکن مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ آج کے اس معاشرے میں اور خصوصاً اگر میں یہ کہوں کہ آج اس صوبے میں نہ صرف ایک عام شہری بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز ممبران بھی حصول انصاف کے لیے دیکھتے ہیں کہ ان کو حصول انصاف میسر نہیں۔ جس معاشرے میں قانون بنانے والوں پر قانون کے محافظ قانون کی دھجیاں بکھیر کر اور ان کو غلط قسم کے پرچوں میں ان کا اندراج کرکے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاشرے میں انصاف کا حصول ناممکن بن جاتا ہے۔ آج اپنے ملک میں دیکھ لیں، آج آپ اس صوبے میں دیکھ لیں۔ جب انصاف کی کرسی پر بیٹھنے والے پر، وہاں کے شہریوں کا، وہاں کے معاشرے کے افراد کا اعتماد ختم

ہوجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاشرے میں انصاف کا حصول ناممکن بن جاتا ہے۔ آج آپ دیکھیں کہ میرٹ کی دھجیاں بکھیر کر ان کرسیوں پر ان لوگوں کو براجمان کردیا گیا۔ جن کے اوپر چھاپ لگی ہوئی ہے جن کے اوپر کسی پارٹی کے ساتھ وابستگی کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ وہ کبھی بھی انصاف کا حصول ممکن نہیں بناسکتے۔ جناب والا! جس صوبے کے سربراہ خود یہ کہنا شروع کردیں کہ ہم معاشرے میں امن و امان کی صورت حال کو برقرار رکھنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پھر حکومت کی یہ اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ اگر انصاف دینا ناممکن ہو جائے اور امن و امان کی صورت حال خراب ہو چکے تو پھر وہ حکومت اقتدار کو چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن یہاں ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے حکم رانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیونکہ یہاں ان اداروں کو اپنے تابع کر لیا ہے جن اداروں نے انصاف مہیا کرنا ہے ان کو اتنا احسان مند بنا دیا گیا ہے کہ وہ حکومتی فیصلے کے خلاف انصاف مہیا کرنے سے گریزاں ہے۔ ان اداروں کو جن اداروں نے عام شہریوں کو انصاف مہیا کرنا ہے ان اداروں کی ذمہ داریاں وی وی آئی پی movement پر مامور کردی گئی ہیں۔ ان اداروں کی ذمہ داریاں وی وی آئی پی کی حفاظت پر مامور کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ جب جس معاشرے میں وی وی آئی پی خود لوگوں میں جاتے ہوئے گریزاں ہوں، جس معاشرے میں وی وی آئی پی عوام میں، وہ عوام جو ان کو ان کرسیوں پر بٹھاتے ہیں، ان عوام کے سامنے وہ ان سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے سے گریزاں ہوں۔ اس معاشرے میں وہ کبھی بھی انصاف اور امن و امان کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ معاشرے کو خراب کرنے میں جو اس وقت معاشرتی برائیاں ہیں ان میں آج کے media کو بڑا ہی دخل ہے۔ ٹی وی ایک ایسا ادارہ ہے جو حکومتی پالیسیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ جب اس media سے نوجوان نسل کو خراب کرنے کرنے کے لیے ایسے پروگرام دیے جائیں گے جہاں ناچ گانے کی محفلوں کو اجاگر کیا جائے گا۔ نوجوانوں کو بے راہ روی کی طرف لگایا جائے گا وہ معاشرہ کبھی بھی اپنی حیثیت کو برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جناب سپیکر! جہاں حکومتی اداروں کی سربراہی میں ناچ گانے کی محفلیں لگائی جائیں وہاں آج کے نوجوان سے آپ کیا امید رکھیں گے وہ اس معاشرے میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہے گا؟ جس معاشرے میں بے روزگاری پر قابو نہ پایا جاسکے، جس معاشرے میں ایم اے اور بی اے کی ڈگریاں لے کر آج کا نوجوان سڑکوں پر پھرے گا اس سے آپ کیسے توقع کریں گے کہ وہ اس معاشرے کو سدھارے۔ میں ہمیشہ جب اس ایوان میں تقریر کرتا ہوں تو میرا خیال بھی یہ

ہوتا ہے کہ میں حکومتی اور اپوزیشن کے بنچوں کی نہیں بلکہ جو میرے دل میں بات ہے وہ آپ کے سامنے لاؤں اور یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ جناب سپیکر! آج میں اپنے اسی موضوع پر debate سے ہوئے اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ بھی کہنا حق بجانب سمجھوں گا کہ حکومت اور ان ایوانوں میں بیٹھنے والے ہمارے اوپر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے ہمارے ہزاروں لاکھوں اورکروڑوں عوام جو اس صوبے سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے ہمیں ان ایوانوں میں بھیجا ہے۔ جناب والا! اس معاشرے میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے' اس معاشرے کو اس کی صحیح اقدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہمارے اوپر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ لیکن جناب والا! ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے پھر میں کہوں گا جو اس کرسی پر بیٹھتا ہے' جو اقتدار کی مسند پر بیٹھتا ہے اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ ایسا ماحول برقرار رکھا جائے' ایسا ماحول مہیا کیا جائے جہاں ہم امن و آشتی کے ساتھ اپنے فرائض کو دیانت داری کے ساتھ انجام دے سکیں۔ اور یہی میں سمجھتا ہوں کہ جب حق بات کو کہنے سے روکا جائے گا' جب انصاف کے حصول کو ناممکن بنایا جائے گا تو آپ کبھی امید نہیں رکھ سکتے کہ آپ پولیس فورس سے امن و امان برقرار رکھیں گے۔ کیونکہ اس معاشرے میں ہر فرد صحیح معنوں میں اپنا کردار ادا نہیں کرے گا یہ معاشرہ کبھی نہیں سنورے گا۔ایک شہری ہو' ایک سیاست دان ہو' ایک بیورو کریٹ ہو یا حکومتی کرسیوں پر بیٹھنے والا کوئی رکن ہو' جب تک یہ سب مل بیٹھ کر' اکٹھے بیٹھ کر اس معاشرے کو سدھارنے کی کوشش نہیں کریں گے اس وقت تک یہ معاشرہ صحیح معنوں میں پنپ نہیں سکتا۔

جناب سپیکر: آپ کا ایک منٹ رہ گیا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! ابھی تو میں facts کی طرف آ رہا ہوں۔آپ مہربانی سے مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معاشرے کو ختم کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ corruption کا ہے اور آج بد قسمتی ہماری یہ ہے کہ بڑے بڑے ایوانوں میں بیٹھنے والے جب corruption کی ابتداء خود کریں گے تو کرپشن کیسےختم ہوگی۔ جب اس معاشرےمیں اقتدار میں بیٹھنے والوں کو اتنا طاقت ور بنا دیا جائے گا کہ کوئی یہاں انڈسٹری لگے' کوئی یہاں investment ہو' بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے کوئی کام کیا جائے اس میں بھی جناب' حصہ ملے۔ جب حصے کی ریشو دس فی صد سے پچاس فی صد پہنچا دی جائے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اس معاشرے میں انصاف کا حصول ہو گا اور اس معاشرے میں امن و امان برقرار رہے گا۔ کیونکہ اس رشوت کی ratio سے مہنگائی بڑھے گی۔ جب مہنگائی

بڑھے گی تو غریب آدمی کو اپنا روزگار کمانے کے لیے نوکری نہیں ملے گی۔ جب اس کو نوکری نہیں ملے گی تو وہ ڈاکے نہیں ڈالے گا تو اور کیا کرے گا جناب؟ اس نے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ اس نے اس معاشرے میں اپنے آپ کو برقرار رکھنا ہے۔ زندگی کی تگ و دو کے لیے اس کو اگر جائز طریقے سے روزگار مہیا نہیں کیا جائے گا تو وہ ڈاکے اور ڈکیتیاں نہیں ڈالے گا تو اور کیا کرے گا؟

جناب سپیکر: آپ کا شکریہ۔

چودھری شوکت داؤد: ابھی ٹھہریں جی۔ کارنامے تو ابھی میں نے بتانے ہیں۔ جناب والا! مجھے ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: سب کو ٹائم دینا ہے میں نے۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! میرا کوئی ساتھی مجھے ٹائم دے دے گا۔ مجھے آپ ابھی بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: نیازی سے کہیے آپ کو ٹائم دے دیں۔

چودھری شوکت داؤد: نیازی صاحب تو کافی اچھی باتیں کریں گے' میرا خیال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سب سے بڑا المیہ آج ہے کہ صوبہ پنجاب میں آپ دیکھ لیں' بلکہ میں صوبہ پنجاب کی بات نہیں کرتا آپ لاہور میں دیکھ لیں۔ پچھلے دنوں چار مساجد میں جو بم دھماکے ہوئے ہیں۔ مسجد ہم تمام مسلمانوں کے لیے ایک ایسی امن و آشتی کی جگہ ہے۔ جہاں ہم مسلمان اپنے آپ کو مسجد میں محفوظ نہیں سمجھیں گے تو کیسے آپ کہہ سکتے ہیں کہ امن و امان کی صورت حال بہتر ہے۔ ابھی لاہور تھانہ لوئر مال کی مسجد میں بم دھماکہ' تین نمازی شہید' اکیس شدید زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد لوئر مال کی مسجد سے قبل لاہور کی چار مساجد میں دھماکے ہوئے ہیں۔ ان دھماکوں میں درجن نمازی شہید اور درجنوں زخمی ہو چکے ہیں۔ کل کا تازہ واقعہ میں سناؤں گا۔ امن و امان ہم برقرار رکھتے ہیں۔ اس اسمبلی کی حدود میں کل پی ایس ایف کے *** نے فائرنگ کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس طرح کسی سیاسی جماعت یا کسی گروہ کے بارے میں نہیں کہہ سکتے۔

چودھری شوکت داؤد: نہیں' جناب وہ fact ہے تو میں ـــــ

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب سپیکر، نہیں' یہ لفظ غلط ہے۔

چودھری شوکت داؤد، جناب! جو ایسا کام کرتا ہے چاہے وہ مسلم لیگ سے ہو۔ میں تو اس کو شریف آدمی نہیں کہوں گا۔ میں اس کو *** ہی کہوں گا۔ جو بھی کرے گا میں اس کو *** کہوں گا۔ جو امن و امان تباہ کرے گا اس کو شریف آدمی تو نہیں کہا جا سکتا۔

جناب سپیکر، میں اس لفظ کو حذف کرتا ہوں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! اس کے علاوہ آپ دیکھیں کہ یہاں حکومتی میلہ لگا۔ صنعتی نمائش میں کھلے عام جوا' حکومت نے لائسنس دے رکھا ہے' آمدنی کشمیر فنڈ میں جائے گی۔ یعنی حکومتی سربراہی میں ایسے کام ہوں گے تو آپ کیسے کہیں گے کہ اس صوبے میں لاء اینڈ آرڈر صحیح جا رہا ہے۔ جناب سپیکر، شکریہ۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ شوکت صاحب! بس۔ جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! آپ مجھے بات تو کرنے دیں۔

جناب سپیکر، نہیں' آپ نے بہت بات کر لی۔ بڑی مہربانی' تشریف رکھیے۔ آپ کے دوستوں نے بھی بات کرنی ہے۔ انعام اللہ خان نیازی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر، دس منٹ ہیں آپ کے پاس۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، اندازہ کر لیں۔ آج اس بات کی خوشی تھی کہ آج ہمارے صوبے کے وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور میرا خیال تھا کہ ذرا توجہ سے چند اچھی باتیں' صوبے کے فائدے کی باتیں ' کچھ تھوڑی سی کڑوی کسیلی باتیں ہو جائیں۔ حالانکہ ماحول کافی خوش گوار ہے' میں کبھی نہیں چاہوں گا۔

جناب سپیکر، امید ہے آپ اس کی خوش گواری میں خاطر خواہ اضافہ فرمائیں گے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ تو ویسے بھی ہر دلعزیز ہیں۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب انعام اللہ خان نیازی، میری یہ خواہش تھی کہ آج لاء اینڈ آرڈر situation پر کافی عرصے کے بعد اس صوبے کے بڑے بڑے تھم ہو گئے جاتے ہیں جن میں ہمارے ہوم سیکرٹری صاحب بھی موجود ہیں' ہمارے آئی جی صاحب بھی موجود ہیں اور ہمارے اس ایوان کے قائد بھی موجود ہیں۔ تو میرا خیال تھا کہ آج باتیں کچھ ہو جاتیں جن سے شاید کچھ استفادہ حاصل کر لیتے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ اپنی کوشش کروں گا کہ اپنی آواز ان کے کانوں تک پہنچا سکوں۔

جناب سپیکر، بسم اللہ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں چند ایک چیزیں ہیں جن کی طرف ہر مسلمان ہر پاکستانی کا ایک فرض بنتا ہے کہ وہ نہ صرف سوچے بلکہ اپنے آپ کو اس فکر میں مبتلا کرے جو اس وقت ہماری قوم کو جو مصیبتیں اور جو مسائل درپیش ہیں اس سلسلے میں ہم اس کی طرف کوئی توجہ دیں' ہم اس کے بارے میں کوئی سوچیں اور کوئی مثبت قدم اٹھائیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ یہاں پر چودھراہٹ کی ریس میں یہاں پر بڑا لیڈر بننے کی کوشش میں بڑے بڑے ایوان اقتدار کے لوگ اپنے آپ کو ایسی باتوں میں مصروف رکھے ہوئے ہیں جن کی اس وقت نہ ہمارے صوبے کو ضرورت ہے اور نہ ہمارے ملک کو ضرورت ہے۔ یہاں پر دوڑ اس بات کی لگائی جاتی ہے کہ قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف اگر کسی کو مل کر آتے ہیں تو میں بھی اس آدمی کو مل کر ضرور آؤں۔ میں بھی اس پارٹی لیڈر کو مل کر آؤں جس کو میاں محمد نواز شریف مل کر آ رہے ہیں۔ یہاں پر صرف اور صرف اپنے قد بڑھانے کی باتیں ہیں۔ یہاں پر ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی' ان علاقوں کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ ہم کشمیر پر بات کرتے ہوئے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہمارے لیے بہت اہم مسئلہ ہے لیکن کراچی کا مسئلہ اس سے زیادہ اہم ہے اور پھر پنجاب کا مسئلہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جناب والا! کراچی کی صورت حال پر تشویش کا اظہار ہر ایک بندہ کر رہا ہے۔ لیکن اگر آپ پنجاب میں قتل و غارت ' ڈکیتیوں کی وارداتوں کی طرف دیکھیں تو آپ کو ایک چیز بڑی روشن ہو جائے گی۔ آپ پنجاب کے figures نکال کر دیکھ لیں ' کراچی سے دوگناہ زیادہ figures ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ وہ صرف کراچی شہر میں ہو رہا ہے۔ اور یہ پورے پنجاب میں ہو رہا ہے۔ جناب والا! مسجدوں پر بم پھینکے جا رہے ہیں' میرا ایمان ہے کہ کوئی مسلمان چاہے وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو وہ دوسرے فرقے کے مسلمانوں کی مسجد پر بم پھینکنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ بم پھینکنے والے کردار اس سازش کی لڑی ہیں جو

سازش ہمارے گلے میں ہمارے ملکی حالات کے گلے میں جان بوجھ کر پہنائی جا رہی ہے۔ آج سے دو سال پہلے کا واقعہ ہے جناب آئی جی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ' ہوم سیکرٹری صاحب ہیں ' وزیر اعلیٰ صاحب چاہیں تو یہ انکوائری کرواسکتے ہیں۔ شیخوپورہ کا واقعہ ہے شیعوں کے جلوس میں غالباً وہ چالیسویں کا جلوس تھا یا دسویں محرم کا تھا اس میں دو لڑکوں نے صحابہ کرام کے اپنی جیبوں سے پوسٹر نکالے۔ جناب والا! حیرانگی کی بات ہے کہ امن عامہ پر بات ہو رہی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب یہاں پر اپنے ووٹ تگڑے کر رہے ہیں۔ افسوس ان باتوں پر ہوتا ہے کسی کو کسی بات سے تعلق نہیں ہے صرف سیٹ بچانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اپنی سیٹوں کو مضبوطی سے پکڑنے کی بات ہورہی ہے۔ میں جناب والا! آپ سے گزارش کروں گا کہ اس صوبے کو ناجائز تجاوزات سے فارغ کروایا جائے۔ اگر یہ حال رہنا ہے تو اس قبضے کو چھڑایا جائے۔ اور میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے کہیں کہ کم از کم لاء اینڈ آرڈر کو غور سے سن لیں۔ عوام کے مسائل تو حل نہیں ہوں گے ' پینے کا پانی میسر نہیں ہو گا لیکن امن عامہ کی صورت حال کو تھوڑی سی توجہ سے سن لیا جائے یہ میری آپ سے گزارش ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے کہا کہ وہ اپنی سیٹ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ تو وہ اپنی سیٹ کو چھوڑ کر دوسری سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سے اٹھ کے آپ کے جتنے زیادہ قریب ہوسکتے ہیں آگئے ہیں تاکہ آپ کی بات زیادہ توجہ سے سنیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ان کو اس سیٹ پر بیٹھنے کی کافی problem ہوتی ہے۔ اصل سیٹ وہ ہے جو اندر ہے۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی مضبوطیاں ہورہی ہیں۔ جناب والا! میں وزیر اعلیٰ صاحب سے دوبارہ گزارش کروں گا۔ کہ یہ اہم نوعیت کا معاملہ ہے آپ کچھ نہ کریں۔ اپوزیشن کو جیلوں میں ڈالیں' ہمارے اوپر پولیس تشدد کروائیں' ہم برداشت کرلیں گے۔ لیکن امن عامہ کی صورتحال کو تھوڑا سا غور سے سن لیں۔ تاکہ شاید ان کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے یا رحم آجائے اور وہ کسی آئی جی صاحب کو یا ڈی آئی جی صاحب کو ہدایات دے سکیں کہ please look into it جو ان کو ایک لفظ آتا ہے۔ آپ جناب والا ان کو کہنے کی جرات تو کریں۔

جناب سپیکر: کہنے کی ضرورت تو تب پڑے کہ اگر وہ نہ سن رہے ہوں۔ وہ تو سن رہے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میں اس وقت تک تقریر نہیں کروں گا جب تک وزیر اعلیٰ

صاحب میری بات نہیں سنیں گے۔ بس آپ کارروائی کو یہیں روک دیں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ سب دوست جو یہاں پر بیٹھے ہوتے ہیں وہ سن رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ کوئی نہیں سن رہا اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کوئی نہیں سن رہا۔ جی فرمائیے۔۔

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

راجہ ریاض احمد، جناب والا! میرے بھائی نیازی صاحب اس بات کا سرٹیفکیٹ چاہتے ہیں، ہم ان کو لکھ کر دیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب ان کی بات سن رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب تو ان کی بات غور سے سن رہے ہیں۔ یہ اپنی بات جاری رکھیں۔ مہربانی شکریہ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ وہ انعام اللہ خان نیازی کی کتنی بات سن رہے ہیں۔ اور پھر یہ تو غلط بیانی ہے کیونکہ وہ خود باتوں میں مصروف ہیں۔ جناب والا! چیئر کی یہ رولنگ ہے کہ آپس میں خوش گپیاں نہیں ہونی چاہئیں جب ہاؤس کی کاروائی چل رہی ہو۔ آپ نے بارہا وزراء کو بھی روکا ہے۔ کہ ممبران سے درخواستیں نہ لیں۔

جناب سپیکر، آپ ذرا دیکھئیے تو سہی کہ کیا خوش گپی ہو رہی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں خود دیکھ رہا تھا۔

جناب سپیکر، اس وقت تو دیکھیے۔ دیکھیے تو سہی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میرے پوائنٹ آف آرڈر پر اگر خوش گپیاں رک گئی ہوں تو رک گئی ہوں گی۔ ویسے وہ جماعت اسلامی سے بات کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کا بیان آچکا ہے۔ کہ جب بھی عدم اعتماد ہو گا تو وہ ساتھ دیں گے۔ ان سے تو بات کرنے کا ویسے ہی کوئی فائدہ نہیں۔ میں آپ کی رولنگ کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کی یہ رولنگ ہے جناب کہ جب کارروائی چل رہی ہو تو آپس میں خوش گپیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ اور وزراء درخواستیں وصول نہ کریں اور یہاں بیٹھے ہوئے آرڈرز نہ لکھیں۔

اس لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر، میں جناب قائد ایوان سے درخواست کروں گا کہ اپوزیشن کے دوستوں کی خواہش ہے کہ محترم قائد ایوان چونکہ خوش قسمتی سے اس وقت ایوان میں موجود ہیں۔ اور امن عامہ کی صورت حال پر بحث ہو رہی ہے۔ تو ازراہ کرم وہ جو باتیں کر رہے ہیں وہ انہیں دھیان سے سنیں۔ جی۔۔اب آپ فرمائیے۔

چودھری اصغر علی گجر، سردار صاحب نے مہربانی کی ہے کہ جماعت اسلامی کی بات کی ہے۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت اسلامی کی ترجمانی کا ابھی تک کسی کو نہیں ملا۔

جناب سپیکر، کیا نہیں ملا۔

چودھری اصغر علی گجر، اختیار نہیں ملا۔ یہ بات ویسے مرکز کی حد تک کی ہے۔ صوبے کی حد تک ابھی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔

جناب سپیکر، جی اچھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! Point of personal explanation

جناب سپیکر، جی کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! قاضی حسین احمد صاحب ان کی جماعت کے امیر ہیں۔ ان کا نیشنل نیوز میں سرخی کے ساتھ بیان لگا تھا۔

جناب سپیکر، وہ قومی اسمبلی کے بارے میں تھا۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ صوبائی اسمبلی کے بارے میں نہیں تھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وہ جناب عدم اعتماد کا ذکر تھا۔ سرحد میں بھی یہاں بھی اور مرکز میں بھی۔

جناب سپیکر، نہیں بہرحال وہ مرکز کے حوالے سے تھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! انہوں نے شاید ان سے مشورہ نہ کیا ہو گا۔ لیکن وہ بات ان کے بیان کے مطابق ہے۔

جناب سپیکر: یہ ہو سکتا ہے۔ کیا نیازی صاحب کو بولنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اس طرح تو ان کا وقت کم ہو جائے گا۔ نیازی صاحب آپ بات کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میں آپ کا اور وٹو صاحب کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے اس بات کو کافی اہمیت دی۔ لیکن یہاں کانوں پر جوں تک نہیں رینگے گی چاہے کچھ ہوجائے۔

جناب سپیکر: نہیں آپ تسلی رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! بات ہو رہی تھی صوبے کے امن و امان کی۔ میں جناب والا! گزارش کروں گا کہ ماحول میری وجہ کرکے خراب نہ ہو۔ میری چند ایک باتیں اگر کڑوی کسیلی ہوں تو ان کو اس لیے سن لیا جائے کہ وہ صوبے کی بہتری کے لیے ہوں گی۔

جناب سپیکر: آپ کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: شکریہ جناب والا! کیونکہ عام طور پر الزام آجاتا ہے کہ میں ماحول خراب کر دیتا ہوں۔

وزیر اطلاعات(مہر سعید احمد ظفر): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ جی۔

وزیر اطلاعات: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے نیازی صاحب سے کہوں گا کہ انہوں نے جو بیچ بات باہر کی ہے وہ بھی انہوں نے ضرور کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی بسم اللہ آپ جاری رکھیں۔ مہربانی کرکے مداخلت نہ کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! شکریہ۔ بات میں اس طرح سے شروع کروں گا کہ صوبے کی مختلف قسم کی وارداتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ بات سوچ لینی چاہیے۔ کہ کراچی کے حالات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے پنجاب کے temprament کی میں بات کر رہا ہوں۔ کراچی میں آج حالات خراب ہوئے ہیں تو لوگ چھپ چھپ کے وار کر رہے ہیں۔ لیکن جناب والا! اگر پنجاب کے کبھی حالات خراب ہو گئے تو خدا نخواستہ میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں۔ کہ چھپ کے وار کرنے والا یہاں کوئی نہیں ہو گا۔ یہاں پر وہ حال ہو گا کہ شاید کبھی تاریخ نے کسی جگہ پر نہ دیکھا ہو گا۔

جو temperamentally پنجاب کی صورت حال ہے۔ جو suffocation لوگوں کے لیے create کی جا رہی ہے۔ جن حالات میں ہمیں رہنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے' ابھی ہم گھر سے نکلتے ہیں تو گھر کی حفاظت کے لیے ہمیں گارڈ چاہیے ہوتے ہیں۔ جس انداز سے پنجاب کی حکومت بغیر سوچے سمجھے محترم ہوم سیکرٹری صاحب کی proposal پر اتنا بڑا ایکشن لے رہی ہے کہ پنجاب میں اسلحے کی نمائش کو بند کر دیا جائے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہمیں اسلحہ کی نمائش کو بند کر دینا چاہیے۔ لیکن اس وقت کہ جس وقت آئینی حقوق سے محروم کرنے کے لیے پہلے غیر قانونی حرکتوں والوں سے تسلی کر لی جائے کہ غیر قانونی اسلحہ برآمد کر لیا گیا ہے۔ غیر قانونی اسلحے کے گیٹ وے درہ آدم خیل سے بند کر دیے گئے ہیں۔ کسی بدمعاش' کسی غنڈے کے پاس غیر قانونی اسلحہ نہیں ہو گا تو پھر اس کے بعد-----

جناب! انھیں (وزیر قانون) منع کریں کہ آپ کو instructions نہ دینے آیا کریں۔ مجھے پتا ہے کہ آپ ان کی باتیں نہیں سنتے۔ جناب وزیر قانون صاحب اپنی حرکتوں سے باز تو آئیں گے نہیں۔

جناب سپیکر: آپ تو آ جائیں۔ (قہقہے)

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! اسلحے کی نمائش پر پابندی کی بات ہو رہی تھی۔ مجھے جناب ہوم سیکرٹری صاحب' جناب آئی جی صاحب' جناب وزیر اعلیٰ صاحب اس بات کی یقین دہانی کرا دیں کہ میں اپنے لیے اسلحہ نہ رکھوں کیونکہ مجھے مارنے کے لیے ناجائز اسلحے والا نہیں آئے گا۔ تو میں اپنا اسلحہ سب سے پہلے آ کر ان کی گود میں رکھ دوں گا۔ لیکن اگر میرے مقابلے میں میرا آئینی حق مجھ سے چھین کر لائسنس والے اسلحے پر پابندی لگا کر اگر حکومت پنجاب یہ چاہتی ہے کہ ان غنڈوں اور لٹیروں کو فروغ دیا جائے۔ ان کے ہاتھ اور مضبوط کر دیے جائیں تو امن و امان کی صورت حال قانون بنانے والے ادارے ہی خراب کر دیں گے۔ یہ میں آپ کو ایک صحیح صورت حال بتا رہا ہوں۔ آج اسلحے پر پابندی بغیر سوچی سمجھی سکیم کے تحت لگائی گئی ہے۔ اگر آپ نے پابندی لگانے کی بات کرنی ہے۔ اگر صوبے کے اندر امن و امان اس حد تک بحال ہو چکا ہے تو پہلے سے اس کو زیر بحث لایا جائے۔ اس کو زیر بحث لا کر اسمبلی کی منظوری لی جائے۔ اس کے بعد عملدرآمد کرایا جائے۔ لیکن سیکرٹری صاحب کے دفتر کے اندر بننے والی summary پر اتنا بڑا action نہیں ہونا چاہیے کہ میں اپنے آپ کو یہ یقین سے کہتا ہوں چاہیے مجھے پنجاب کی انتظامیہ دس سال جیل میں رکھ دے میں اپنا اسلحہ اٹھانے سے اس وقت

تک باز نہیں آؤں گا جب تک حکومت مجھے تحفظ نہ فراہم کر دے۔ یہ قانون، کل اسمبلی کے احاطے میں فائرنگ کی آوازیں سپیکر صاحب کے چیمبر میں سنائی دی ہوں گی۔ اس کے بارے میں آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب کا کیا خیال ہے؟ اس کے بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب کیا کہیں گے؟ مجھے صرف اس بات پر اعتراض ہے کہ آپ امن و امان بحال کرنے کی بات کریں۔ آپ لوگوں کے پاس تھوڑی سی سکیورٹی کی feelings کو بھی چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ کل میرے گھر کے گیٹ کے اندر میرے گن مین کو پولیس کی گاڑی نے روک کر، ان کو نہیں پتا تھا کہ کس کا گھر ہے، یہ میں نہیں کہہ رہا کہ انھوں نے مجھ سے انتقامی کارروائی کی ہے۔ میں آپ کو عام سی بات کر رہا ہوں۔ میرے گیٹ پر کھڑے ہو کر انھوں نے میرے گن مین سے کہا کہ آپ اسلحہ ادھر لے آؤ۔ وہ اندر چلا گیا۔ اس نے کہا کہ میں گیٹ بند کر دوں گا اور اسلحہ نہیں دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ نہیں، پنجاب کے اندر پابندی لگ گئی ہے لہٰذا آپ اسلحہ ادھر دے دو۔ جناب والا! اگر یہی حالت رہی تو اس کا مطلب ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کے لیے راستے کھولے جا رہے ہیں۔ آپ بہت دفعہ اخباروں میں یہ واقعات دیکھ چکے ہیں کہ پولیس کے کچھ افراد بھی ڈاکہ زنی میں اور اس قسم کی وارداتوں میں ملوث رہ چکے ہیں۔ اگر آج ہمیں اس طریقے سے ان حالات کا نشانہ بنایا جائے گا تو میرا خیال ہے کہ حالات کسی کے سنبھالنے میں نہیں آئیں گے۔

جناب سپیکر: نیازی صاحب وقت ہو گیا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! میں تو ابھی ایک ہی پوائنٹ پر ہوں۔ آپ نہ زیادتی کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، دیکھیے! یہ آپ لوگوں کا ہی وقت ہے۔ آپ کی مرضی ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! بات یہ ہے کہ شریف آدمی کو اسلحہ اٹھانے کے لیے اس کے باقاعدہ اجازت نامے کی ضرورت ہوتی ہے جو وہ لے کر پھر اسلحہ لے کر چلتا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میانوالی کا ہمارا ضلع، بدنصیب ضلع، جس کے راستے کو مجھے American Consulate کے DEA agency کے بندے نے کہا کہ میانوالی اس وقت ہیروئن اور کلاشنکوف کے اسلحے کا gate way بنا ہوا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ جناب آئی جی صاحب وہ گیٹ وے کب بند

ہوا ہے جو آپ شریف شہریوں سے اسلحہ چھیننے کی بات کر رہے ہیں۔ آپ اسلحہ چھینیں لیکن پہلے ناجائز اسلحہ چھینیں۔ اس کے بعد آپ دوسری بات کریں۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ شکریہ۔ انعام اللہ نیازی صاحب ' آپ کا شکریہ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب! مجھے بولنے دیا جائے۔ میں تو ابھی گرم ہی نہیں ہوا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر، نہیں۔ نہیں۔ گرم آپ بہت ہو چکے ہیں۔ اور دوستوں کی طرف سے بھی یہی arguments آنے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، تو جناب! دو منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر، جی پلیز۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں تو اتنی ہی بات کہوں گا کہ حالات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ جس شخص کو شوق ہو قتل ہونے کا ' جس شخص کو شوق ہو اغواء ہونے کا ' جس صحافی کو شوق ہو گولیوں سے بھونے جانے کا ---

پارلیمانی سیکرٹری برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی(سردار محمد حسین ڈوگر)، پوائنٹ آف آرڈر ---

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے ان کو کہا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر پر ان کو disturb کر دیں۔

سردار محمد حسین ڈوگر، جناب سپیکر! نیازی صاحب آج بڑی اچھی باتیں کر رہے ہیں اور بڑے خوبصورت انداز میں کر رہے ہیں۔ ان کا وقت بڑھایا جائے۔ ہم ان کو سننا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ مہربانی۔ آپ نے تقریر کرنی ہے۔ آپ کا وقت ان کو دے دیا جائے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ جس صحافی کو قتل ہونے کا شوق ہو' جس بندے کو یہاں فلور پر سچی بات کر کے اگر وہ کڑوی کسیلی ہو اور باہر جا کر گرفتار ہونے کا شوق ہو' تو پہلے یہاں پر سچائیاں لکھے' پہلے سے یہاں پر احتجاج بلند کرے۔ اس ملک کے اندر اس وقت میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے۔ میں نے دو صحافیوں سے ذاتی طور پر کیس چھاپنے کی گزارش کی تو انھوں نے کہا کہ ہماری جان یہ چیز برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ صوبے کے حالات ہیں۔ صلاح الدین جیسے اور کھرے انسان

کو بھون دیا جاتا ہے اور نام ایم کیو ایم کا لگایا جاتا ہے۔ میں کراچی میں موجود تھا۔ وہاں لوگوں کی باتیں سنی ہیں۔ صلاح الدین کے قتل کے پیچھے موجودہ حکومت کا ہاتھ ہے۔

معزز ممبران حزب اقتدار، اس کی تفتیش ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، آپ پنجاب میں آ جائیے۔ پنجاب میں رہیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! پنجاب میں ' تو میں ایک چھوٹی سی بات کروں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا ایک بیان ۷۔ دسمبر کے جنگ اخبار میں ہے۔۔۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر ۔۔۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری شوکت داؤد، میں صرف ایک منٹ میں ختم کروں گا۔ نیازی صاحب بے چارے بھول گئے ہیں۔ یہ خدا کا نام لیں کراچی کا ذکر نہ کریں وگرنہ حکومت نے ان کے اوپر پرچہ دے دینا ہے کہ یہ وہاں پر موجود تھے۔

جناب سپیکر، آؤٹ آف آرڈر۔ آؤٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ۷۔ دسمبر کے روزنامہ جنگ کے اندر ہے کہ پنجاب میں فرقہ وارانہ بدامنی پھیلانے کی سازشیں پکڑ لی ہیں۔ شرپسندوں نے اس مقصد کے لیے فیصل آباد کا انتخاب کیا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی لیکن میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس بات کو فلور پر زیر بحث لایا جائے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ وہ شرپسند کون سے ہیں؟ میں آپ سے شیخوپورہ کا واقعہ گزارش کر رہا تھا کہ شیخوپورہ کے اہل تشیع فرقہ کے لوگوں کے جلوس میں دو نوجوانوں نے صحابہ کرام کے پوسٹر نکالے اور زمین پر رکھ کر جوتیاں مارنے لگ گئے۔ استغفر اللہ۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ یہ دو سال پہلے کا سچا واقعہ ہے۔ تو اہل تشیع کے بزرگوں نے ان کو ڈانٹا۔ ان کو کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ پولیس ان کو پکڑ کر لے گئی۔ جب تفتیش ہوئی تو پتا چلا کہ دونوں قادیانی تھے۔ جناب! کوئی مسلمان کسی مسلمان کی مسجد پر پتھراؤ یا بم گرانے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ان سازشوں کے پیچھے کون سے ہاتھ ہیں؟ ان کو بے نقاب کرنے میں پنجاب کی حکومت کیوں تاخیر کر رہی ہے؟ کیوں نہیں ایسی سازشیں اس فلور پر لا کر زیر بحث لائی جاتیں؟ اور حال آپ کی اسمبلی کا یہ ہے۔ میں نے ابھی ایک تحریک التوائے کار آپ کے گوش گزار کی

ہے۔ جناب موہل صاحب تشریف رکھتے تھے۔ گورنر صاحب کا خبریں اخبار میں بیان کہ حکومت یہ تسلیم کرتی ہے کہ صوبے کے حالات ٹھیک نہیں law and order situation پر گورنر صاحب نے اتنی بڑی statement دی میں نے اس بارے میں اپنی ایک تحریک التوائے کار دی لیکن آپ کے چیمبر میں اسے kill کر دیا گیا یہ کیا وجہ ہے جناب والا! یہاں پر law and order پر بحث ہونے کی بات ہو رہی ہے law and order پر اتنی بڑی statement گورنر صاحب کی آ رہی ہے اس کو زیر بحث کیوں نہیں لایا جائے۔

جناب سپیکر، اب آپ بات کر رہے ہیں نا۔ ٹھیک ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں گورنر صاحب کی ذات کو زیر بحث لانے کی بات نہیں کر رہا۔ میں گورنر صاحب کے اس بیان اور ان حالات کو زیر بحث لانے کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، اب آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! وقت تو ختم ہو گیا ہے مگر میرے صرف ابھی دو پوائنٹس باقی ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں پھر کسی وقت ----- آپ یہ کسی اور کو دے دیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! یہ جنگ اخبار ۶ دسمبر کا ہے۔ آپ اس کے مطابق حالات دیکھ لیں میانوالی کے قریب ٹرین پر بیس لاکھ کا ڈاکہ۔ اور ڈاکہ ڈالنے والوں کی تعداد کوئی پندرہ بیس بتائی جاتی ہے۔ جناب والا! میں اپنے علاقے کی بات کرنے کے لیے آپ سے صرف ایک منٹ کا ٹائم لوں گا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کے جو سکیورٹی آفیسر تھے وہ میرے علاقے میں بطور ایس۔ پی تعینات ہیں وہاں پر ہر تھانہ بکا ہوا ہے ہر گلی کے چوک پر ہیروئن اور جوئے کا کاروبار ہو رہا ہے میں اسمبلی میں تین دفعہ پہلے یہ بات کر چکا ہوں۔ میانوالی کی law and order situation اس حد تک گر چکی ہے لیکن وہاں ایک مفلوج ایس۔ پی کو بٹھا کر اپنی ضد اور اپنی انا کی گیم کی جا رہی ہے جناب والا! میں اس فلور پر ایک ایک بات لانے کے لیے تیار ہوں کیونکہ وہ سکیورٹی آفیسر صاحب وزیر اعلیٰ کے قریب رہ چکے ہیں ان کو میانوالی سے تبدیل کرنے کی بات نہیں کی جا رہی میں آئی جی صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر وزیر اعلیٰ صاحب کو کچھ مصلحتیں سامنے آتی ہیں پنجاب کو ایک اچھا آئی جی ملا ہوا ہے پنجاب

کو ایک اچھا ہوم سیکرٹری ملا ہوا ہے براہ کرم اس بات کو سامنے رکھیں آپ انکوائری کریں آپ Intelligence ایجنسیوں کو بھیجیں میانوالی کے ایک تھانے میں پانچ لاکھ روپے دے کر پانچ بندے حوالات میں ڈالے گئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیے۔ بڑی مہربانی۔ ------ اب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب۔

چودھری شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں صرف آپ سے یہ گلہ کروں گا کہ opening میں نے کی تھی ٹھیک ہے نیازی صاحب ہمارے ساتھی ہیں آپ نے انہیں ٹائم دیا ہے لیکن مجھے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ڈنڈے والے کی حکومت ہے باہر بھی اور اندر بھی۔ آپ نے رولنگ دی میں بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے علاقے کے مسائل بیان نہیں کیے جبکہ میں نے اس تقریر کی تین دن تیاری کی تھی مگر آپ نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میں نے آپ سے صرف شکوہ کرنا تھا۔

جناب سپیکر: میں نے بہت محبت کی۔ میں نے آپ کو پندرہ منٹ دیے۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! وہ opening تقریر تھی اور آپ کو مجھے ٹائم دینا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: ان میں interruptions ہوئیں اس لیے یہ وقت آپ کو زیادہ لگا ہے ان کو وقت تو اتنا ہی دیا گیا ہے۔ اب آپ آپس میں طے کر لیجیے کہ کس کو زیادہ ملا ہے ----- جناب حشمت جنجوعہ --- آپ کے پاس صرف دس منٹ ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! نیازی صاحب کے لیے آدھا گھنٹہ اور میرے لیے صرف دس منٹ۔

جناب سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ ان کو بھی آدھا گھنٹہ نہیں دیا گیا۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب آدھا گھنٹہ۔ انہوں نے اٹھارہ منٹ پر اپنی تقریر شروع کی تھی اور ۴۸ منٹ پر انہوں نے ختم کی ہے۔

جناب سپیکر: بسم اللہ۔ بسم اللہ۔ آپ شروع تو کیجیے۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ذی جاہ و ذی وقار جناب سپیکر! یہ امر صوبہ کے عوام کے لیے موجب اطمینان ہو گا کہ آج اس معتبر ایوان میں تیرہ ماہ قبل بر سر اقتدار آنے والی حکومت کو تختہ احتساب پہ کھڑا کیا جا رہا ہے تا کہ عوام کے منتخب معزز نمائندے اپنا آئینی اور جمہوری

حق استعمال کرتے ہوئے امن و امان کے سلسلہ میں اس حکومت کی کارکردگی کا حساب طلب کر سکیں۔
جناب والا! میں آپ کی خدمت میں ہدیہ سپاس پیش کرنا چاہوں گا کہ آپ نے اس حساس ترین موضوع پر مجھے اپنی معروضات پیش کرنے کی اجازت بخشی۔ جناب کرہ ارض پر بسنے والے اربوں انسان آج جن سیاسی معاشی اور معاشرتی مسائل کے خلاف برسر پیکار ہیں ان میں امن و امان کے مسئلہ کو بھی زبردست اہمیت حاصل ہے جہالت افلاس بے روزگاری مایوسی کرپشن اور محرومی کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ مسئلہ نہ صرف ترقی پذیر ممالک کے عوام کے لیے باعث اضطراب ہے بلکہ مہذب اور ترقی یافتہ معاشرے بھی اس کی بدولت شکست و ریخت کا شکار ہیں حتیٰ کہ امریکہ جیسے ملک میں بھی شام کے بعد اپنے گھروں سے باہر نکلنے والے اپنی جیبوں میں چند ڈالر رکھ چھوڑتے ہیں تاکہ وہ سر راہ لوٹنے والوں کو ان ڈالروں کی پیشکش کر کے جان کی امان پا سکیں۔ دنیا بھر میں بنکوں میں کروڑوں کے ڈاکے خواتین کی جبری آبرو ریزی کی وارداتیں منشیات اور ہتھیاروں کی نقل و حمل انسانی خون کی حرمت کی پامالی تاوان طلبی کے لیے ہوائی جہازوں مسافر ٹرینوں بسوں سرمایہ داروں سیاست کاروں اور معصوم بچوں کا اغوا ان معاشروں میں بھی ہوتا ہے جو خود کو تہذیب و تمدن کا اجارہ دار سمجھتے ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ محض اس دلیل کو بنیاد بنا کر ہم اپنے ملک میں امن و امان کی اصلاح کی کوششیں ترک کر دیں ترقی پذیر معاشروں میں جو امن عامہ کی صورت حال پر جو مسئلہ سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے وہ معاشی عدم تحفظ ہے انسانی زندگی میں فکر معاش کو جو زبردست اہمیت حاصل ہے وہ حضرت شیخ سعدی رحمت اللہ علیہ کے اس قول سے واضح ہو جاتی ہے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب صبح کے وقت نماز فجر ادا کرنے کے لیے نیت باندھتا ہوں تو سب سے پہلے میرے دل میں جو خیال آتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ آج میرے بچے ناشتے میں کیا کھائیں گے۔ جناب والا! اسلام کے ابتدائی ایام اور اس کے خلفائے راشدین کے عہد میں امن و امان کی جو قابل رشک صورت حال تھی وہ اس امر کی شاہد عادل ہے کہ اسلام محض عبادات اور عقائد کا مذہب نہیں اسلام معاشرہ میں پیدا ہونے والے ہر انتشار اور وہم کا حل پیش کرتا ہے اسلام صرف حدود اور تعزیرات کا ذمہ دار نہیں۔ اسلام حکمرانوں کے حقوق اور فرائض اور اختیارات کا تعین کرتا ہے اسلام ایک مکمل نظام حیات اور سماجی عدل سے بھرپور فلسفہ ہے یہ اسلام کی برکات کا نتیجہ ہے کہ خلیفہ وقت مدینے کی گلیوں میں گشت کر رہا ہے کہیں بھوک سے بلکتے بچوں کی صدائیں سن کر آٹے کی بوری اپنی کمر پر اٹھا کر وہاں پہنچا رہا

ہے اور کہیں درد زہ میں مبتلا زچہ کی چیخیں سن کر اپنی بیوی کو اس کی خدمت پر مامور کر رہا ہے قرآن پاک نے جو Economic Social Order وضع کیا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ خلیفہ وقت عرب کے صحرا میں لرزہ براندام کھڑا ہے کہ اگر دجلا کے کنارے ایک کتے کا بچہ بھی بھوک سے مر گیا تو خلیفہ وقت کو اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہونا پڑے گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام محض معاشی عدل فراہم کر ا کے عدل و انصاف فراہم کرنے کی ضمانت دیتا ہے بلکہ اسلام عدل و انصاف مہیا کرنے کے لیے بلکہ اسلام قانون کی بالادستی کو قائم کرنے کے لیے قانون کے تقدس اور قانون کی آبرو کو بحال رکھنے کے لیے معاشرے کے مختلف طبقوں کے درمیان عدل و انصاف کے یکساں معیار قائم کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب ان کے بیٹے کو شراب نوشی کے الزام میں پیش کیا گیا تو ایک زمانہ دیکھ رہا تھا کہ آج باپ منصب اقتدار پر بیٹھا ہے اور بیٹا ایک مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والا ہے دیکھیں کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو اسی درے لگانے کی سزا کا اعلان کر کے پوری کائنات کو حیرت میں ڈال دیا اور بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ ابھی اسی درے لگنے نہ پائے تھے کہ بیٹے کی موت واقع ہوگئی اور باقی درے لخت جگر کی قبر پر لگوائے گئے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک صوبے کے گورنر کی یہ شکایت پیش کی گئی کہ وہ باریک کپڑے کا لباس زیب تن کرتا ہے اور اس نے اپنی حفاظت کے لیے دروازے پر ایک دربان بٹھا لیا ہے تو آپ نے اس گورنر کو طلب کر کے نہ صرف معزول کر دیا بلکہ سزا کے طور پر بکریاں چرانے پر لگا دیا لیکن جنگل میں بکریاں چراتے وقت اس معزول گورنر نے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ اسے سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے لیکن جناب والا! ہمارے ملک میں اسلام کے نام پر برسر اقتدار آنے والوں نے جب سرکاری اراضی پر ناجائز تجاوز کر کے حکومت کے خزانہ آمرا سے کروڑوں روپے خرچ کر کے اپنے اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے آہنی قلعہ بندیاں تعمیر کر لیں اور جب ان کی ان بندیوں کو مسمار کیا گیا تو ایک شور اٹھا کہ ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جناب والا! حالانکہ اسلام تو معاشرت کو متوازن کرنے کے لیے کسی کو قانون اور احتساب سے بالاتر نہیں سمجھتا۔ جناب والا! یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔

چودھری شوکت داؤد۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب والا!

میرے موصوف بھائی جس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اس پارٹی کے پندرہ سے بیس افراد پچھلے دو تین ماہ میں قتل ہو چکے ہیں اس وقت یہ خود ایڈوائزر بنے بیٹھے ہیں اگر ان کو اپنی پارٹی کا خیال ہو اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ صوبے میں امن و امان کی صورت حال بہتر نہیں تو میرا خیال ہے انہیں تو اپنے مشاورت سے استعفیٰ دینا چاہیے تھا بجائے اس کے کہ موجودہ حکومت کی مداح سرائی بیان کرتے ان کو تو اپنی پارٹی کا خیال نہیں۔ جس پارٹی کے ٹکٹ پر یہ elect ہو کر آئے ہیں یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ صوبے میں امن و امان کی صورت حال بہتر ہے۔ جناب والا! کیا وہ لوگ کسی منتخب جمہوری حکومت کے خلاف' اس کا تختہ الٹنے کی سازش کر رہے تھے یا مارشل لاء اور اس کی ناجائز اولاد کے خلاف برسرپیکار تھے؟ جناب والا! وہ لوگ جو آج اقتدار سے محرومی کی حسرتوں کے لاشے کو سینے سے لگائے دربدر پھر رہے ہیں۔ ایک طرف تو وہ محب وطن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف وطن عزیز میں امن و امان کے مسائل پیدا کر کے عدم استحکام پیدا کرنے کی قسمیں کھاتے ہیں۔ کبھی تو وہ ترقی کے دل فریب اجالوں کا پرچار کر کے قوم کو گمراہ کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی وطن پرستی کے سنہرے نعروں سے عوام کو ڈستے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی تو وہ ہیجانی کیفیت میں قومی رازوں کو طشت از بام کرتے ہیں اور کبھی پاکستان کی سلامتی کی ضامن افواج پر طعن و تشنیع کرتے نظر آتے ہیں

امیر شہر غریبوں کو لوٹ لیتا ہے
کبھی بہ حیلہ مذہب' کبھی بنام وطن

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب اب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

ایک فاضل رکن: جناب سپیکر! میں اپنا وقت جنجوعہ صاحب کو دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اپنا وقت دے رہے ہیں حالانکہ آپ کا تو میرے پاس نام ہی نہیں آیا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! آج اخبارات میں بہت ہی خوب صورت انداز میں یہ بات سامنے آئی کہ اس معزز ایوان نے مؤدب ہونے کے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیے۔ آپ یقین کریں' واللہ

میں وضو سے کھڑا ہوں کہ پہلی مرتبہ آج میں نے فخر سے یہ محسوس کیا کہ میں بھی اس معزز ایوان کا ایک باعزت رکن ہوں ۔ لیکن اس کے پیچھے جناب والا! وہ کون سا جذبہ تھا؟ دونوں جذبے تھے۔ آپ کی غیر جانبداری بھی تھی اور ہمارا صبر بھی تھا ۔ یہ دونوں چیزیں موجود تھیں جس کی وجہ سے کل یہ تمام کارروائی بااحسن چلی۔ آج بھی بااحسن چل رہی ہے مگر جناب والا! میں محسوس کر رہا ہوں کہ پے در پے ہم پر حملے ہو رہے ہیں۔ اب آپ ہمارے صبر کا زیادہ امتحان نہ لیں ۔ ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی تقریر' بعینہٖ یہی تقریر میں بجٹ کے موقع پر بھی سن چکا ہوں ۔ اور یہی الفاظ ان کے رٹے رٹائے ہیں۔ خدا کے لیے ہم بہت خطبے سن چکے ہیں ۔ کون باشعور آدمی مارشل لاء کی حمایت کرتا ہے۔ ہم بھی مذمت کرتے ہیں ---

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ جی بادشاہ میر خان آفریدی۔

میاں محمد افضل حیات، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، میاں افضل حیات صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں محمد افضل حیات، جناب والا! میں نے بھی اپنا نام دے رکھا ہے۔ میں اپنا وقت ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کو دینے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کا نام ابھی میرے پاس آیا ہے۔ اور اب آپ اپنا وقت جنجوعہ صاحب کو نہیں دے سکتے ۔ اور آج میں کسی کا وقت کسی دوسرے کو نہیں دے رہا۔ جی بادشاہ میر آفریدی صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے فلور دیا اور آج میری خوش قسمتی ہے کہ میری بات سننے کے لیے وزیراعلیٰ صاحب بھی موجود ہیں ' آئی جی صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں ' ہوم سیکرٹری صاحب بھی ہیں۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے اپنی جذباتی' روایتی اور بعینہٖ اسی تقریر کو دہرایا ہے جو انہوں نے بجٹ کے موقع پر کی تھی ۔ ان کے جواب میں' میں ایک بات کہوں گا کہ ہمارے اکابرین کہتے ہیں----

جناب ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، ریاض حشمت جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ حافظ صاحب اور میرے

بھائی میر بادشاہ خان آفریدی صاحب نے بھی یہ کہا ہے کہ میں نے وہی تقریر دہرائی ہے جو میں نے بجٹ اجلاس کے موقعہ پر کی تھی۔ جناب والا ! میرا اسٹائل تو ایک ہو سکتا ہے ۔ آپ میری بجٹ اجلاس کی تقریر نکلوا کر دیکھ لیں اور میری آج کی تقریر بھی دیکھیں۔ اگر ایک لفظ بھی اس سے ملتا ہو تو پھر کہیے گا۔ یہ امن و امان پر تقریر ہے وہ بجٹ پر تقریر تھی۔ اس کا اپنا سٹائل تھا اس کا اپنا سٹائل ہے۔ ابھی مجھے کچھ کہنے تو دیتے میں آپ کو بتاتا کہ آپ کیا ہیں ------

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: میں بتاتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ میں حضرت داتا گنج بخش (رحمتہ اللہ علیہ) کا ماننے والا ہوں۔ جنہوں نے بغیر تلوار کے اسلام پھیلایا۔ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمتہ اللہ علیہ) کا ماننے والا ہوں۔ جنہوں نے اسلام کی تبلیغ اپنی میٹھی زبان کے ساتھ کی ۔ میں ان کا ماننے والا نہیں جو ہاتھوں میں کلاشنکوف اٹھا کر لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ جو فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں ------

جناب سپیکر: جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب جن لوگوں کے آپ ماننے والے ہیں۔ جن بزرگوں کا آپ نے نام لیا' جن کے آپ ماننے والے ہیں سب ان کی عزت کرنے والے ہیں۔ میری ایک گذارش ہے کہ یہ بھی سوچیں کہ کیا وہ بھی اسی لب و لہجہ میں بات کیا کرتے تھے جس میں آپ فرما رہے ہیں؟ لہذا آپ اپنے لہجے کو ذرا نرم کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: بہت بہتر ہے جناب میں اپنے لہجے کو نرم کرتا ہوں۔ جناب عزت مآب سپیکر صاحب میں آپ کو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ یہاں میری ایک بیٹی بیٹھی ہوئی ہے۔ اوپر میری بہنیں ہیں لیکن میں واقعہ سنانے پر مجبور ہوں کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی مخبر نے بتایا کہ کسی مکان میں دو عورتیں اور دو مرد عیش و نشاط میں مشغول ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں گئے۔ چار دیواری پھلانگی۔ دالان سے گزرے۔ اندر جا کر آپ نے دروازے کی جھری میں سے دیکھا کہ دو عورتیں اور دو مرد عیش و نشاط کی محفل سجا کر بیٹھے ہیں' شراب و شباب چل رہا ہے۔ وہاں سے واپس آئے۔ صبح اپنے کارندے بھیجے اور ان کارندوں سے کہا کہ ان کو بلا کر لاؤ۔ انہیں بلایا گیا۔ انہیں فرد جرم سنائی گئی۔ ان میں سے ایک آدمی اٹھا اس نے کہا جناب خلیفتہ

المسلمین آپ کی ساری باتیں درست لیکن مجھے یہ بتائیے کہ آپ کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ آپ میری چادر اور چار دیواری کو پامال کرتے ہوئے میری خلوت میں جھانکیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی کرسی سے اٹھے' اپنے مسند سے اٹھے اور انہوں نے کہا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں مجھے کوئی اختیار نہیں تھا' مجھے کسی قانون نے یہ اختیار نہیں دیا کہ میں آپ کی خلوت میں جھانکوں۔ آج میں اپنے وزیر اعلیٰ سے یہ پوچھتا ہوں مجھے بتائیے کہ آپ کو یہ اختیار کس نے دیا تھا کہ آپ کی پولیس تمام قواعد و ضوابط کو' تمام قوانین کو توڑتے ہوئے ہمارے بیڈ روموں تک گھس گئی۔ ہماری ماؤں بہنوں کی چادر اور چار دیواری کا تمسخر اڑایا گیا۔ کیا یہی لاء اینڈ آرڈر ہے؟ یہاں پر مارشل لاء دور کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ میں ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں کہ مارشل لاء پر لعنت۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس ملک پر مارشل لاء کی لعنت آئے ---

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب کیا آپ کا پوائنٹ آف آرڈر لاء اینڈ آرڈر سے متعلق ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جی جناب اسی سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو رہی ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جی ******************

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر out of order ہے۔ میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب' بادشاہ آفریدی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ کی ہدایت' ہماری خواہش کے باعث اس ہاؤس میں decorum اب تک موجود ہے۔ حکومتی بنچز کی طرف سے ہم پر جو فقرے کسے جا رہے ہیں انہیں آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا' کانوں سے سن لیا ہے۔ تو پھر کیا بھینسوں اور مویشی کی چوریوں کا میں بھی ذکر کر دوں؟

جناب سپیکر: نہیں نہیں۔ آپ نہ کریں۔

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، تو پھر یہ کیوں اس قسم کی غلیظ باتیں کرتے ہیں؟

جناب سپیکر، میں نے انہیں حذف کر دیا ہے اور تنبیہہ کی ہے کہ مہربانی سے اجتناب کیا جائے۔ اور ہاؤس کو صحیح طریقے سے چلانے میں مدد کی جائے۔

چوہدری محمد وصی ظفر، جناب والا ! *************

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ یہ غلط بات ہے۔ آپ اس طرح کسی معزز ممبر کے بارے میں غلط بات مت کہیں۔ میں نے آپ کی بات کو حذف کر دیا ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر ! میں انتہائی ادب سے عرض کروں گا کہ جب ہاؤس کے اندر کسی مسئلے پر کوئی اختلاف رائے آ جائے تو اس کا تقابل کرتے وقت بزرگان دین، صوفیاء کرام، انبیاء اور مرسلین کو درمیان میں شامل نہ کیا جائے۔ میں دوبارہ انتہائی ادب سے یہ گذارش کروں گا کہ کہیں سیاسی اختلافات میں الجھ کر ہم اپنے ایمان کا ضیاع نہ کر لیں۔ میں پھر انتہائی ادب سے عرض کروں گا کہ اگر آئندہ اس ہاؤس میں تقابل کرتے وقت کسی صوفیاء، کسی بزرگ، کسی امام اور کسی رسول کے متعلق کچھ کہا گیا تو ہم سراپا احتجاج ہوں گے اور اس کا انتقام یہاں بھی لیں گے اور باہر بھی لیں گے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ایک منٹ، میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، میں کتنی دفعہ کھڑا ہو چکا ہوں۔ لیکن آپ نے مجھے موقع نہیں دیا۔

جناب سپیکر، جو بزرگ ہستیاں احترام کے لائق ہیں۔ ان کا اسم گرامی احترام سے لینا چاہیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نامناسب ہے کہ ہم لوگ جو ان بزرگوں کی جوتیوں کی خاک کے برابر نہیں ہیں ہمیں خوامخواہ ان کا تقابل ایک دوسرے سے نہیں کرنا چاہیے۔ اس گفتگو سے اجتناب ہی بہتر ہے اور بہتر یہ ہے کہ جنہیں خدا نے عزت دی ہے اللہ کرے کہ ہمیں بھی وہ عزت عطا کرے۔ اب اپنی

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

عزت کی تو ہم فکر نہیں کرتے اور جو عزت والے ہیں انہیں بھی اپنی جگہ پر گھسیٹ لاتے ہیں- یہ نامناسب رویہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے تقابلات سے احتراز کرنا چاہیے------ جناب خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! وصی ظفر صاحب نے جو بات کی ہے-

جناب سپیکر: وہ ختم ہو گئی ہے - اسے حذف کر دیا گیا ہے-

خواجہ ریاض محمود: ختم اس وقت ہو گی جب میں اپنے جذبات آپ کے سامنے پیش کروں گا- ختم وہ آپ کی طرف سے ہوئی ہے- میں صرف آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ میری باتوں سے یہ ماحول خراب نہیں ہو جائے گا- میں صرف یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے حضرت داتا گنج بخش ہجویری(رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر کیا ہے- ہم ان کے گدائی ہیں- ہم ان کے آستانے پر حاضری دینے والے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ داتا حضور (رحمۃ اللہ علیہ) نہ ہیروئن بیچتے تھے نہ جوا کراتے تھے- میری صرف آپ سے انتہائی درمندانہ گزارش ہے کہ حذف والی بات تو آپ نے کی ہے وصی ظفر اپنے یہ الفاظ واپس لیں- (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں-

جناب بادشاہ میر خاں آفریدی: جناب والا! فارسی کا ایک شعر ہے

آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا

آپ سمجھ گئے ہوں گے اور جن کو سمجھ نہیں آئی وہ بھی سمجھ جائیں گے- بات یہاں ہو رہی تھی لاء اینڈ آرڈر کی- لاء اینڈ آرڈر کے اگر آپ لفظی معنی دیکھیں تو قانون اور اس کے اطلاق کو لاء اینڈ آرڈر کہا جاتا ہے- قانون کا یہ حال ہے- آپ کو شاید علم ہو یا نہ ہو- آپ ملک سے باہر تھے- تحریک نجات کے دوران مجھے اپنے دو بھائیوں سمیت ایک ایک ماہ کے لیے نظربند کیا گیا- اور کم از کم اسی سیاسی مسلم لیگی اور حلیف جماعتوں کے کارکنوں کو جیل میں 3 ایم پی او کے تحت نظربند کیا گیا- 182 افراد پورے راولپنڈی ضلعے سے 3 ایم پی او کے تحت نظر بند کیے گئے- اور اس کا جواز یہ تھا کہ امن و امان برقرار رکھنے کے لیے اور تحریک نجات کو روکنے کے لیے حفاظتی اقدامات کیے جا رہے ہیں- لیکن اسی شہر میں 71 لاکھ کی ڈکیتی ہوئی- پولیس اس ڈکیتی کو برآمد کرنے میں ناکام رہی- اسی شہر میں ریاض حسین شاہ نامی ایک آدمی قتل ہو جاتا ہے- رات دس بجے تھانے میں جرگہ بیٹھتا ہے اور اس کے مخالف اس کو اپنی

گاڑی میں ڈال کے لے جاتے ہیں۔ اور صبح اس کی چھ سالہ بچی اپنے باپ کی لاش دیکھتی ہے۔ اور ملزم کو تھانے میں وی آئی پی پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ یہ باتیں میں ذاتی طور بھی آئی جی صاحب کو گوش گزار کر چکا ہوں۔ آج دو مہینے ہو چکے لیکن ایک معصوم اور بے گناہ شخص قتل ہوا ہے اور ملزم پارٹی دندناتی پھر رہی ہے۔ مجھے بھی دھمکیاں دے چکے ہیں کہ اس پیروی کی آپ کو سزا بھگتنی پڑے گی۔

(اس مرحلہ پر میاں محمد افضل حیات کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

یہاں پر 16 ایم پی او اور 3 ایم پی او کی بات ہو رہی ہے۔ یہ قوانین ہیں لیکن ان کو مذاق بنا دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب میں نے اپنی تقریر کا آغاز کیا تو کسی میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں تھی کہ میری باتوں کا سامنا کر سکتا۔ سی ایم یہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ ہمارے وزراء یہاں سے چلے گئے۔ سپیکر صاحب چلے گئے۔ ہمارے ساتھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج آپ کو ہماری کڑوی بات سننی پڑے گی۔ ہم یہ کڑوی بات اس لیے کر رہے ہیں کہ ملیریے کی بھی ویکسین ایجاد کی گئی ہے وہ بھی کڑوی ہوتی ہے لیکن وہ گولی نگلنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بدن کو شفا دیتا ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم حکومت کی مخالفت برائے مخالفت میں اندھی تنقید کرتے جائیں اور اس سارے نظام کو تلپٹ کر کے رکھیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مثبت تنقید کر کے تعمیری تنقید کر کے حکومت کو سیدھی راہ دکھائیں۔ کہ اس راہ پہ چلیں۔ ہم ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ اگر وہ حق کی بات کہیں گے میرا یہ یہاں دستور رہا ہے' میرا یہ معمول رہا ہے کہ اگر حکومتی بنچوں سے بھی کوئی اچھی بات آئی تو میں نے یہاں کھڑے ہو کر اس کی تائید کی۔ اور اگر ہمارے کسی دوست نے غلط بات کی تو میں نے یہاں کھڑے ہو کر اس کی مذمت کی۔ یہاں ہم قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ آج کل بڑا چرچا ہے کہ اسلحے کی نمائش پر پابندی لگائی جائے گی۔ جناب والا! اس سے پہلے آپ حدود آرڈیننس کا حشر دیکھ چکے ہیں۔ آئی جی صاحب میری بات سن رہے ہوں گے کہ پولیس کو آپ نے اتنے اختیارات دے رکھے ہیں کہ وہ حدود آرڈیننس کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتی ہے۔ ایک جوڑا ہوٹل کے کسی کمرہ سے پکڑا جائے پولیس کی مرضی ہے کہ اس کو 194 دفعہ لگا کر چھوڑ دے' پولیس کی مرضی ہے کہ اس کو 11 حد لگا دے۔ پولیس کی مرضی ہے اس کو 16 حد لگا دے۔ پولیس کی مرضی ہے کہ خالی لڑکے کو چارج کرے' پولیس کی مرضی ہے کہ خالی لڑکی کو چارج کرے۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ اسلحہ کی یہ نمائش کا جو آرڈیننس آ رہا ہے۔ یہ جو نیا نوٹیفکیشن آ رہا ہے اس کی آڑ میں انتقامی کارروائیاں ہوں گی۔ اس کو نیک نیتی کے ساتھ استعمال نہیں کیا جائے گا۔ میں اس بات کے مخالف ہوں کہ کوئی بھی سیاسی راہنما یا مذہبی راہنما اسلحہ لے کر

چلے۔ میں چاہتا ہوں کہ پنجاب کا اتنا بڑا بجٹ ہے۔ اربوں روپے کا بجٹ ہے۔اس میں سے ان کو کمانڈوز دے۔ جو ان کی حفاظت کریں۔ لیکن اس آرڈیننس کو لگانے سے پہلے اسمبلی کو اعتماد میں لیا جائے اور ہم لوگوں کو یقین دہانی کرائی جائے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پیپلز پارٹی اور جونیجو مسلم لیگ کے لوگ اسلحہ لہراتے ہوئے چلیں ' انہیں کوئی نہ پوچھے اور اگر ہاشمی خاں اپنی حفاظت کے لیے اپنی گاڑی میں کوئی رائفل رکھ لے اور پولیس کہے کہ اس کی نالی شیشے سے نظر آرہی ہے۔ یہ نمائش ہے اور ہاشمی خان کو سات سال کے لیے اندر کر دیا جائے۔ جیسا کہ لال حویلی میں ہوا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ بیس تاریخ کو سب سے پہلے پولیس نے گولی چلائی۔ لیکن آج پولیس پوری سچائی کے ساتھ کہہ رہی ہے کہ گولی اوپر سے چلی اور شیخ رشید کے جیل جانے کے چار دن بعد لال حویلی سے کلاشنکوف برآمد کی گئی۔ لال حویلی کوئی کسی امیر رئیس کا گھر نہیں کہ جس کے باہر گارڈ متعین ہو۔ لال حویلی ایک پبلک سیکرٹریٹ ہے۔ وہاں دن میں ہزاروں لوگ آتے اور جاتے ہیں۔ کیا اس بات کی گارنٹی ہے کہ وہی پولیس وہی مجسٹریٹ رائفل اپنے ساتھ لے کے گئے ہوں صوفے کے نیچے سے برآمد کی ہو۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کو یہ کیس سراسر غلط بنایا گیا۔ تاکہ اس کی زبان کو بند رکھا جا سکے۔ اس کو جیلوں میں بند رکھا جا سکے۔ میں آج پھر برملا کہتا ہوں کہ حضور سوچیے جو پولیس آج آپ کے کہنے پر ہمارے خلاف مقدمات بنا رہی ہے وہی پولیس کل جب ہماری حکومت ہو گی آپ لوگوں کے گلے میں پٹے ڈالے گی۔ اور آپ کو سڑکوں پر گھسیٹے گی۔ یہ پولیس کسی کی نہیں۔ یہ پولیس اقتدار اعلیٰ کی ہے۔ جس کے ہاتھ میں اقتدار ہو گا یہ پولیس اسی کے ساتھ ہو گی میں پولیس کو مجرم نہیں گردانتا لیکن میری ایک تجویز ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ پولیس کی efficiency بڑھے اگر آپ چاہتے ہیں کہ پولیس کی کارکردگی بڑھے تو پولیس کے محکمے کو از سر نو منظم کیجیے۔ ان کی تنخواہیں باقی معاشرے سے ازھائی گنا کیجیے۔ ان کو welfare state دیجیے۔ انہیں بتائیے کہ اگر آپ فرض کی ادائیگی کے دوران شہید ہو گئے تو ریاست آپ کے بچوں کی کفالت کرے گی۔ جب آپ باقی معاشرے سے ان کو امتیازی تنخواہیں دیں گے تو ان میں رشوت کا رجحان کم ہو گا۔ پولیس میں کانسٹیبل بھی کم از کم گریجوایٹ لیجیے۔ جس میں اخلاق ہو' تعلیم ہو۔ یہاں روایتی رینکرز آجاتے ہیں نہ ان کے پاس اخلاق ہوتا ہے نہ ان کو قانون کا پتہ ہوتا ہے۔ انہیں ایک چیز کا پتہ ہوتا ہے کہ ہماری تنخواہ کم ہے' ہمارے اختیارات لامحدود ہیں۔ ہم نے لامحدود اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اس معاشرے کا رس نچوڑ کر کھانا ہے اور ان لوگوں پر ظلم کرنے ہیں۔ اور جب وہ اپنے لیے ظلم کرتے ہیں تو پھر وہ تھوڑا سا

ظلم وہ ریاستی اقتدار کے لیے بھی کر جاتے ہیں۔ تاکہ اقتدار کو تحفظ دیا جا سکے ۔ میں اپنی بات کو بڑھاتے ہوئے یہ کہوں گا کہ آج اس دور میں ایک خفیہ ہاتھ منظم طریقے سے سیاست دانوں کو بدنام کر رہا ہے۔ میں یہ برملا بات کرتا ہوں کہ دونوں طرف بیٹھے ہوئے جو سیاسی کارکن ہیں' جو سیاسی ممبران ہیں ان سے پوچھیے کہ کس طرح منتخب ہو کر آتے ہیں۔ ان سے پوچھیے کہ الیکشن لڑنے کے بعد ان کی حالت کیا ہوتی ہے ۔ ہم لوگ الیکشن لڑنے کے بعد سالوں اپنے قرضے اتارتے رہتے ہیں۔ ہم بڑی مہنگی قیمت دے کر یہاں آتے ہیں لیکن یہاں آ کر ہمارا معیار یہ ہوتا ہے کہ یہاں آنے کے بعد ہم ایک دوسرے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گالم گلوچ کرتے ہیں۔ میں کم از کم اپنی ذات کی حد تک یہ بات دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ نہیہاں میں گالی نکالنے آیا ہوں اور نہ میں گالی سنوں گا۔ نہ میں اپنا گریبان کسی کے ہاتھ میں دوں گا اور نہ کسی کے گریبان پہ ہاتھ ڈالوں گا۔میں یہاں عوام کی نمائندگی کے لیے آیا ہوں۔ میں یہاں عوام کی نمائندگی کروں گا یہاں پر پنجاب کے مسائل بیان کروں گا۔ لیکن حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ یہ سوچ لے کہ اس نے کس انداز میں حکومت کو چلانا ہے۔ اگر آج پولیس کا سہارا لے کر آج آئی جی صاحب کا سہارا لے کر' ہوم سیکرٹری کا سہارا لے کر اگر آج ہم پر جھوٹے مقدمات بنیں گے تو کل اس کا رد عمل بھی ہو گا----

جناب چیئرمین: اب آپ wind up کریں ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جی میں wind up کرتا ہوں۔ یہاں پر مارشل لاء دور کا بار بار ذکر ہوتا رہا ' میں کہتا ہوں جناب بھول جائیے مارشل لاء دور کو ' مارشل لاء دور کے بعد آپ کی حکومت آئی آپ کی حکومت کے بعد ہماری حکومت آئی ' ہماری حکومت گئی پھر آپ کی حکومت آئی اس طرح اب تک چار دور گزر چکے ہیں چار دور گزرنے کے بعد مارشل لاء کے حوالے سے مارشل لاء کے مظالم کے حوالے سے آپ اپنی مقبولیت کی گرتی ہوئی کشتی کو سہارا نہیں دے سکتے۔ آپ کو ثابت کرنا ہو گا اور آج آپ کی حکومت کو آئے ہوئے چودہ مہینے ہو گئے ہیں وزیر اعظم نے کہا تھا کہ اٹھارہ مہینے میں رزلٹ مل جائے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا رزلٹ آ رہا ہے ؟آج گھی کے ایک ایک ڈبے کے لیے لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ پیپلز پارٹی کا 1970ء کا دور دیکھیں اس میں بھی انہوں نے لوگوں کو آٹے اور چینی کے لیے لائنوں میں لگوا دیا تھا۔ 1988ء کا دور دیکھیں اس میں بھی لوگ لائنوں میں لگ گئے تھے آج جب پھر پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی ہے پھر لوگ راشن اور گھی کے لیے لائنوں میں لگے ہوئے ہیں ۔ اصل مسئلہ اقتصادی

ہے' اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب تک لوگوں کو روزگار نہیں ملے گا جب تک ایک بڑی نوجوانوں کی کھیپ جو ہر سال تیار ہو کر روزگار کی تلاش میں باہر آتی ہے ان کو روزگار نہیں دیں گے۔ جب تک اس مسئلے کو آپ اقتصادی تناظر میں نہیں دیکھیں گے اس ملک میں امن عامہ کی صورت حال بہتر نہیں ہو سکتی۔ میں نے بہت سی باتیں کرنی تھیں ......

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: میرا بھی گلا بیٹھ گیا ہے اور سننے والا بھی کوئی نہیں۔ آئی جی صاحب بیٹھے ہیں ہوم سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں ان کو کیا سنائیں پالیسیاں جنہوں نے بنائی ہیں وہ تو ہاؤس کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ بہرحال میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی چودھری اختر رسول صاحب۔

چودھری اختر رسول:

بہت دن سر جھکا کر جی چکے ہم
لہو اپنی انا کا پی چکے ہم
کریں گے سر اٹھا کر بات اپنی
بہت دن تک لبوں کو سی چکے ہم

جناب سپیکر! میں سوچتا ہوں کہ میں کس کس ظلم کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواؤں' کس کس زیادتی کا شکوہ کروں' کس کس ناانصافی کا رونا روؤں اور کس کس تشدد کا تذکرہ کرکے اس معزز ایوان کا سر شرم سے جھکا دوں۔ جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کے اس ایوان میں جس کی ہم چند سال قبل گولڈن جوبلی بڑے طمطراق طریقے سے منا چکے۔ آج ظلم وبربریت کی داستان بیان کرتے وقت میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ سیاسی کارکنوں کے خون سے سڑکوں کو جس طرح سے رنگین کیا گیا' گولیوں سے بے گناہوں کے سینے کو چھلنی کیا گیا' آنسو گیس کے اتنے گولے پھینکے گئے کہ غریب کارکنوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے۔ جناب سپیکر! تحریک عدم اعتماد ہو یا سڑکوں اور گلیوں میں عوامی تحریک یہ اپوزیشن کا جمہوری اور آئینی حق ہے اور دنیا کے کسی کونے میں دنیا کے کسی ملک میں اپوزیشن کے اس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے مگر یہ پنجاب اور پاکستان میں یہ کیسی جمہوریت ہے کہ جس میں مخالفانہ تحریریں' اور تقریریں کرنے پر تعزیریں نافذ ہو رہی ہیں۔ کلمہ حق بلند کرنے پر قید ہے اور

نعرہ مستانہ لگانے والوں کی گولی سے تواضع کر دی جاتی ہے اور جو ان کے ظلم کے سامنے نہ جھکے یہ حکومت اس پر بے بنیاد مقدمے بنا دیتی ہے۔ اور جھوٹے مقدمات بنا کر اسے اپنے راستے سے ہٹانے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔لیکن جناب سپیکر!

ستم چھپ تو نہیں جاتے زبانیں کاٹ دینے سے
مٹائے قوم چہروں سے خود ہی تحریر شبنم کی

جناب سپیکر! اب ڈش انٹینا اور ابلاغ عامہ کے انقلاب نے پوری دنیا کو ایک نکتے پر سمو دیا ہے۔ اب زمین کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک' شمال سے لے کر جنوب تک۔ سمندر سے لے کر دریاؤں تک۔ پہاڑوں سے لے کر صحراؤں تک۔ زمین سے لے کر خلاؤں تک۔ فضاؤں سے لے کر فضاؤں تک پوری دنیا میں ہی نہیں بلکہ پوری کائنات نے یہ مشاہدہ کر لیا ہے کہ اس حکومت کو عوام کی قطعاً کوئی حمایت حاصل نہیں۔ شیر پاکستان میاں محمد نواز شریف کے ایک اشارے پر خیبر سے لے کر کراچی تک پوری قوم نے ہڑتال کر کے اس حکومت کو مسترد کر دیا ہے۔ ایک مہینے میں تین بار عوام کا بھرپور طریقے سے نفرت اور بیزاری کا اظہار اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ اس حکومت سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ اور پھر اس حکومت نے عوام کو دیا ہی کیا ہے؟ لاٹھی گولی راہزنی ڈکیتی قتل وغارت گری بدامنی اور رفعت مآب خواتین کی عصمت دری۔ ظلم وستم کے پہاڑ' ناانصافی' وحشت اور بربریت' مہنگائی اور بے روزگاری کے سیلاب۔ کہاں گئے وہ حکومت کے وعدے۔ کہاں گئے وہ عوام کے تحفے؟ جناب سپیکر! پنجاب حکومت کا یہ دور یہ سیاہ ترین دور ہے منظور وٹو کی حکومت اور وقت کا۔۔۔ اور آنے والی نسلیں انہیں کبھی دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گی۔ عوام کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں اور غم خواروں نے عوامی نمائندوں کو جس طرح سے ذلیل و رسواء کیا ہے ان کو کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ یہ تمام گھٹیا حربے اور یہ گندے حربے ایک ایسی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے کیے گئے جو بلیک میلنگ کی پیداوار ہے جسے عوام میں دو ٹکے کی عزت بھی نصیب نہیں اور جسے عوام دیکھتے ہی نفرت سے نگاہیں پھیر لیتے ہیں۔ ان کی حیثیت تو محض His master's voice کی سی ہے اور پورے پنجاب کے آج مالک ومختار بدقسمتی سے وہ لوگ ہیں جو اپنے ہی حلقے سے مسترد کیے جا چکے ہیں۔ جناب سپیکر! کیا منظور وٹو عوامی نمائندوں کے غیر متزلزل ارادوں کو بدل سکتا ہے۔ نہیں جناب والا! کیا عوامی سیلاب کے آگے بند باندھا جا سکتا ہے؟ نہیں جناب والا! کیا کوئی طوفان بدتمیزی پنجاب کے غیرت مندوں کا راستہ روک سکتا ہے۔ یہ لاکھ انتقامی کارروائیاں کر کے دیکھ لیں' یہ لاکھ رکاوٹیں کھڑی کر کے دیکھ لیں' ظلم وستم

کے جتنے پہاڑ چاہے گرا لیں یہ نواز شریف کے شیروں کا راستہ نہیں روک سکتے۔ چونکہ بھروسہ ہے خدا پر اور اپنے زور بازو پر کسی کے سامنے سر جھکانے ....

جناب چیئرمین: راجہ ریاض احمد

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل دوست جو دھواں دھار تقریر کر رہے ہیں ساری کی ساری لکھی ہوئی پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ سے رولنگ چاہوں گا کہ وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ لکھی ہوئی نہیں پڑھ رہے۔

چودھری اختر رسول: جناب والا! ابھی تو کل کی بات ہے میں نے ان سے پوچھا ....

راجہ ریاض احمد: جناب والا! ان کی ساری تقریر لکھی ہوئی ہے اور اگر یہ لکھی ہوئی نہ ہو تو میں ابھی استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔

چودھری اختر رسول: جناب والا! میں نے ابھی کل ہی ان سے پوچھا تھا کہ آپ کو منہ دھوتے ہوئے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ یہ کہنے لگے تکلیف تو نہیں ہوتی لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ کہاں تک دھونا ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! انہوں نے کل مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کے پاس رومال ہے۔ میں نے کہا کہ دھوبی کو دیا ہوا ہے ....

چودھری اختر رسول: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ نواز شریف کے شیروں کو بھروسہ ہے خدا پر ----

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! انہیں ذرا اخلاق سمجھا دیں آداب سمجھا دیں کہ جب کوئی آدمی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو تو مقرر اپنی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے ......

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ صبح یہاں پر کسی شخص نے بھیڑیے کا لفظ استعمال کیا تھا اور جناب قائم مقام اپوزیشن لیڈر نے وہ حذف کروا دیا تھا کہ یہ غیر پارلیمانی لفظ ہے۔ معزز مقرر بار بار شیر، شیر کا لفظ استعمال کر رہے ہیں بھیڑیا بھی درندہ ہے شیر بھی

درندہ ہے اگر بھیڑیا غیر پارلیمانی ہے تو شیر بھی غیر پارلیمانی ہے اسے حذف کروایا جائے۔۔۔

جناب اختر رسول: جناب والا! میں بات کر رہا تھا نواز شریف کے شیروں کی۔

بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ شیر اور بھیڑیے میں فرق ہے۔ بھیڑیا انتہائی مکار اور پیچھے سے حملہ کرنے والا جانور ہے۔ جبکہ شیر سامنے سے حملہ کرنے والا سادہ نیت جانور ہے۔ مگر خونخوار وہ بھی ہے۔ لیکن شیر سادہ نیت ہے۔ مکار نہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارا واسطہ بھیڑیوں سے پڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھیڑیوں سے محفوظ فرمائیے۔(آمین)

جناب چیئرمین: بہرحال یہ بھی ایک متنازع بات ہے۔

جناب غلام عباس: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔۔۔

جناب غلام عباس: جناب والا! وہ تو انہوں نے مان لیا کہ وہ تو جانور ہے۔

جناب اختر رسول: جناب والا! بات یہ ہے کہ اگر ذاتیات کی بات کریں گے تو پھر بہت سی باتیں ایسی ہوں گی۔ جو ان کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ اپنی بات کریں اور تقریر جاری رکھیں۔

جناب اختر رسول: اور یہ اپنی ان ذاتیات کو عوام سے نہیں چھپا سکتے۔ ان کے اتنے خلاء ہیں کہ وہ ان کو پورا بھی نہیں کرسکتے۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

جناب اختر رسول: میں اپنی بات کو جاری کرتے ہوئے۔ کہ میں ایک کھلاڑی آدمی ہوں۔ ملک و ملت کی ٹرین پر جو ترقی کی ٹرین ہے پر سفر کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ لیکن میرا اس ٹرین پر ایمان ہے جو تیزی سے منزل مقصود کی طرف جاتی ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ راستے میں پڑے ہوئے پتھر اس کو کس طرح لگتے ہیں کیونکہ ٹرین نے منزل مقصود کی طرف پہنچنا ہے۔ اور میں نواز شریف کے شیروں کی بات کر رہا تھا۔ تو عرض یہ ہے کہ۔

بھروسا ہے خدا پر اور اپنے زور بازو پر
کسی کے سامنے سر جھکا دیں یہ نہیں ہو گا
چراغ حریت اپنا رہے گا حشر تک روشن
یہ دشمن آندھیاں اس کو بجھا دیں یہ نہیں ہو گا

جناب والا! آج آپ اس مقدس ایوان کے سب سے زیادہ محترم سپیکر ہیں۔ "ہم آپ سے کریں نہ عرض تو ہو کس سے التجاء" والا معاملہ ہے۔ جو ظلم و ستم ہم پر ہو رہے ہیں' جو جو ظلم ہم پر ڈھائے جا رہے ہیں' ہم کس کے دروازے پر جا کر زنجیر عدل ہلائیں۔ کس سے انصاف مانگیں۔ یہاں نہ کوئی قانون ہے نہ انصاف۔ یہاں نہ کوئی انسانیت کیونکہ

قانون اہل جوہر نے ایسے بنا دیے
لرزاں عدالتوں کے ترازو ہیں آج کل
مسند نچی ہوئی تیغ تاب شتند
انسانیت کی آنکھ میں آنسو ہیں آجکل

جناب والا! یہ کیسا زمانہ ہے۔

کیپٹن (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔

کیپٹن (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ، جناب والا! میرے معزز دوست بار بار شعر شعر (شیر) کہتے جا رہے ہیں۔ میں صرف ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کون سے شیر' لکڑی کے شیر یا مٹی کے شیر۔ میں تھوڑی سی بات کروں گا کہ ایک جولاہا کسی تھانے دار کے پاس گیا۔ اور کہا کہ جناب میرے گھوڑے چوری ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب اختر رسول، جناب والا! یہ تو اللہ کے شیروں کی بات ہے۔ اور شیر خدا بھی تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی تھے۔ بہرحال میں اس پر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی پوائنٹ آف آرڈر۔۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! آپ ہم سے زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ یہاں دین کی سمجھ رکھنے والے ہم سے زیادہ باعزت ارکان اسمبلی بیٹھے ہیں۔ جب لفظ شیر استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کا پس منظر یہ ہوتا ہے کہ اس کی خوبی اور بہادری ہے۔ اس کی وفاداری ہے۔ جب ہم "شیرِ خدا" میں بڑی ہی سنجیدہ بات کر رہا ہوں۔ یہ نہ کسی پر تنقید ہے کیونکہ ہم نے خوامخواہ ایک سنجیدہ بات کو مذاق سمجھ لیا ہے۔ اور مجھے سب سے زیادہ افسوس ریاض حشمت جنجوعہ پر ہو رہا ہے۔ جو دین کی زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ لیکن اندازہ لگائیں کہ۔۔

جناب چیئرمین، خاکوانی صاحب آپ کی بات درست اپنی جگہ ۔ لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، سر "شیر خدا" کا مطلب کیا ہے۔ وہاں اس کا مطلب درندہ مقصود نہیں ہوتا۔ اس کے پیچھے اس کی بہادری مقصود ہے۔

مہر سعید احمد ظفر، جناب والا! اس کا معنی بہادری ہوتا ہے۔ لیکن وفادار نہیں ہوتا یہ ہم نے کہیں نہیں سنا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! اسی مسئلے پر اس بات پر ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جناب چیئرمین، چودھری صاحب بس اب آپ وائنڈ اپ کریں۔

جناب اختر رسول، جناب والا! مجھے آپ کا حکم ہے۔ اور میں آپ کو سب سے زیادہ محترم کہہ چکا ہوں۔ لہذا آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آخری بات یہ کہوں گا۔ کہ یہ کیسا زمانہ ہے جناب والا! کہ کیسی بے رحم اور جابر حکومت ہے اور کیسی یہ وٹو صاحب کی حکومت ہے۔ آج تو چنگیز خاں اور ہلا کو خاں کی روحیں بھی منظور وٹو صاحب کو سلام کرنے آتی ہیں۔ جناب والا وہ ان کے ظلم کو سلام کرنے آتی ہیں۔ کہ تم تو ہمارے بھی باپ نکلے۔ بہر حال یہ جتنے مرضی ظلم کرلیں، جتنے مرضی ظلم کے پہاڑ توڑ لیں، یہ جتنے مرضی منفی ہتھکنڈے اختیار کرلیں، جو چاہے کرلیں، یہ جتنی مرضی لاٹھیاں برسالیں، جتنے مرضی تیر آزمالیں۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے پاؤں کے نیچے سے اپنی زمین کو کھینچنے والا ہے۔ اور جہاں

تک ہمارا تعلق ہے ہم یہ بات برملا کہہ رہے ہیں کہ،

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں
راہ وفا میں گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں
(نعرہ ہائے تحسین----)

جناب چیئرمین، بڑی مہربانی۔ جناب چودھری محمد عارف چٹھہ صاحب۔

ایک معزز رکن، جب میرے بھائی تقریر کر رہے تھے تو میں نے آپ سے ایک رولنگ چاہی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ اس وقت اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس کی وضاحت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، آپ نے کس چیز کے متعلق۔ ان کے پڑھنے کے متعلق رولنگ چاہی تھی۔ تو وہ نوٹس پڑھ رہے تھے۔ ان کو آپ نے تاکید کردی تو اس کے بعد انہوں نے نہیں پڑھا۔

ایک معزز رکن، جناب والا! ان کو بلالیں اورکہیں کہ جو اتنے شعر انہوں نے سنائے ہیں اس میں سے زبانی ایک دفعہ پھر کوئی شعر سنا دیں۔

جناب چیئرمین، اچھا جی۔(اختر رسول صاحب فوراً اپنی سیٹ پر پہنچے تو۔) نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ نہیں چودھری صاحب نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جناب اختر رسول، جناب والا! میں ان کی بات کا جواب ضرور دوں گا۔

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہو
گماں تجھ کو کہ رستہ کٹ رہا ہے
یقیں مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو
(نعرہ ہائے تحسین--)

جناب چیئرمین، بڑی مہربانی۔ اب آپ بیٹھیں۔ اب چودھری عارف چٹھہ صاحب۔

چودھری محمد عارف چٹھہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ جناب والا! کا میں مشکور ہوں۔

ملک محمد عباس کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پورے صوبہ پنجاب کی اسمبلی ہے۔ امن و امان کی صورت حال پر بحث ہو رہی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کا کیا فائدہ ہے۔ جنہوں نے نوٹس لینے ہیں' جنہوں نے wind up کرنا ہے۔ انہوں نے چار دن پہلے ہی اپنی تقریر لکھ کر رکھی ہوئی ہے۔ وہ تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کرنے کے لیے یہاں آئیں گے۔ اور پھر پولیس کو بھی فرشتہ بنا دیں گے۔ میں یہی گزارش کر رہا ہوں کہ ان کو یہاں پر تشریف رکھنی چاہیے تھی۔ جو ہم تھوڑا بہت رو رہے ہیں وہ اس کا جواب تو دیتے۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات پہنچ گئی ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

ملک محمد عباس کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر ہی نہیں بنتا تو پہنچ کہاں گئی ہے۔ پہنچ جاتی تو وہ ہاؤس میں آجاتے۔

جناب چیئرمین: جناب چٹھہ صاحب۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! آپ یقیناً خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ آپ نے اپوزیشن کی requsition پر یہ اجلاس بلا کر دونوں اطراف کو موقع فراہم کیا کہ وہ مہنگائی پر اور امن و امان پر اپنا نقطۂ نظر پنجاب کے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے اس ایوان میں پیش کرسکیں۔ اور جناب والا! آپ نے بھی نہایت احسن طریقے سے اس ہاؤس کو چلانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ یہ واحد اجلاس ہے' جس طرح میرے دوستوں نے اس طرف سے کہا ہے۔

رانا محمد اقبال خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ امن و امان پر بحث ہو رہی ہے اور وزراء میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ غور فرمائیے ذرا۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ رانا اقبال صاحب! آپ روزانہ بات کرتے ہیں۔ ہم آپ کی تعریف کر رہے ہیں کہ آپ نے اس مقدس ہاؤس کو چلانے میں اپنے کردار کا احساس کر لیا ہے۔ یہ بہترین بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق دے کہ اس ایوان کو بہتر طریقے سے چلانے میں آپ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی نمائندگی کا حق لوگوں میں

جتائیں۔ اور پنجاب میں یہ احساس پیدا ہو کہ واقعی پنجاب اسمبلی کے ممبران اپنی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ جناب والا! امن و امان پر بحث ہو رہی ہے۔ میں اتفاق کرتا ہوں کہ گو امن و امان کی صورت حال آئیڈیل نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صورت حال اتنی بگڑی ہوئی ہے' یا صورت حال اس قدر بگڑ چکی ہے کہ تدارک نہیں ہو سکتا۔ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اللہ کی فضل و کرم سے واقعات کے لحاظ سے' فگرز کے لحاظ سے اور تعداد کے لحاظ سے دیکھیں تو اس وقت بھی پنجاب میں جو صورت حال ہے پاکستان اور بین الاقوامی جو امن و امان کی صورت حال ہے اس میں آپ یقینی طور پر یہ کہیں گے کہ پنجاب میں پھر بھی امن و امان کی پوزیشن دیگر ممالک اور دیگر صوبوں سے مماثلت کرنے کے بعد بہترین طریقے سے اور احسن طریقے سے چل رہی ہے۔ جناب والا! یہ دیکھنا پڑے گا کہ امن و امان کی خرابی کے محرکات کیا ہیں۔ امن و امان کو بگاڑنے کے پیچھے کون سے ہاتھ ہیں۔ جناب والا! آپ یہ دیکھیں کہ جب سے یہ حکومت معرض وجود میں آئی ہے تو کون سا وہ دن ہے جس میں میرے دوستوں اور ساتھیوں نے جنھوں نے آج یہاں دھواں دھار تقریریں کی ہیں جنھوں نے امن و امان کی صورت حال کو سیاسی رنگ دیا ہے اور امن و امان کی تقریریں کرتے ہوئے اپنے لیڈران کرام کے منشور پیش کیے ہیں۔ کسی کو شیر کہا ہے۔ کسی کو کچھ کہا ہے۔ جناب' وہ کردار بھی اپنے سامنے رکھیں۔ آج تو وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ وہ باہر امن و امان کی جو صورت حال پیدا کرتے تھے۔ ہڑتالیں کراتے تھے۔ عوام کو ابھارتے تھے۔ بازار بند کراتے تھے' پہیہ جام کراتے تھے' سڑکوں پر امن و امان خراب کرتے تھے۔ بازاروں میں کرتے تھے۔ فیکٹریوں میں کرتے تھے۔ دکانوں میں کرتے تھے۔ گھروں میں کرتے تھے۔ وہاں سے نکلتے ہوئے اسمبلیوں میں آ گئے۔ سپیکر کے سامنے ڈائس پر کھڑے ہو کر امن و امان خراب کرتے تھے۔ وہ دن کدھر گئے جب یہاں نعرے بازی کرتے تھے۔ جب یہاں وہ سپیکر کے سامنے چیزیں پھینکتے تھے۔ جن کا نام میں نہیں لینا چاہتا۔

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر۔ ٹھیک ہے جوش خطابت میں چٹھہ صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں یا تو انھیں کہا جائے کہ آرام سے بات کریں۔ ان کی کوئی بات اب تک سمجھ نہیں آئی۔ بخدا نہیں سمجھ آئی۔ ذرا تھوڑا سا آرام سے بات کریں تو شاید ہمیں سمجھ آ جائے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: میاں صاحب! میں نہایت ادب سے آہستہ آہستہ جناب کو سمجھانے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے امن و امان پر بحث کرنے کے لیے سپیکر

صاحب سے موقع حاصل کیا تھا اور اس میں آپ نے بہترین طریقے سے حصہ لیا ہے۔ مگر آپ سے میں گزارش کرنا چاہتا تھا کہ وہ دن بھی یاد کریں جب آپ اس صوبے کے امن و امان کو خود تہ و بالا کرتے تھے اور کوئی موقع آپ لوگوں نے ہاتھ سے نہیں جانے دیا کہ صوبے کے امن و امان کو تباہ کریں۔ سیاسی استحکام کو تباہ کریں۔ مہنگائی کو بڑھائیں۔ لوٹ مار کو آپریٹوز کے ذریعے کریں۔ privatisation سے کریں اور ٹیکسوں کی چوری کے ذریعے کریں۔ جرم آپ کو کہتے ہیں کہ کوئی کسی کی ڈھگی چوری کر لیتا ہے۔ کوئی کسی کا کپڑا چوری کر لیتا ہے۔ آپ ان جرائم کی طرف دیکھیں کہ آپ کے پاس ذخیرہ اندوز ہیں۔ آپ کارخانہ دار ہیں۔ آپ کے بڑے بڑے جرائم پیشہ تاجر ہیں۔ ان کی چوری دیکھو۔ ساری رات وہ سیلز ٹیکس چوری کرتا ہے۔ ساری رات انکم ٹیکس چوری کرتا ہے۔ ساری رات ڈیوٹی ٹیکس چوری کرتا ہے۔ ساری رات بجلی چوری کرتا ہے اور صبح بابائے قائداعظم کی ٹوپی پہن کر وہ جعلی معزز بن کر افسران کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ ان کو بھی یاد کرو صنعت کارو' ان صنعت کاروں کو یاد کرو جو تمام رات چوری کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر وہ صبح جعلی ووٹر بنے ہوئے ہیں تو آپ سے گزارش ہے کہ جناب' امن و امان کی آج خوب صورت بحث کر رہے ہیں۔ وہ دن کدھر گئے جب آپ اس اسمبلی کے ــــ

میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! چٹھہ صاحب میرے بڑے محترم بزرگ ہیں۔ وہ ساری تقریر میری طرف دیکھ کر غصے سے کر رہے ہیں۔ میں گھبرا رہا ہوں۔ انھیں چاہیے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ کر تقریر کریں۔ اور میں ہاتھ باندھ کر ان کے آگے گزارش کرتا ہوں کہ میرا کوئی قصور نہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب سپیکر! میں معذرت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرا بھتیجا عمران مسعود اس بات میں کیوں مبتلا ہو گیا ہے کہ وہ کوئی چور صنعت کار ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہ چور صنعت کار نہیں۔ البتہ اس کے ہمسائے اور اس کو پیدا کرنے والے' اس کو انتخاب لڑانے والے چور صنعت کار ضرور ہیں اور انھوں نے لاکھوں کا مال لوٹا ہے' کروڑوں کا مال لوٹا ہے۔ وہ قوم کے بھی مجرم ہیں' پاکستان کے بھی مجرم ہیں اور عوام کے بھی مجرم ہیں۔ یہ شاید ان کی بات یاد کرانا چاہتے تھے۔

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر جناب سردار صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! آپ کے پیش رو نے یہاں امن و امان قائم رکھنے کے

لیے اس قسم کی تقریر کرنے سے منع کیا ہے۔ اور پھر یہ ذاتیات پر آرہے ہیں۔ ہمیں بتائیں کہ اس ہاؤس میں کون کون چور ہیں؟ بتائیں ہم پھر؟

جناب چیئرمین: انھوں نے نام نہیں لیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: وضاحت سے انھوں نے کہا ہے' اور کیا کہیں گے؟

جناب چیئرمین: انھوں نے کہا ہے کہ یہ نہیں ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: آپ اس چیز کو اگر condone کر رہے ہیں تو پھر آپ ذمہ دار ہوں گے' ہاؤس میں پھر آرڈر نہیں چلے گا۔

جناب چیئرمین: آپ ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے کسی کو شک و شبہ ہو۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! یہ بات نہیں چلنی چاہیے۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! چٹھہ صاحب نے فرمایا کہ عمران صاحب کے جتنے ہمسائے ہیں وہ چور ہیں۔ میں ان کے علم میں تھوڑا سا اضافہ کر دوں کہ میرے ہمسائے تو آپ ہیں۔ میرے حلقے کے ساتھ تو آپ کا حلقہ ملتا ہے۔ تو آپ کم از کم اس کی وضاحت ضرور کیجیے۔ میرے ہمسائے آپ جیسے اور بھی شرفاء لوگ ہیں۔ ٹھیک ہے ان کا میرا مذاق تو ہے۔ لیکن انھیں یہ بات میرا خیال ہے نہیں کہنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: آپ اپنے آپ کو ذرا پابند کر لیں۔ (مداخلت) میں ٹائم دیکھ رہا ہوں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! میں امن و امان کی بات کر رہا تھا۔ جناب محسوس فرمائیں گے کہ پچھلے دور میں منشیات فروشی کب سے ایجاد ہوئی؟ یہ پچھلے وہ بارہ سال تھے جن میں منشیات فروشی ایجاد ہوئی۔ وہ پچھلے بارہ سال تھے جن میں امیر کو امیر تر بنایا گیا۔ وہ پچھلے بارہ سال تھے جس میں اسلحے کی نمائش پر قتل و غارت گری ہوئی۔ جس میں دن کے ڈاکے ایجاد ہوئے۔ جس میں دن کو بنک لوٹنے کی وارداتیں ہوئیں۔ وہ واقعات کدھر ہیں۔ ان واقعات کے تدارک کے لیے حکومت پنجاب نے نہایت احسن طریقے سے جدید آلات مہیا کیے' وائرلیس سیٹ مہیا کیے' گاڑیاں مہیا کیں' پولیس کی تربیت کی' پولیس کو نظم و نسق کے نئے طریقے بتائے۔ پولیس کو تفتیش کے لیے نئے طریقے بتائے اور وہ بھرتی جو جرائم پیشہ لوگوں کی بھرتی تھی آج اس حکومت نے اس بھرتی کو ختم کیا۔ وہ لوگ جو شریک

جرم تھے جو لوگ محافظ کہلاتے تھے ـــ

جناب چیئرمین: اب آپ اپنی تقریر وائنڈ اپ کریں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! میرے بھائی رانا اقبال صاحب بہت بے تاب ہیں ـــ

رانا محمد اقبال خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ تقریر انھیں ختم کرنے دیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! میں نے ان کی تقریر کے دوران کوئی مداخلت نہیں کی اور نہ ہی کوئی پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے۔ پتا نہیں کس غلط فہمی میں میرا نام لے رہے ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو اس ایوان میں امن و امان کی بحث کی گئی ہے، جناب، صورت حال اتنی خراب نہیں ہے۔ صورت حال آئیڈیل ہے۔ میرے دوست حکومت سے تعاون کریں۔ میرے دوست گزشتہ چند اجلاسوں اور دنوں سے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ بہتر تجاویز دیں۔ حکومت پنجاب ان کی تجاویز کا خیر مقدم کرے گی۔ حکومت پنجاب تو تعاون کرنا چاہتی ہے۔ میرے اپوزیشن کے بھائی حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ حکومت کے ساتھ امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے ہمارا ساتھ دیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب ان کے ساتھ پیار کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب ان کے ساتھ محبت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جرائم پر قابو پائیں گے۔ اور ان کے جرائم پر بھی قابو پائیں گے۔ جو ان کے پیٹوں میں غلط قسم کی دولت جمع ہوئی ہے ان پر بھی قابو پائیں گے۔ جناب نے مجھے بولنے کا موقع دیا میں آپ کا مشکور ہوں۔ میرے دوست جذباتی ہوگئے۔ اس لیے میں جناب سے معذرت کرتا ہوں۔ اور اجازت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی۔ جناب امان اللہ خان بابر صاحب۔

جناب امان اللہ خان بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ جناب والا! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے چند منٹ دیئے۔

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے یقیناً کوئی بھول ہوئی

جناب والا! آج یہاں پر جو امن عامہ کی صورت حال پر بحث ہو رہی ہے۔ یہ جو لاء ہے عربی میں تو اس

کے معنی ویسے یہ ہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر انگریزی میں بھی پڑھا جائے تو انگریزی کا لاء بھی آج کل یہاں پنجاب میں نہیں۔ اور یہ جو آرڈر ہے یہ آرڈر وزیر اعلیٰ کا چلتا ہے۔ حکومتی اراکین اسمبلی کا' ان کے مشیروں کا' ان کے وزراء کا۔ اور یہ جو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے۔ یہ آج کل چوریاں' ڈکیتیاں' بنک ڈکیتیاں' ملازمین کی تنخواہیں یہ سب کچھ لوٹا جا رہا ہے۔ کوئی بھی محفوظ نہیں۔ خانۂ خدا محفوظ نہیں۔ کوئی امام بارگاہ محفوظ نہیں۔ اورحکم ران ہیں کہ چین کی بانسری بجا رہے ہیں۔ کہ سب اچھا ہے۔ ان کو اپنی لوٹ کھسوٹ سے فرصت ہی نہیں ہے۔ کہ وہ اس طرف توجہ دے سکیں۔ جناب والا! یہ لاء کیا ہے۔ اگر کوئی معزز رکن سڑک پہ آتا ہے تو اس کے خلاف یہ ۱۸۸' ۱۴۰ ایم پی او یہ ۳ ایم پی او پتا نہیں کیا کیا ہے۔ اور یہ کیس فوری طور پر دہشت گردی کی عدالت میں' خصوصی عدالت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف صورت حال کیا ہے وہ یہ ہے کہ لاہور کی سب سے معروف سڑک مال روڈ پر پیپلز پارٹی کے جیالے کلاشنکوف بردار جلوس لے کر نکلتے ہیں تو پولیس ان کو protection دیتی ہے۔ کہ یہ ہمارے اپنے ہیں۔ ان کے لیے حکم ہے کہ ان کی حفاظت کرو۔ یہ دہرا معیار کیوں ہے۔ ایک رکن اسمبلی پر ایک پولیس کانسٹیبل پولیس کی یونیفارم میں پولیس کے جدید ترین اسلحہ سے فائرنگ کرتا ہے اور اسے زخمی کرتا ہے تو اس کا کیس تو ایک عام مجسٹریٹ کی عدالت میں منتقل کیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اگر سڑک پر کوئی ٹائر جلا دے تو وہ کیس خصوصی عدالت کو بھیجا جاتا ہے۔ جناب والا! یہ ایسا کیوں ہے۔ اس کا جواب وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ نے دینا ہے۔ جو یہاں بیٹھ کر سننا گوارہ ہی نہیں کرتے۔ کہ ہمارے مسئلے مسائل کیا ہیں۔ یہ جو اسلحہ کی نمائش کے لیے دہرا قانون بنے گا۔ میں اس یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ دہرا قانون بنے گا کہ پہلے بھی اپوزیشن کے غیر مسلح لوگ سڑکوں پہ آتے ہیں تو ان کے خلاف پرچہ رجسٹرڈ ہوتا ہے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورز کر رہے ہیں اور جو کلاشنکوفوں سے مسلح جلوس سڑکوں پر آتے ہیں ان کے متعلق پاکستان میں' پنجاب میں کوئی قانون نہیں ہے۔ جناب سپیکر یہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ کیوں پیدا ہوا ہے۔ ہر شخص ہر نوجوان پریشان ہے ' حکومت کو ان کی کوئی فکر نہیں ہے۔ جب زندوں کی فکر نہیں تو مردوں کے لیے کروڑوں روپے کے مزار بنانے کی کیا وجوہات ہیں۔ وہ ملک جہاں لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہیں ابھی تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ داں رادھا رام کے علاقے میں ایک آدمی نے اپنے بچوں کو قتل کر دیا اور کہا کہ لو میں نے اپنے گھر سے مہنگائی اور غربت کو ختم کر دیا ہے۔ اس ملک میں جہاں لوگ خودکشی کر

رہے ہوں اور حکومت مردوں کے مزار کے لیے کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ جناب والا! یہ ایسا کیوں ہے۔ وہ کروڑوں روپے زندہ لوگوں پر خرچ کیے جائیں۔ تاکہ ان کی مایوسی ختم ہو۔ لندن میں ایک جگہ جو عام سی جگہ ہے جسے ہائیڈ پارک کہتے ہیں۔ میں نے خود وہاں جا کر دیکھا ہے کہ ہر آدمی اپنے جذبات کا اظہار حکومت کے خلاف ہو یا حکومت کے حق میں ہو وہ وہاں پر کسی بھی قسم کی تقریر کرسکتا ہے۔ وہ ایک عام سی پارک ہے جہاں پر ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جذبات کی ترجمانی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ معزز ایوان جس میں ہم پر پابندی ہے کہ یہاں پر اپنے جذبات کی ترجمانی مت کرو۔ اگر کرو گے تو اسمبلی کے گیٹ پر پکڑے جاؤ گے۔ اس سے زیادہ اور کیا لا، اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔ مجھے پارٹی کے طرف سے چند منٹ ہی ملے تھے۔

جناب چیئرمین، اچھی بات ہے۔ راجہ سلطان عظمت حیات خان۔

راجہ سلطان عظمت حیات خان، بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ۔ جناب والا! آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے لا، اینڈ آرڈر پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں اپنی بات کو جناب حشمت جنجوعہ صاحب کی بات سے تھوڑا آگے بڑھاتا ہوں۔ اس میں انہوں نے ذکر کیا کہ خلیفہ وقت کو حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے یہ جرم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب اس کو 80 کوڑے لگائے جائیں چاہے یہ مر جائے اس پر 80 کوڑے مکمل کیے جائیں۔ تو میں اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہ ضلع چکوال میں تحصیل چکوال شکار کے لیے بند ہے۔ وہاں پر ایک جرنیل نے شکار کیا تو محکمہ شکار نے اس کا چالان کیا اور صرف چالان ہی نہ کیا بلکہ اخباروں میں بھی اچھالا کہ ہماری یہ کارکردگی یہ ہے کہ ہم نے ایک جرنیل کو شکار کرتے ہوئے پکڑا۔ اور اس کا ہم نے چالان کر دیا۔ لیکن جناب والا! اس کے دوسرے ہفتے میں ہی وہاں ایک شخص شکار کھیلنے کے لیے آیا۔ ان کا نہ تو کوئی سرکاری عہدہ تھا' ان کو شکاریات والوں نے اسی تحصیل میں چکوال کی بند تحصیل میں جہاں پر شکار منع ہے۔

جناب چیئرمین: ٹائم میں دس منٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جی۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں پر شکار منع ہے وہاں پر ان کو شکار کھلایا گیا۔ اور وہ شکار کھیلتے رہے اور اسی قانون کو توڑتے رہے۔ انتظامیہ اور وہی شکار والے ان کے ساتھ تھے۔ وہ کون شخص تھا۔ وہ صدر پاکستان کے بیٹے ان کا نام شاید جمال لغاری ہے۔

راجہ ریاض احمد، جناب والا! موصوف جو تقریر کر رہے ہیں کیا یہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ ہے؟

راجہ سلطان عظمت حیات، جی۔ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ ہے۔ میں بتا رہا ہوں کہ قانون یہ ہے کہ چکوال تحصیل شکار کے لیے بند ہے۔ اس پر جو شکار کھیلے گا وہ جرم کا مرتکب ہوگا۔ اور اس کا چالان کیا جائے گا۔ ایک جرنیل کا وہاں پر چالان ہوا۔ تو میں گزارش کرتا ہوں ریاض حشمت صاحب کی تقریر کو آگے بڑھاتے ہوئے کہ جہاں خلیفہ وقت اپنے بیٹے پر اس جرم کے ارتکاب میں 80 کوڑوں کا اعلان کرتے ہیں۔ تو میں مطالبہ کرتا ہوں کہ چاہے صدر پاکستان کا بیٹا ہو۔وہ اگر ناجائز شکار کھیلے تو اس پر بھی اسی قانون کے تحت پرچہ ہونا چاہیے اور سزا ملنی چاہیے۔ جبکہ اسی تحصیل میں غریب لوگوں پر ایک آدھ تیتر مارنے پر تین تین ہزار روپے جرمانہ ہوتا ہے۔ اس غریب پر تو یہ جرمانہ ہو سکتا ہے۔ کیا یہ قانون ان پر لاگو نہیں کہ جو اس قانون کے رکھوالے ہیں۔

جناب والا! قانون کے سلسلے میں عرض کروں گا کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے کافی عرصہ بعد قانون کا احترام اس طرح کیا جاتا تھا کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے لڑکے رات کو سائیکل پرفلم دیکھنے کے لیے اس لیے نہیں جاتے تھے کہ ان کی سائیکل پر بتی نہیں ہوتی تھی اور بتی نہیں ہوتی تھی تو ان کا سپاہی چالان کر دیتے تھے۔ یہ قانون پر عملدرآمد تھا۔ لیکن آج ہم افسوس کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں کہ ہم نے آزادی حاصل کی۔ ہم آزاد ہیں۔ قانون پر بہتر عمل ہونا چاہیے۔ لیکن آج مسجدوں میں بم گرائے جاتے ہیں۔ سڑکوں پر ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ کوئی کسی جگہ پرمحفوظ نہیں۔ میں اس سلسلے میں اپنے علاقے کی گزارش کروں گا کہ ایک سڑک رسول بیراج سے پنڈ دادنخان تک ضلع جہلم میں پڑتی ہے۔ اس کی پوزیشن یہ ہے کہ اس پر آپ رات کو سفر نہیں کر سکتے۔ دس پندرہ گاڑیاں اکٹھی کر کے پولیس کے سکواڈ میں آپ اس سڑک پر گزر سکتے ہیں۔ اس پر روزانہ ڈاکے پڑتے ہیں۔ جب تک کہ آپ کے پاس پولیس کا سکواڈ نہ ہو۔ سنا جاتا تھا کہ یہ حالت سندھ میں ہے۔ میں نے خود اس سڑک پرسفر کیا۔ مجھے روکا گیا تو میں نے کہا جناب! کہ کیوں؟ انھوں نے کہا کہ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو اپنے risk پر جائیں۔ ہم آپ کی ذمہ داری نہیں لیتے۔ یہ وہ پنجاب ہے جہاں مائیں، بہنیں، عورتیں، دن کو یا رات کو سفر کرتی تھیں تو ان پر کوئی نگاہ نہیں ڈال سکتا تھا آج قانون کی پوزیشن یہ ہے۔

جناب والا! میں اسی سلسلے میں ذکر کروں گا کہ آج سے تین چار مہینے پہلے چوا سیدن شاہ

تھانے میں یا سالٹ رینج میں ایک گروہ میانوالی سے اس سارے ایریا میں ہیروئن اور اسلحے کی سمگلنگ کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا۔ یہ بات اس وقت کے ایس پی صاحب سے میں نے کی۔ اس وقت ڈاکے پڑے اور انھوں نے وارداتیں کیں۔ تو انھوں نے کہا کہ جناب ہمارے علم میں ہے۔ پولیس اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی کہ جب تک لوکل آبادی اس کا ہاتھ نہ بٹائے۔ آپ مہربانی کر کے ان کو پکڑنے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اسی دوران، اسی گروہ نے ٹلوال تین ٹرکوں پر ڈاکہ ڈالا اور اس میں ایک قتل کر دیا۔ ہم نے پولیس کی امداد اس طریقہ سے کی کہ ان مجرموں کو خوشاب اور ضلع چکوال کی باؤنڈری پر انھوں نے دوسرے دن جس دن ہم نے ایس پی صاحب کو اطلاع دی ایک صوفی کالج ہے اس کی ۱۵-لاکھ کی ادائیگی ہونی تھی۔ ہم نے ایس پی چکوال کو بتایا کہ جناب کل فلاں وین پر وہ لوگ ڈاکہ ڈالیں گے اور ۱۵-لاکھ روپے کی چوری یا ڈکیتی ہو جائے گی اور وہ آدمی مارے جائیں گے۔ ایس پی صاحب نے خوشاب پولیس سے رابطہ کیا۔ دونوں ایس پی نے ریڈ کا انتظام کیا۔ پچاس کمانڈوز اور پولیس والے گاڑیوں پر تھے۔ انھوں نے ریڈ کیا باوجود اس کے کہ پولیس کے پاس جدید اسلحہ اور کمانڈوز تھے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ تین آدمی بے خبر تھے۔ پچاس آدمیوں کی نفری جدید اسلحہ کے ساتھ تھی وہ آدمی پولیس کا مقابلہ کرتے ہوئے نکل گئے۔ آگے انہی آدمیوں میں سے ایک آدمی کو ہم نے از خود کسی طریقے سے پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا۔ اس آدمی کو جو ٹلوال کے قتل میں بھی موجود تھا، پولیس مقابلے میں بھی شامل تھا، بعض چھ ڈکیتیوں میں بھی شامل تھا، پولیس کو تھانہ چوا سیدن شاہ کے حوالے کیا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ سولہ دن رہنے کے بعد وہ آدمی پولیس کی حراست سے بھاگ گیا۔ اس کو ہم کیا سمجھیں؟ آج وہ لوگ ان لوگوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں پکڑوایا ہے۔ ہم آپ کو اس کا مزہ چکھائیں گے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب، مہربانی سے wind-up کیجیے۔

رانا سلطان عظمت حیات خان: جناب والا! باتیں تو بہت کرنے والی ہیں۔ میں اب ضلع چکوال کے بارے میں بات کروں گا کہ تھانہ مرکز ڈھمن میں ان لیڈی ٹیچرز کے بلاتمیز تبادلے پچاس میل دور اچھال مرکز میں بوڑھی اور جوان عورتوں کے صرف اس لیے کر دیے گئے ہیں کہ ان کا، ان کے والدین کا یا ان کے بزرگوں کا تعلق مسلم لیگ سے تھا۔ ان کی وابستگی توڑنے کے لیے یہ جناب زیادتی ہے۔ ظلم

ہے۔ کوئی ایسا ادارہ تو بچ جانا چاہیے۔ ہماری اس چیلنش سے یہ تعلیمی ادارہ تو بچ جانا چاہیے۔ تو میری آپ کی وساطت سے حکومت سے گزارش ہے کہ ان بوڑھی اور جوان عورتوں کا پچاس میل دور تبادلہ کرنے کی بجائے ان کو اپنے مقامات پر تعلیم کا درس دینے کے لیے واپس تبادلے کیے جائیں۔

جناب والا! ایک اور اہم بات عرض کروں گا کہ چوا سیدن شاہ میں بشارت مرکز کا سابقہ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل ان پڑھ آدمی ہے۔ شریف آدمی ہے۔ لاہور آتا ہے تو اپنے ساتھ کوئی پڑھا لکھا آدمی ساتھ لاتا ہے تاکہ دفتروں میں کاروبار میں اس کی امداد کی جائے۔ اس شخص کو مسلم لیگ سے توڑنے کے لیے را کا ایجنٹ بنا دیا گیا۔ ١٦ ایم پی او یا ٣ ایم پی او نہیں را کا ایجنٹ۔ اس پر پولیس نے raid کیے۔ اس نے جب کہا کہ مسلم لیگ سے میں اپنی وفاداری عارضی طور پر توڑتا ہوں۔ تو وہ پھر را کے ایجنٹ سے پاکستانی بن گیا۔

جناب والا! اس قسم کے ہتھکنڈے ہیں۔ یہ زیادتی ہے۔ اس کا سدباب کیا جائے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، بڑی مہربانی۔ اب یہ اجلاس اتوار 11۔ دسمبر 1994ء، 3 بجے سہ پہر تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر ہاؤس کی کارروائی اتوار 11۔ دسمبر 1994ء، 3۔ بجے سہ پہر تک کے لیے ملتوی ہوئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چودھواں اجلاس)

اتوار' 11- دسمبر' 1994ء

(یک شنبہ' 7- رجب المرجب 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 42 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

مُّسْلِمُوْنَ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝ وَلْتَكُنْ

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

سورہ آل عمران آیات 102 تا 104

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلے کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو۔ اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی۔ سو تم اللہ تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے حکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کا کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔ اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

وما علینا الا البلاغ٥

پوائنٹ آف آرڈر

پنجاب میں اسلحے کی نمائش اور لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی کے باوجود ایک سیاسی لیڈر کے استقبالی جلوس میں کھلے عام ہوائی فائرنگ اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بادشاہ میر خان آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! آج ۱۱۔دسمبر ہے اور آج سے ٹھیک چوبیس گھنٹے قبل ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے پریس کانفرنس کر کے بڑے دھڑلے سے یہ اعلان کیا کہ پنجاب میں اب اسلحہ کی نمائش نہیں ہو گی اور لاؤڈ سپیکروں کی جو پابندی ہے وہ مساجد میں بھی صرف خطبہ جمعہ اور اذان تک محدود رہے گی۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے محترم بھائی جناب خالد کھرل صاحب باہر سے علاج کروا کر پاکستان واپس پہنچے تو نہ صرف یہ کہ پوری روڈ پر لاؤڈ سپیکر لگی گاڑیاں چل رہی ہیں بلکہ بالکل اسمبلی کے عین سامنے ایک کیمپ لگا ہوا ہے جس پر پیپلز پارٹی کے جھنڈے بھی لہرا رہے ہیں۔ وہاں سے ریکارڈنگ اور نعرے بازی بھی ہو رہی ہے۔ ابھی آپ آوازیں سن رہے ہوں گے کہ فائرنگ بھی ہو رہی ہے۔ اسلحے کی بھی نمائش ہو رہی ہے۔ اگر حکومت اسی طرح دوعملی کا مظاہرہ کرے گی کہ اپنے لوگوں کو کھلی چھٹی دے دے گی اور اپوزیشن پر پابندی لگائے گی۔ جو ہمارا خدشہ تھا، میں نے پرسوں اپنی تقریر میں بھی یہ بات کہی تھی کہ ہمیں یہی خدشہ ہے کہ اس قانون کی آڑ میں یہ حکومت جو پہلے ہی تمام صوبوں کو جیالے ججوں کے حوالے کر چکی ہے اس کی آڑ میں اپوزیشن کو کچلنے کا کام لے گی۔ آج آپ دیکھیں کہ ان کے جلوس کھلی فائرنگ کر رہے ہیں۔ سپیکر چل رہے ہیں لیکن وزیر موصوف پریس کانفرنس کر کے کہہ رہے ہیں کہ جناب ہم نے پابندی لگا دی اور اب اسلحے کی نمائش نہیں ہو گی۔ اس کی ذرا وضاحت فرما دیجیے۔ کل ہمارے لیڈر بھی رہا ہوں گے اور ہم بھی اس طرح کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ میں پہلے لاء منسٹر صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا وہ آرڈیننس نافذ ہو گیا ہے اور اس میں لاؤڈ سپیکر کے بارے میں بھی بات ہے؟ یہ بتایا جائے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جو آرڈیننس جاری کیا گیا ہے وہ صرف اسلحے کی نمائش کے بارے میں،

اسلحہ رکھنے کے بارے میں اوراسلحہ لے کر چلنے کے بارے میں ہے۔ اس میں لاؤڈ سپیکر کا ذ کر نہیں ہے۔ جہاں تک لاؤڈ سپیکر کا تعلق ہے۔ یہ ایک الگ issue ہے اور لاؤڈ سپیکر کے حوالے سے ہم نے مذہبی فرقہ واریت جو ہے وہ روکنے کے لیے ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا ہے۔ جس میں مختلف طبقہ ہائے فکر کے علمائے کرام جو ہیں انھوں نے بھی اس ضابطہ اخلاق کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور اس سلسلے میں مزید مذا کرات اور حکومت کی طرف سے مزید جو معاملات ہیں وہ طے کیے جا رہے ہیں۔جس میں مختلف طبقہ فکر کے علمائے کرام نے بھی اس کی تیاری میں ضابطہ اخلاق کے ساتھ حصہ لیا ہے اور اس سلسلے میں مزید مذاکرات اور حکومت کی طرف سے مزید معاملات طے کیے جا رہے ہیں البتہ اسلحے کے حوالے سے یہ بات درست ہے کہ اس آرڈیننس کا نفاذ دس تاریخ سے شروع ہو گیا ہے۔ جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ اس کمیٹی کی چیئرمین رانا اکرام ربانی صاحب ہیں وہ شاید اس بارے میں وضاحت کر سکیں۔

وزیر داخلہ (رانا اکرام ربانی) : شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائی آفریدی صاحب کی بات کے بعد وضاحت کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی آپ نے وزیر قانون صاحب کو حکم دے دیا اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں آپ کی بات کے دوران یا ان کی وضاحت کے دوران کسی قسم کی دخل اندازی کرتا۔

جناب والا! لاؤڈ سپیکر پر پابندی اور اسلحہ پر نمائش پر پابندی یہ دونوں ہے تو ایک ہی سمت میں قدم۔ لیکن اس کے دو مختلف طریقے ہیں۔ جہاں تک لاؤڈ سپیکر پر پابندی کا تعلق ہے اس بارے میں عرض ہے کہ جس وقت ہم نے Peace Committee کی exercise شروع کی تھی تو ہم نے یہ بات محسوس کی تھی کہ زندگی کے تقریباً ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد چاہے ان کا تعلق مذہبی تنظیموں سے تھا یا ان کا تعلق سیاسی جماعتوں سے تھا یا Lawyers کی طرف سے یا چیمبر کی طرف سے یا ٹریڈرز کی طرف سے تعلق تھا یہ ایک common demand تھی کہ لاؤڈ سپیکر کے ناجائز استعمال پر پابندی لگائی جائے تو اس کو regulate کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے۔

اسی طرح اسلحہ کی نمائش کے بارے میں میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کوئی نیا قانون نہیں [illegible] Arms Ordinance1965 یہ قانون پہلے سے موجود

ہے اس میں بعض اوقات صوبائی حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ صوبے میں ایسے حالات موجود ہیں جن کو رائج الوقت قوانین کے ذریعے سے ایڈمنسٹریشن کے ساتھ موثر انداز میں handle یا counter نہیں کیا جا سکتا یا مرکزی حکومت یہ محسوس کرے کہ کسی صوبے میں ایسے حالات موجود ہیں تو مرکزی حکومت کی اجازت سے یا مرکزی حکومت کی ہدایت پر Arms Ordinance 1965 enforce کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے امن و امان مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ violation کی background کی وجہ سے یہاں پر کرنے کا فیصلہ کیا ہے جناب سپیکر! اس میں تین چیزیں ہیں۔ اسی لیے ہم نے یہ دس دن کا وقفہ بھی لیا تھا کہ اس کو مناسب انداز سے مشتہر کیا جا سکے اس میں display پر پابندی ہے اور جو public places ہیں یا روڈز ہیں وہاں پر عام display نہیں کیے جائیں گے----

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں اپنے محترم بھائی کو ٹوکنا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے جو سوال کیا ہے کہ کل آرڈیننس لاگو ہوا ہے کیا یہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ اسمبلی سے فائرنگ بھی نہیں ہوئی سپیکر بھی نہیں چلا۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ان ہی کی بات کو دہرا رہے ہیں اگر احتساب کا عمل آپ اپنے گھر سے شروع کریں---

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیے۔ میں نے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو admit کیا ہے میں اس کو جائز تصور کرتا ہوں اس پر میں نے ان کو دعوت دی ہے کہ وہ حکومت کا نقطہ نظر بیان کریں - --- جی رانا صاحب!

وزیر داخلہ (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر! مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں شاید اپنی بات اس انداز میں بیان نہیں کر سکا جس انداز میں میرے بھائی کو اس کی سمجھ آتی - آپ نے مجھے صورت حال کی وضاحت کے لیے کہا ان کے پوائنٹ آف آرڈر پر جو بات ہوئی اس کی طرف تو میں ابھی آؤں گا اور اس کا حکومت کی طرف سے جواب دینا ہماری ذمہ داری ہے لیکن آپ نے مجھے حکم دیا ہے میں نے اس حکم کی تعمیل میں تھوڑی سی وضاحت کرنا ضروری سمجھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ - رانا صاحب!

وزیر داخلہ (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر! اس میں دوسری چیز یہ ہے کہ ہم کس کس جگہ پر اسلحہ ذخیرہ کی صورت میں نہیں رکھ سکتے۔ ان میں ہمارے تعلیمی ادارے ہو سکتے ہیں places of worship

ہیں اور یہ وہ زبان ہے جو originally اس ایکٹ میں استعمال کی گئی ہے اور ہم اپنی طرف سے کوئی addition or deletion کر ہی نہیں سکتے۔

تیسری اس میں Carrying ہے۔ اس میں اجتماعات تقریبات چاہے وہ مذہبی نوعیت کی ہوں چاہے وہ سیاسی نوعیت کی ہوں ان کے علاوہ آپ نے، میں نے اور اس ایوان میں موجود سب بھائیوں نے اکثر و بیشتر مشاہدہ کیا ہو گا کہ شادی کی تقریبات کے دوران بھی فائرنگ کی جاتی ہے یا فائرنگ display کی جاتی ہے وہاں بھی ایسے واقعات ہو جاتے ہیں جو ناخوشگوار یا سانحہ کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ تو اس سارے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ Arms Ordinance 1965 نافذ کرنے کا ہم نے فیصلہ کیا تھا۔

جناب والا! اب میں اپنے بھائی کی طرف آتا ہوں۔ وہ بڑے غصے سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی کہ وہ اتنے غصے سے دیکھیں۔ جناب سپیکر! ہم نے یہ کوشش کی ہے اور کل سے اس کو enforce کیا گیا ہے اور دس دن کا وقفہ بھی اسی لیے دونوں صورتوں میں دیا گیا تھا کہ اس کو in letter and spirit enforce کرنے اور کسی تفریق یا تمیز کے بغیر نافذ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور ساتھ یہ بھی ensure کرنا ہے کہ یہ mis-use بھی نہ ہو کیونکہ پہلے صرف دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی تھی اور confession صرف تین چار سو روپے جرمانے تک تھی لیکن اب اس میں کم از کم سزا تین سال ہے۔ اس میں ہم نے precautions , safeguard بھی دینے کی کوشش کی ہے ایک دو دن میں لوگوں کی سہولت کے لیے کچھ ٹیلیفون نمبرز مشتہر ہو جائیں گے جن کے ذریعے عام آدمی violation کی صورت میں اور mis-use ہونے کی صورت میں اطلاع دے سکے گا۔ میں ابھی نوائے وقت کے دفتر سے سیدھا یہاں آیا ہوں ان کے اس پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے سے مجھے یہ اطلاع ملی ہے میں یقیناً یہ کوشش کروں گا کہ جو صحیح صورت حال ہو وہ ایوان کے سامنے رکھی جائے اور اس میں اگر کسی جگہ پر کوئی خلاف ورزی ہوئی تو میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس خلاف ورزی کا اسی احساس کے تحت نوٹس لیا جائے گا جس احساس کے تحت ہم نے اس کو enforce کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور میں انہیں بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس پورے process میں اس پوری exercise میں خدا شاہد ہے کہ کسی وقت بھی نہ ذہن میں نہ زبان پر یہ بات آئی کہ اس قانون کو ہم خدا نخواستہ کسی فرقے کے خلاف، خدا نخواستہ کسی ایسے کارکن کے خلاف جو

سیاسی طور پر میری سوچ سے اتفاق نہیں رکھتا استعمال کرنے کا ارادہ نہ تھا نہ ہے اور نہ انشاء اللہ آئندہ ہو گا۔ جناب والا! شکریہ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! جناب رانا اکرام ربانی صاحب نے جو وضاحت فرمائی میں بالکل اس سے اتفاق کرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت جو بھی قانون نافذ کرے اس کی ابتداء پہلے اپنے گھر سے کرے آج یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ اس سلسلے میں فائرنگ بھی ہوئی اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی ہوا۔ میں اس ایوان میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آج وزیر داخلہ صاحب initiative لیتے ہوئے سب سے پہلے خالد گھرکی اور جتنے بھی ایم۔ پی۔ ایز اس جلوس میں شریک تھے ان سب کے خلاف پرچہ درج کروانے کا حکم جاری کریں کیونکہ میں مثال ہوں میں ایک مہینہ اور چار دن جیل کاٹ کر آیا ہوں اور آج بھی مجھے Terrorist Court کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس فائرنگ کا جس فائرنگ سے پولیس والوں نے سات شہری زخمی کیے اور اس کا پرچہ میرے اور شیخ رشید' چودھری تنویر اور راجہ بشارت کے خلاف درج ہوا۔ اگر اس طرف بیٹھنے والے ایم۔ این۔ ایز اور ایم۔پی۔ ایز پر پرچے درج ہو سکتے ہیں تو وزیر داخلہ صاحب یہ پورا ایوان آپ کی بڑی عزت کرتا ہے آج آپ اپنے آپ کو ثابت کیجیے اور ان لوگوں کے خلاف پرچے درج کروائیے اور جتنے ایم۔پی۔ایز اور ایم۔این۔ ایز اس جلوس میں شریک تھے' جتنی ایل۔ ڈی۔ اے کی گاڑیاں اس میں شریک تھیں' جتنی آر۔ ای۔ سی کی گاڑیاں شریک تھیں' جتنی ریلوے کی گاڑیاں شریک تھیں اور جتنے ریلوے کے اشتہار آئے ان سب کے خلاف کارروائی کیجیے تاکہ پتا چل سکے کہ اس ملک میں انصاف کا بول بالا ہو رہا ہے۔ چودھری شجاعت جیل کے اندر ہے اور سینیٹر گلزار ۶۵ کروڑ کھا کر باہر پھر رہا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ ابتداء تو اپنے گھر سے شروع کیجیے تاکہ پتا چلے کہ یہ حکومت واقعی انصاف کرنا چاہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ رانا صاحب! نمائشی اسلحہ پر جو آپ نے آرڈیننس جاری کیا ہے وہ ٹھیک ہے کیا لاؤڈ سپیکر بھی اسی ضمرے میں آتا ہے؟ اس بارے میں ذرا وضاحت کیجیے۔

وزیر داخلہ، جناب سپیکر! میں نے شروع میں کہا تھا کہ لاؤڈ سپیکر اور اسلحے کی نمائش پر پابندی یہ دونوں ایک ہی سمت میں اقدامات ہیں لیکن لاؤڈ سپیکر پر پابندی ایک علیحدہ قانون ہے اور یہ آرمز کا display and carrying ــــــــــــ(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ یہ معاملہ بڑا سنجیدہ ہے ــــــ جی رانا صاحب۔

وزیر داخلہ: جناب سپیکر! یہ ۱۱۔بی جو ہے یہ آرمز کے بارے میں ہے جیسا کہ میں نے وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ یہ آرمز آرڈیننس ۱۹۶۵ کے بارے میں ہے اسی کو ہم نے نافذ کیا ہے اور یہ تین چیزیں جو carrying , keeping and display کے بارے میں ہیں یہ اس کا سیکشن ۱۱۔ بی ہے جناب بھی قانون دان ہیں اور یہ آپ کے علم میں بھی ہو گا اس میں exemptions, exceptions and penalties, etc etc., اور بھی سیکشنز ہیں ۱۱۔ بی specifically ہم نے اس لیے زیادہ مشتہر کیا تھا کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ اسلحہ کے حوالے سے اسے عوام کے سامنے لایا جائے کہ اب لائسنسی اسلحے کے بارے میں کن کن چیزوں کی ممانعت ہو گی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! رانا اکرام ربانی صاحب نے لاؤڈ سپیکر کے استعمال اور اسلحہ کی نمائش کے بارے میں جو دو باتیں فرمائی ہیں۔ ان کی باتیں بڑی معقول ہیں اور خدا کرے کہ یہ عمل درآمد کروا سکیں۔ لیکن آج کے اخبار نوائے وقت میں گیارہ مفتیوں کو لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے سلسلہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ علمائے کرام کو تو پکڑ رہے ہیں لیکن اسمبلی کے بالکل سامنے لاؤڈ سپیکر کا جو کھلے عام استعمال ہو رہا ہے کیا اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، جی تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری: حکومت ہمیشہ اعتبار اور اعتماد کا نام ہوتا ہے۔ اور ہمارے ملک میں جو اس وقت المناک صورت حال ہے وہ یہی ہے کہ حکومت نے قوانین کو اپنے مقاصد کے لیے اور اپنی سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرنے کا آلہ بنا لیا ہے۔ اپنے لیے تو تمام مستثنیات ہیں۔ جب کہ مخالفین کو ان قوانین کے تحت گرفتار بھی کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف کارروائی بھی کی جاتی ہے۔ میاں نواز شریف صاحب نے راولپنڈی میں جلسہ کیا اس جلسہ عام کے لیے لاؤڈ سپیکر پر منادی کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ اور آج خالد کھر کی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ ان کا جشن صحت منانے کے لیے تمام شہر لاؤڈ سپیکروں سے گونج رہا ہے۔ جب آپ دوسرا "را نصیحت خود را فضیحت" پر عمل کریں گے اور خود

قانون کی دھجیاں اڑائیں گے تو مجھے بتائیں کہ کیا آپ کس طرح سے ایک آدمی کو قانون کا پابند بنا سکتے ہیں۔ علماء کو تو کل سے ہی گرفتار کیا جا رہا ہے۔ کل سے ہی گرفتاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ لیکن آج سر عام جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بعد آپ مجھے بتائیں کہ قانون کا احترام کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔ ہمیں وزیر داخلہ صاحب کا بڑا احترام ہے۔ ان کی یقین دہانیاں بھی ہمیشہ بڑی نرم ہوتی ہیں لیکن ان کے اقدامات کا ان کے عمل سے جائزہ لینا ہے کہ وہ کس حد تک اپنی کہی ہوئی بات پر عملدر آمد کرا سکتے ہیں اور اگر عملدر آمد نہیں کرا سکتے تو کم از کم اعلان تو نہ کریں اور اس کا دعویٰ تو نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا صاحب! اس بارے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسلحہ کی نمائش اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال جرم قرار دیے گئے ہیں اور اخبار کی خبر کی رو سے علمائے کرام کہ جنہوں نے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کیا' ان پر بھی پرچے ہونے اسی طرح نمائشی اسلحہ کے سلسلہ میں ہمارے ضلع بہاو لنگر میں 71 پرچے ہونے ہیں۔ اس بارے میں آپ بتائیں کہ لاہور شہر میں مال روڈ کے اوپر اگر اسلحہ کی نمائش کی جائے اور لاؤڈ سپیکر بھی استعمال ہوں تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ اس صورت حال کے بارے میں کیا کہیں گے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! بہت اچھے۔ well done

وزیر صحت، جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ان کی well done پہ نہ جائیں۔ کیونکہ پانچ منٹ کے بعد یہ آپ کے بارے میں کچھ اور بھی کہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ مجھے بھی پتا ہے لیکن اس کرسی پہ بیٹھ کے چاہیے کوئی کچھ کہے فیصلہ ٹھیک کرنا پڑے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں فضل حق، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر صحت، جناب والا! یہ چوتھا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ میں اتنا ہی وقت جواب دینے کے لیے لوں گا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے لاؤڈ سپیکر کے بارے میں اور آرمز پالیسی کے بارے میں وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے بار بار مقدمات کا اور جیل کا ذکر کیا۔ جناب سپیکر! میں بھی کئی دفعہ جیل گیا ہوں۔ اور ایمان کی بات ہے مجھے آج تک پتا نہیں ہے کہ کس جرم میں پکڑا جاتا تھا۔ انہیں کم از کم یہ تو پتا ہے کہ کس جرم میں پکڑے جاتے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! ہم نے جو جرم کیا ہوتا ہے یا نہیں کیا ہوتا الزام کا پتا ہوتا ہے۔ انہوں نے اتنے جرم کیے ہوں گے کہ انہیں پتا نہیں ہو گا کہ کون سے جرم میں پکڑے گئے ہیں۔ ان کے جرم ہی بیشمار ہوں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک محمد عباس خان کھوکھر پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ گزارش یہ کرنی چاہتا ہوں کہ ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بہاولنگر میں نمائش اسلحہ پہ کل اکہتر پرچے ہوئے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہاں تو یہ بڑا جواب بھی دیں گے اور تسلیاں بھی کرائیں گے، سب کچھ کریں گے۔ جب دفعہ 144 لگائی جائے یا آرڈیننس جاری کیا جائے تو اس کے لیے ایک طریقہ ہے کہ سب سے پہلے اس کی منادی کرائی جاتی ہے ۔ پہلے اطلاع دی جاتی ہے کہ لوگوں کو پتا چلے کہ آج ہم نے اسلحہ لے کر نہیں نکلنا۔ اکہتر پرچے تو کل بہاولنگر میں ہو گئے ہیں۔ جب ہم واپس جائیں گے ستر پچھتر وہاں ہوئے ہوں گے اور ان بے چاروں کو پتا تک نہیں ہے کہ آرڈیننس جاری ہو گیا ہے ۔ ان کو پہلے دیہات میں مشتہری منادی کرانی چاہیے۔ ان کو وقت مقرر کرنا چاہیے کہ فلاں تاریخ تک ہر تھانہ اپنے علاقہ میں مشتہری کرائے گا۔ اور اس کے بعد پرچے درج کیے جائیں گے۔ چند دن پہلے میرے ہاں گھروں سے تالے توڑ کر اسلحہ نکال کر باپ کا بیٹے پہ اور ماسے کا بانجھے پر پرچہ دے دیا گیا ہے۔ اس طرح کے پرچے دیتے ہیں۔ اب اکہتر پرچوں کا تو آپ نے خود فرمایا ہے تو اس آرڈیننس کو ہم کہاں لے جائیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی یہ بات جائز ہے۔ میں نے کل ہی وہاں کہا ہے کہ ہر گاؤں کی مسجد میں اعلان کیا جائے۔ بہاولنگر کی حد تک تو میں نے کہا ہے۔ یہاں بھی میں یہ بات وضاحت سے کر دینا چاہتا ہوں کہ رانا صاحب کی بات ٹھیک ہے کہ یکم دسمبر سے لاگو ہو چکا ہے۔ دس دن اس لیے دیے گئے کہ لوگوں کو پتا چل جائے لیکن ان لوگوں کو پتا ہے جو شہروں میں رہتے ہیں یہ پڑھے لکھے ہیں یا اخبار پڑھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں، جہاں اخبار بھی نہیں جاتا اور ان پڑھ ہیں سچی بات یہ ہے کہ ان کے نوٹس میں ابھی بات نہیں آئی ہے ۔ لہٰذا میں رانا صاحب کے ذریعے سے حکومت پنجاب کو یہ کہوں گا کہ وہ تمام اضلاع کی مساجد میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر یہ اطلاع کر دی جائے کہ

یہ آرڈیننس نافذ ہو گیا ہے۔ اب اسلحہ کو باہر لے کر نہیں چلنا چاہیے۔۔۔سید محمد عارف حسین صاحب!

سید محمد عارف حسین بخاری: محترم! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ قانون کی violation آپ کے سامنے ہو رہی ہے۔ وہاں سپیکر چل رہا ہے اور اسمبلی کی سیڑھیوں پہ ان فحش گانوں کی اور فلمی دھنوں کی آواز پہنچتی ہے۔ تو ہماری گزارش یہ ہے کہ کیا قانون کی voilation اسی طرح ہوتی رہے گی؟ آرڈیننس تو نافذ ہو گیا لیکن اس کے نفاذ کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر! ایک مسئلہ ہمارے ممبر نے اٹھایا۔ وہ آپ کے نوٹس میں بھی ہے اور رانا صاحب نے اس کا جواب بھی دیا۔ میں اس حوالے سے یہ جتانا چاہوں گا ابھی پرسوں کی بات ہے کہ رانا صاحب نے ٹی وی پر اسی آرڈیننس کے بارے میں انٹرویو دیا۔ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ جتنے بھی سیاسی لیڈر اس قانون کی خلاف ورزی کریں گے بغیر کسی پارٹی کے ان کے خلاف پرچے درج کیے جائیں گے۔ اب ایک مسئلہ یہاں اٹھایا گیا۔ آپ کے نوٹس میں بھی ہے۔ آپ کی گاڑی بھی جلوس میں پھنسی رہی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس آرڈیننس پر عملدرآمد کا آج پہلا دن ہے۔ آپ کو چاہیے کہ ایک ایسا precedent قائم کریں۔ یہ جو جلوس نکلا ہے اور سپیکر کا استعمال ہو رہا ہے۔ قانون کی voilation ہو رہی ہے اور فائرنگ ہو رہی ہے۔ ابھی بھی آپ باہر جا کر دیکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب عمران مسعود صاحب! یہ تو وہی بات ہے جو پہلے زیر بحث ہے۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب اس پہ فیصلہ فرما دیں۔ ہمیں لمبی explanations نہیں چاہئیں۔ ہم نے قانون پڑھا بھی ہے اور جانتے بھی ہیں۔ اس کا ہمیں کوئی حل چاہیے۔

میاں عبدالستار: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ کی کوئی نئی بات ہے۔ میرے خیال میں کافی بات ہو چکی ہے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! میں چاہتا ہوں کہ میں جو بات کہوں ساتھ ہی اس کا جواب بھی دے

دیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 1965ء کا آرڈیننس پہلے ہی نافذ تھا۔ اگر اس کو دوبارہ نافذ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے یا کیا گیا ہے تو کون سے نوٹیفکیشن کے تحت اور کون سی تاریخ سے کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے یہ ایک مسئلہ تو حل کر لیں۔

میاں عبدالستار، میری اطلاع کے مطابق 1965ء کا آرڈیننس پہلے بھی موجود تھا۔ اور غیر قانونی اسلحہ رکھنے کے بارے میں پہلے بھی مقدمے درج ہوتے تھے۔ صرف اس پر عمل درآمد صحیح طریقے سے نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی نیا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں بتایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا صاحب! ایک تو یہ وضاحت کی جائے کہ یہ آرڈیننس بذریعہ نوٹیفکیشن کیا گیا ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس پر فیصلہ کر لیں پھر آگے چلتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب ! ایک اہم مسئلہ ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو پہلے decide کر لوں پھر آگے چلتے ہیں ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر ! رانا اکرام ربانی صاحب اسی میں ہی میری بات کا بھی جواب دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا سوال شعر کی شکل میں ہے یا ویسے؟

خواجہ ریاض محمود، جناب جس طرح آپ خوش ہو جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے!

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر ! میں انتہائی درد بھرے لہجے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ چند روز ایک عظیم انسان جناب صلاح الدین صاحب کو جس انداز سے کراچی میں حق اور صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے شہید کر دیا گیا' عبدالستار ایدھی کراچی جو خون میں نہا رہا ہے کے حالات دیکھ کر ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ پورا کراچی غم اور خون کی آندھی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر طرف قتل عام ہو رہا ہے۔ اور پورا پاکستان کراچی کے حالات کی وجہ سے غم گسار ہے۔ ہم خالد کھرل سے انتہائی ہمدردی رکھتے ہیں کہ ان کو حادثہ پیش آیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو خالد کھرل کی

ڈھمکا کیا جائے۔ قوم غم میں ڈوبی ہوئی ہے' لوگ بے چارے زندگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ کم از کم یہ تو ان سے کہہ دیں کہ گھر کی صاحب کے آنے کی خوشی میں فنکشن کرنا' انہیں خوش آمدید کہنا یہ سب باتیں حالات کے مطابق نہیں ہیں۔ میرے معزز دوست شعر شعر کہہ رہے ہیں میں ان سے یہی درخواست کروں گا کہ۔

جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے
تا حد نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں
گلشن کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر! آپ نے جو حکم دیا ہے کہ میں ------

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی کے لیے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا اقبال صاحب! رانا را کرام ربانی صاحب جواب دے رہے ہیں اور آپ بھی رانا ہیں آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان، جناب میں تو ان سے چھوٹا ہوں۔ اور میں صرف چھوٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں آپ میری اس بات کو appreciate کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! یہاں ایک لفظ " محسن انسانیت " سہواً استعمال ہو گیا ہے۔ آپ کی وساطت سے میری محترم خواجہ ریاض صاحب سے گزارش ہے کہ اگر اس لفظ کو ریکارڈ سے درست کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ انہوں نے محسن انسانیت کا لفظ استعمال کیا۔ جو الفاظ انہوں نے صلاح الدین صاحب کے لیے استعمال کیے ہیں یہ الفاظ محض اور محض جناب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ ریکارڈ کو درست فرما لیا جائے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! ہاؤس میں صاحبزادہ فضل کریم صاحب تشریف فرما ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے جیسے وہ فرمائیں گے ویسے کر لیا جائے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر! میں نے عرض کرنا تھا لیکن مجھ سے پہلے رانا اقبال صاحب

نے فرما دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صاحبزادہ فضل کریم صاحب مسئلہ یہ ہے کہ صلاح الدین صاحب ایک نیک سیرت انسان تھے خواجہ صاحب نے ان کو محسن انسانیت اس زمرے میں کہا ہے۔ میرے خیال میں ان کی شرافت اور نیک نیتی کی بنیاد پر ایسا کہا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے ان کو میرے خیال میں کوئی حضور پاک(صلی اللہ علیہ وسلم) کے برابر مرتبہ دینے کے لیے ایسا نہیں کہا۔ رانا اقبال صاحب نے جو بات کہی ہے انہوں نے بھی اپنی sense میں ٹھیک کہی ہے۔ آپ ذرا اس کی مختصر طور پر وضاحت فرما دیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم: میں عرض کروں کہ بہت سے ایسے الفاظ اور احکام ہیں جو متصف ہیں انبیاء اور مرسلین کی ذات مقدسہ کے ساتھ۔ جہاں تک محسن انسانیت کا تعلق ہے۔ یہ لفظ تاریخ اسلام میں چودہ سو سال قبل صرف اور صرف حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اور اس پر میں آپ کو تاریخی بات عرض کرتا چلوں کہ دنیائے اسلام کے سب سے بڑے غازی سلطان صلاح الدین ایوبی سے متعلق ایک شخص نے لفظ محسن انسانیت استعمال کر دیا تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا کہ میں محسن انسانیت نہیں ہو سکتا۔ محسن انسانیت صرف محمد مصطفےٰ(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ ہے۔ چونکہ خواجہ صاحب نے یہ لفظ کوئی جان بوجھ کر نہیں کہا۔ ان سے سہواً یہ بات ہو گئی ہے۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو اوصاف متصف ہیں کسی نبی کے لیے وہ کسی خلیفہ، کسی صحابی، کسی غوث، قطب، ابدال کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے۔ ہاں البتہ اگر انہیں یہ کہہ دیا جائے کہ وہ محسن صحافت تھے اور آزادی صحافت کے علمبردار تھے تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ یہ بہت بہتر ہے۔

وزیر اوقاف(چودھری محمد شاہنواز چیمہ): جناب سپیکر! یہ ایک اسلامی مملکت ہے۔ اور اس بات پر فتویٰ لینا چاہیے۔ میرے خیال کے مطابق خواجہ صاحب پر حد نافذ ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں چیمہ صاحب نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ خواجہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں محسن انسانیت کی بجائے اس کا متبادل لفظ "عظیم شخصیت یا عظیم انسان" قرار دیتا ہوں۔ محسن انسانیت کی بجائے آپ عظیم انسان یا عظیم شخصیت لکھ لیجیے۔ جی

رانا اکرام ربانی صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر ! کوئی دس بارہ پوائنٹ آف آرڈر ہو گئے ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہو تو میں اپنی بات کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب یہ ایک بات جو ہاؤس کے نوٹس میں لائی گئی ہے ۔ میں بھی دیانت داری سے یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اس بارے میں آپ اپنا موقف بیان کریں اور اس بارے میں آپ واضح طور پر بتائیں۔ یہ ہاؤس بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہاں پر آپ واضح طور پر بیان دیں کہ حکومت اس بارے میں کیا ایکشن لینا چاہتی ہے؟ آپ کا کیا پرو گرام ہے؟ آپ نے بھی دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا۔ تقریباً ہر انسان نے دیکھا ہے کہ یہاں پر قانون کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں ۔

(اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین)

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر ! سب سے پہلے تو میں آپ کی observation, since it was not a ruling ۔ میں یہ ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ "ہم سب نے دیکھا ہے" میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا۔ یہ میں ریکارڈ کی درستی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے سب نے نہیں دیکھا ۔ کم از کم میں نے نہیں دیکھا۔

جناب سپیکر ! کچھ احکامات آپ نے مجھے ابھی دیے ہیں۔ اور ایک جس وقت میاں عبدالستار صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں ایک دفعہ پھر آرمز آرڈیننس1965ء کی وضاحت کر دوں۔ پھر کئی پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے گئے۔ اس ریفرنس میں ایک واقعہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی دو تین ماہ پہلے کی بات ہے۔ میرے ایک دوست جو کہ اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں نے مجھے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ جناب! کی اندھیر پیا اسے ایتھے؟ کوئی سیاسی انتقام دی حد ہوندی اسے"۔ میں نے انہیں پوچھا کہ جناب ہوا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک نئی گاڑی منگوائی۔ پورچ میں کھڑی تھی۔ میں جب اس میں جا کر بیٹھا ہوں تو میں نے دیکھا کہ نہ تو اس میں سٹیرنگ ہے، نہ اس میں بریکیں ہیں، ریڈیو تھا، کیسٹیں تھیں سب کچھ نکال کر لے گئے ہیں۔ اب میں کیا کروں۔ میں نے متعلقہ ڈی ایس پی کو فون کیا۔ میں نے کہا کہ یہ بڑی زیادتی

ہے۔ ان کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہے آپ وہاں جائیں۔ جب وہ ڈی ایس پی وہاں گئے تو انہوں نے مجھے واپس آکر فون کیا کہ وہ تو جی آرام سے بیٹھے چائے وغیرہ پی رہے تھے۔ تو میں نے انہیں پوچھا کہ آپ نے تو فون کر کے کہا تھا کہ میری گاڑی کا سٹیرنگ' بریکیں' کچھ وغیرہ نکال کر لے گئے ہیں۔ تو انہوں نے ہنس کر کہا کہ یار غلطی مجھ سے ہو گئی تھی کہ میں غلطی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ تو جناب والا ' یہ میرے دوست بھی بعض اوقات پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! مسئلہ تھا گواہی کا آپ نے بھی observe کیا' آپ نے بھی دیکھا' ہم نے بھی دیکھا باقی دوستوں نے بھی دیکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ رانا موصوف صاحب ہم سب کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ کیا ہم اندھے ہیں ہمیں نظر نہیں آ رہا۔ اتنا غیر ذمہ داری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور آپ کی ذات جو اس وقت Chair کر رہی ہے وہ بھی اس بات کی گواہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر صاحب آپ باہر نہ جائیں میں نے آخر میں آپ کی رائے لینی ہے۔ آفریدی صاحب! رانا صاحب کو بات تو کرنے دیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! وہ تمسخر اڑا رہے ہیں۔ آج اس حکومت کے لیے یہ ایک ٹیسٹ کیس ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کو بات تو کرنے دیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! وہ ہمارا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ میں چشمہ اتار لیتا ہوں میں ان کو بھی نہیں دیکھتا۔

وزیر اوقاف، جناب والا! تحقیق تو کر لی جائے کہ حقیقت کیا ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! میاں صاحب نے جو کہا ہے میں اس سلسلے میں دوبارہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آرمز آرڈیننس 1965ء موجود ہے لیکن اس کے نفاذ کے لیے صوبائی حکومت مرکزی حکومت کی اجازت سے یا مرکزی حکومت کی ہدایت پر اگر یہ سمجھے کہ اس ایکٹ کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ ایسے special circumstances exist کرتے ہیں جن کو handle کرنے کے لیے جن سے مؤثر انداز میں عہدہ براں ہونے کے لیے دوسرے قوانین پوری طرح مؤثر ثابت نہیں ہو سکتے۔ جو آج کل [illegible] الوقت قوانین [illegible] ہوتا ہے کہ آرمز لائسنس لے کر ساتھ چلنے

کی مخالفت ہو تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دفعہ 144 کے تحت اس کی پابندی کر دیتا ہے۔ اور اگر کسی جگہ پر اس کی خلاف ورزی ہو تو سیکشن 188 میں اس کا چالان کر دیا جاتا ہے۔ اس کی سزا اتنی کم ہوتی ہے اور ہماری یہ بھی observation ہے بعض اوقات یونٹ پورے کرنے کے لیے وکیل کو یا اس آدمی کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ confession کر لیں اور ایک یونٹ پورا ہو گیا۔ اور اس confession کے بعد اسے برائے نام جرمانہ ہو جاتا تھا۔ یہ ایک اتنی موثر determent نہیں تھی کہ آرمز اور اس کے display کو روکا جا سکے۔ جناب والا! ایک اور فرق جو کہ شاید میرے دوستوں کے سامنے نہیں آسکا وہ یہ ہے کہ یہ پہلی دفعہ کوشش کی گئی ہے کہ لائسنس کے اسلحے کے display کو مؤثر انداز میں روکا جا سکے۔ جناب والا! عام آدمی بہت کم display کرتا ہے زیادہ وہ لوگ display کرتے ہیں جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی refernce میں ان کی positive or nagative کوئی nuisance value ہے وہ اس حساب سے اپنے آپ کو اس قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں ۔ حکومتی سطح پر پہلی دفعہ نیک نیتی کے ساتھ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان لوگوں کو بھی قانون کے دائرے میں لانے کی کوشش کی جائے اور انشاء اللہ اس قانون پر مؤثر انداز میں عمل در آمد کرایا جائے گا۔ جناب والا! یہ تو اس کی وضاحت تھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم نے حکومت کی سطح پر جو کوششیں کی ہیں وہ perfet تھیں اور ہم نے ہر متعلقہ شخص تک یہ اطلاع پہنچا دی ہے کہ 10 دسمبر سے اس قانون پر عمل در آمد شروع ہو گا۔ لیکن ہم نے اپنے طور پر کوشش کی ہے جیسے میرے بھائی عمران مسعود صاحب نے ذکر کیا ہے ٹیلی ویژن مذاکرے کے ذریعے سے' ریڈیو پر مذاکرے کے ذریعے سے اور اخبارات میں مسلسل اشتہارات کے ذریعے ہم نے کوشش کی کہ اس کی اطلاع سب لوگوں تک پہنچا دی جائے۔ نہ صرف یہ بلکہ وزیر اعلیٰ نے پنجاب کے تمام D I G کمشنرز' ایس پی اور ڈی سی صاحبان کو بلایا اور انھیں بلانے کا صرف مقصد یہ تھا کہ انھیں ایک تو یہ واضح کر دیا جائے کہ حکومت امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو کنٹرول کرنے کے لیے مؤثر انداز میں اس قانون پر عمل در آمد کرائے گی اور دوسرا ـــــــ پھر میرے دوست کہیں گے ـــ یہ ایک لمبی بحث ہے کہ عوام کا اعتماد حکومتی اداروں پر کیوں نہیں رہا۔ میں کسی controversy میں نہیں جانا چاہتا۔ لیکن اس حقیقت کا مجھے بھی اعتراف ہے اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کو بھی اعتراف کرنا ہو گا۔ کیونکہ جب تک ہم ایک حقیقت کا اعتراف نہیں کریں گے اس کو پورا کرنے کی ذمہ داری کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ ...

کہنا چاہتا ہوں کہ یہ آج اس جگہ پر بیٹھے ہیں اور میں جواب دینے کے لیے اس جگہ پر موجود ہوں۔ جناب والا! اس نظام میں یہ پوزیشن بھی مستقل نہیں ہوتی۔ ذمہ داریوں کی یہ تقسیم بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن جس نیت سے اور جس ارادے سے اس معاشرے میں اس پنجاب میں امن و امان مکمل طور پر قائم کرنے کی غرض سے یہ قدم اٹھایا گیا ہے اس پر کسی بد نیتی کا شبہ کرنے کی بجائے اس پر صرف تنقید برائے تنقید کرنے کی بجائے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں کہیں خامیاں موجود ہیں۔ میں نے پہلے بھی اعتراف کیا ہے کہ اگر کوئی خامیاں ہیں تو ہم دور کریں گے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس قانون کو اور بہتر بنایا جا سکتا ہے تو مجھے اعتراف ہے کہ ہاں اس میں صورت حال کو بہتر بنانے کی گنجائش موجود ہے ہم اس کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں ایک دفعہ پھر آپ کی وساطت سے وضاحت کر دوں کہ میں نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ انھوں نے غلط آرڈیننس جاری کیا ہے۔ ہم appreciate کرتے ہیں کہ اس ملک میں اسلحہ کی نمائش پر پابندی ہونی چاہیے۔ ہم اس بات کی بھی تائید کرتے ہیں کہ جو فرقہ پرست لوگ ناجائز طور پر لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرتے ہیں اس پر بھی پابندی ہونی چاہیے۔ لیکن میرا اصل سوال یہ ہے کہ میں اس بات کا گواہ ہوں میں نے یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا آپ نے تائید کی' ہاؤس نے تائید کی میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں مدعی بنتا ہوں میں تھانہ سول لائن میں جا کر درخواست دیتا ہوں اور آپ کی گواہی ڈالوں گا ۔پریس والے اوپر بیٹھے ہیں انھوں نے بھی فائرنگ کی آواز سنی ۔ اگر میں مدعی بنتا ہوں تو کیا وزیر موصوف پرچہ درج کرنے کا حکم دیں گے۔ خالد کھرل اور جو باقی ایم پی ایز اس جلوس میں موجود تھے ان کا نام لے کر میں پرچہ درج کراتا ہوں۔ آپ مجھے صرف اتنی یقین دہانی کرا دیں کہ ان کے خلاف میرا پرچہ درج ہو جائے گا۔ آپ بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ جلوس نکلا سپیکر استعمال ہوا فائرنگ ہوئی۔ ہم لوگ لان میں کھانا کھا رہے تھے اور ہم بھاگ کر اندر آ گئے کہ پیپلز پارٹی کی گولی ہے جو اپنے پاؤں میں لگ سکتی ہے ہمیں بھی لگ سکتی ہے بھاگ جاؤ بھائی ہم تو اندر آ گئے ۔ میں مدعی بننا چاہتا ہوں کیا آپ پرچہ درج کرائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے شکریہ' جی۔ جناب رشید احمد بھٹی صاحب اس کے بعد سرور خان صاحب۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب والا! انھاں جواناں نو ں گھنٹہ ہو گیا اے بھ پایاں نوں۔ میں اتھے موجود ساں بلکہ میں اپنے حلقے توں خود جلوس لے کے آیا واں۔ اگر میرے دوستاں نوں پٹاخیاں اور فائرنگ دی آواز وچ فرق محسوس نہیں ہوندا تاں میں انھاں دی اطلاع واسطے عرض کر دیواں کہ صرف پٹاخے ضرور چلے نیں لیکن کوئی اسلحہ لے کے نہیں آیا---

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں لاؤڈ سپیکر کا بتائیں کہ لاؤڈ سپیکر چلتا رہا ہے یا نہیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب والا! لاؤڈ سپیکر ضرور چلے نیں اتھے سامنے وی چلدا رہیا اے۔ باقی اسلحے دی نمائش ہوئی اے نہ فائرنگ ہوئی اے۔ پٹاخے ضرور چلے نیں اوہ پٹاخیاں توں پریشان ہوئے نیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! سپیکر نہیں چلا بلکہ ڈپٹی سپیکر چلا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ جی غلام سرور خان صاحب۔

وزیر معدنی ترقی (جناب غلام سرور خان)، جناب والا! میں اور جناب باد شاہ میر خان آفریدی راولپنڈی سے لاہور ایئرپورٹ پر اکٹھے ہی پہنچے۔ اکٹھے ہی ایئرپورٹ کی بلڈنگ سے نکلے۔ میں واقعی رشید بھٹی صاحب کی بات کو second کرتا ہوں کہ جلوس تھا۔ ڈھول ڈھمکا تھا نعرے تھے کوئی فائرنگ نہیں تھی۔ کم از کم میں نے کوئی لاؤڈ سپیکر دیکھا ہے نہ سنا ہے ---(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز' I call the House to order

وزیر معدنی ترقی، جناب والا! میں ایئر پورٹ کی premises کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ایئرپورٹ کی premises میں ایئر پورٹ سے نکلنے کے بعد میں اسمبلی تک پہنچا ہوں میں نے تمام مال روڈ پر نہ کہیں اسلحہ دیکھا ہے اور نہ ہی لاؤڈ سپیکر دیکھا ہے۔ اگر کوئی فائرنگ کی آواز تھی تو ہم نے اسلحہ نہیں دیکھا بلکہ لوگ صرف پٹاخے چھوڑ رہے تھے۔ یہ ہم نے سنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اب اس بات کو بند کریں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، انھوں نے کہا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اس ضمن

میں میری ایک تحریک استحقاق بھی آ رہی ہے - یہ بتا دیں کہ وی آئی پی لاونج میں کتنے افراد تھے۔ وہاں پر پانچ سو مرد و خواتین جمع تھیں - جب میں باہر نکلنے لگا تو مجھے راستہ نہیں مل رہا تھا میں اس پر تحریک بھی لا رہا ہوں کہ اے ایس ایف کے ایک آفیسر نے کہا کہ جناب آپ یہاں سے نکلیں آپ کس چکر میں پھنس گئے یہ آپ کو پہچان لیں گے اور آپ کی تکہ بوٹی کر دیں گے۔ تومیں نے کہا کہ جناب میں بزدل نہیں بھاگنے والا نہیں۔ یہ تو مخدوم الطاف صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ ان سے پوچھیں کہ میں ایئر پورٹ سے باہر کیسے آیا - میں یہ بات تو اپنی تحریک استحقاق میں کر رہا ہوں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ ایئر پورٹ پر فائرنگ ہوئی اور وہاں لاؤڈ سپیکر چلا۔ میں تو اسمبلی کے سامنے کی بات کر رہا ہوں۔ شاید انھوں نے میری پوری بات سنی نہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسمبلی کے سامنے فائرنگ ہوئی اسمبلی کے سامنے لاؤڈ سپیکر استعمال ہوا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے شکریہ۔

وزیر صحت: جناب والا! میرے فاضل دوست خود فرما چکے ہیں کہ وہ اس ضمن میں ایک تحریک استحقاق پیش کر رہے ہیں تو مجھے اپنی بات مکمل کرنے دیں -

حاجی عبدالرزاق: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

حاجی عبدالرزاق: جناب والا! میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے اسمبلی کے اندر لاؤڈ سپیکر کی آواز کانوں سے سنی ہے اور ابھی تک آ رہی ہے۔ یہ لوگ کس طرح کہتے ہیں ان کو ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ جو on the floor of the House جھوٹ بولتے ہیں۔ اب آپ یہ فیصلہ کریں کہ لاؤڈ سپیکر چلنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ رانا صاحب میرے خیال میں اب میں لاء منسٹر صاحب سے قانونی رائے لے لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب شکریہ۔ میرے خیال میں اب میں وزیر قانون سے قانونی رائے لے لوں۔

وزیر صحت: جناب والا! میں اسی سلسلے میں ایک اور وضاحت کرنا چاہتا تھا کہ ہم نے یہ کہا ہے میں

نے پہلے بھی اس کی وضاحت کی تھی کہ پہلی دفعہ لائسنس والا اسلحہ اور خاص طور پر وہ لوگ جو کسی بھی حوالے سے اپنے آپ کو با اثر سمجھتے تھے یا قانون سے بالا تر سمجھتے تھے یہ قانون انہیں زیادہ متاثر کرے گا بحثیت عام آدمی کے اور اس بات کو ensure کیا جائے گا کہ اس قانون کے خلاف ورزی نہ ہو۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سنیے I call the House to order یہ بڑا اہم مسئلہ ہے ذرا توجہ سے سنیے۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے تھوڑا سا وقت لوں گا کیونکہ میں بہت دیر سے اس مسئلے پر محنت کر رہا ہوں اور میرے کچھ ساتھی بھی اس میں شامل ہیں ۔ جناب سپیکر آپ کو بھی علم ہے اور میرے دوستوں کو بھی اس کا علم ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ ہر شخص اپنی حفاظت کے لیے خود اختیار رکھتا تھا لیکن اس زمانے میں سٹیٹ اور حکومت کا تصور موجود نہیں تھا ۔ جس وقت سٹیٹ کا تصور مہذب دنیا میں آیا ہے ہم تہذیب کے لفظ سے آشنا ہوئے ہیں اس وقت سے یہ ذمہ داری سٹیٹ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور عام آدمی اس عدم تحفظ کے خوف سے بے نیاز ہو کر ملک کے لیے' معاشرے کے لیے اور قوم کے لیے اپنی خدمات سر انجام دیتا تھا۔ ہم نے یہ پہلا قدم اٹھایا ہے اس فلسفے کو دوبارہ In letter and spirit رائج کرنے کے لیے کہ عام آدمی کے جان ومال کا تحفظ سٹیٹ کی ذمہ داری ہے اور سٹیٹ کو اپنی یہ ذمہ داری پوری کرنی چاہیے تا کہ عام آدمی عدم تحفظ کے احساس سے بے فکر ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتیں اپنے لیے' اپنے اہل خانہ کے لیے اور اپنے اہل وطن کے لیے مثبت انداز میں استعمال کر سکے۔ میں انہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی یہ قانون misuse نہیں ہو گا اور نہ ہی عام آدمی کے خلاف ہو گا۔ لہذا یہ اس اندیشے کو بالکل ذہن سے نکال دیں کہ یہ کسی وقت بھی ۔۔۔۔۔

میاں عمران مسعود ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں بس وہ ختم کرنے کے قریب ہیں اس کے بعد آپ کو موقع ملے گا ۔بس وہ ایک فقرہ کہہ کر اپنی بات ختم کرنے والے تھے ۔

وزیر صحت، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس قانون کو سیاسی انتقام کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا بلکہ میں انہیں اس بات کی واضح یقین دہانی بھی کروانا چاہتا ہوں کہ ایسا انشاء اللہ ہر گز نہیں

ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب عمران مسعود صاحب

میاں عمران مسعود، شکریہ' جناب سپیکر! جو مسئلہ یہاں پر اٹھایا گیا تھا اس کا تو ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا میں آپ کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے اور وزیر موصوف کے علم میں بھی لانے کے لیے عرض کروں گا کہ تقریباً ایک بجے کا وقت تھا ہم پانچ ممبران سپیکر صاحب کے کمرے میں اپنے ایجنڈے کے سلسلے میں بات کرنے کے لیے گئے۔ سپیکر صاحب کا کمرہ اس ہال کے بالکل مخالف سمت میں ہے اور وہاں سے بدستور لاؤڈ سپیکر کی آوازیں سپیکر صاحب کے کمرے میں آ رہی تھیں ۔ ہم نے سپیکر صاحب سے بھی کہا کہ آج اجلاس کا دن ہے اور قانون بھی نافذ ہو چکا ہے پھر یہ قانون کی خلاف ورزی کیوں ہو رہی ہے؛ اور وہ بھی اس اسمبلی کے سامنے ہو رہی ہے۔ آپ اس کا نوٹس لیں۔ رامے صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس تھانے میں فون کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے مجھے تو یہ پتا ہی نہیں چل رہا کہ کون سا تھانہ ہے اور کس کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ لہذا یہ واقعہ ان کے نوٹس میں بھی ہے اور ان کا نقطۂ نظر بھی یہی تھا کہ واقعی یہ چیز غلط ہو رہی ہے۔ ایک غلطی اور ایک کرائم جو ہمارے سامنے ہوا ہے اس کا ابھی تک جواب نہیں آ رہا۔ وزیر موصوف نے بہت لمبی تقریر کی ہے۔ وہ ہمارے محسن ہیں ہم ان کی عزت کرتے ہیں لیکن اصل مسئلے کے بارے میں ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں یہاں پر نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اب اگر میرے یہ دوست' میرے قابل احترام ساتھی جنہیں میں اس نظام کا ایک ضروری حصہ سمجھتا ہوں ان کی توجہ اس ذمہ داری کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس نظام میں ذمہ داریوں کی تبدیلی ہو جاتی ہے ادھر والے ادھر چلے جاتے ہیں ادھر والے ادھر آ جاتے ہیں۔ انہوں نے میری توجہ دلانے کے باوجود میری بات سنجیدگی سے نہیں سنی میں یہ بات پورے یقین اور دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ بے شک ٹیپ چلوا کر دیکھ لیں جس وقت آفریدی صاحب نے یہ بات کی تھی میں نے اس وقت بھی یہ کہا تھا کہ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے میں ابھی ایوان میں آیا ہوں اگر قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو اس کا پورا نوٹس لیا جائے گا اور قانون کے تحت پوری کارروائی کی جائے گی۔ یہ بات انہوں نے نہیں سنی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

وزیر صحت، جناب والا! وہ مسئلے کی سنجیدگی کی طرف خود توجہ نہیں دیتے اس میں' میں ان کی اس کے علاوہ کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ......

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اب ہمیں آگے چلنا چاہیے میں نے آپ کی بات سن لی اور اس پر میں نے نوٹس لیا اور تقریباً آدھے گھنٹے سے بھی زیادہ وقت ہو گیا ہے ہم اس مسئلے پر بات کر رہے ہیں .....

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اجلاس بھی تو آدھا گھنٹہ لیٹ شروع ہوا ہے۔ اجلاس کا وقت بعد میں بڑھالیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب! اس وقت ہاؤس کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر چلتا رہا ہے یہ میں نے بھی سنا ہے اس میں کوئی ابہام کی بات نہیں ہے۔ اگر لاؤڈ سپیکر چلتا رہا ہے تو کل سے جو قانون نافذ ہوا ہے آیا اس کی خلاف ورزی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے؟ رانا صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہے تو ہم ایکشن لیں گے اور میرے خیال میں بات بھی یہی ہے کہ حکومت جو قانون بنائے اس کو تمام عوام کا اعتماد حاصل ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ کوئی فریق یہ سمجھے کہ ان کے اپنے لیے قانون نہیں بلکہ دوسروں کے لیے ہے تو ہمیں اس کے لیے ہاؤس کو اعتماد میں لینا چاہیے آپ اس بارے میں مختصر طریقے سے اپنی رائے کا اظہار کریں کہ اس وقت ہاؤس میں اس مسئلے کو کیسے سلجھانا چاہیے؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب والا! اس میں شک نہیں کہ رانا اکرام ربانی صاحب نے انتہائی مناسب انداز میں وضاحت کی ہے۔ جہاں تک فاضل اراکین اسمبلی کا تعلق ہے انہوں نے اس issue پر اسمبلی کے اندر آواز اٹھا کر میرے نزدیک اپنا پارلیمانی کردار ادا کیا ہے۔ اور اراکین اسمبلی نے اس مسئلے پر آواز اٹھا کر معاملے کی نزاکت کے بارے میں آواز اٹھانے کی کوشش کی ہے میں اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حکومت نے' لاؤڈ سپیکر اور اسلحہ کی نمائش پر پابندی کے حوالے سے جو قانون بنایا ہے اس کے پیچھے مقصد ہی حکومت کا یہ ہے کہ عوام کو تحفظ [illegible]

استعمال کی وجہ سے عوام کو جن قباحتوں سے گزرنا پڑتا ہے اور عوام کے لیے اور معاشرے کے اندر یہ لاؤڈ سپیکر جس طرح ناسور کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے اور عوام کے لیے باعث تکلیف ہے حکومت نے کوشش کی ہے کہ عوام کو اس سے چھٹکارا دلایا جائے۔ اسمبلی کے باہر آج کے جلوس کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ اگر لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر فاضل اراکین کو اعتراض ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا اعتراض درست ہے اور قانون کی روح کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر عمل درآمد کے لیے حکومت اپنیکارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اور قانون کے بہتر نفاذ کے لیے ان کی اس آواز کا نوٹس لیتے ہوئے حکومت اپنے فرائض ادا کرے گی اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ یہ ایک بات ہاؤس میں لائی گئی ہے اور یہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ حکومت نے ایک قانون بنایا ہے اور وہ کل سے نافذ ہوا ہے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ حکومت کی خواہش بہت نیک ہے۔ جن حالات کے تابع یہ قانون بنایا گیا ہے وہ بھی بالکل ٹھیک سمت میں ہے اس میں حکومت کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے وہ کوئی انتقام لینا چاہتی ہو یا کسی کو کوئی خاص فائدہ دینا چاہتی ہو۔ لیکن آج کی صورت حال سے یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ مال روڈ لاہور میں جو مظاہرہ ہوا ہے اور یہ لاہور میں ہوا ہے یہ کوئی گاؤں نہیں ہے دور دراز کا علاقہ نہیں ہے کہ جہاں کسی کو پتا نہ چلے یہ پنجاب کی اسمبلی کے سامنے ہوا ہے اور وہاں پر میں نے خود یہ دیکھا ہے آتے وقت بھی اور دو بجے جاتے وقت بھی۔ وہاں پر لاؤڈ سپیکر بج رہے تھے۔ جاوید گھر کی صاحب ہمارے دوست ہیں بھائی ہیں بڑے اچھے انسان ہیں ان پر جو حملہ ہوا اس پر بھی ہمیں افسوس ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان کا علاج بھی ٹھیک ہو گیا اور وہ صحت یاب ہو کر آ گئے ہیں۔ اس میں بھی ہماری خوشی ہے۔ ہم بڑے خوش ہیں لیکن یہ جو مظاہرہ کیا گیا ہے۔ قانون کو پامال کیا گیا ہے یہ واقعی قابل افسوس بات ہے۔ میں حکومت پنجاب کے ذریعے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس بات کا نوٹس لے اور وہ افسران خاص طور پر پولیس کے افسران کے خلاف انہوں نے اگر کوئی کارروائی نہیں کی تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے کیونکہ ان کا فرض بنتا تھا۔ اور حکومت پنجاب کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی ایک دو دن کے اندر چھان بین کرے اور اگلے اجلاس میں اس کی رپورٹ پیش کرے۔ کہ وہ کون سے واقعات تھے جن پر عمل ہوا۔ اور کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ مہربانی۔ تو وقفہ سوالات

شروع ہوتا ہے۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پہ اس کو قبول فرمایا۔ اور رولنگ دی۔ میں ایک گزارش آپ سے اور کروں گا۔ کہ آپ اس سلسلے میں ہاؤس کی ایک کمیٹی مقرر کر دیں۔ تاکہ ہاؤس کی کمیٹی بھی اس کی تحقیقات کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں میں نے رولنگ دے دی ہے۔ اب اس بارے میں میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ کیا صورت حال ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ امور داخلہ)

جناب ریاض احمد، جناب والا! میں ذاتی طور پر اپنے علم میں ایک اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ داخلہ کا قلم دان وزیر اعلیٰ صاحب نے کس وزیر صاحب کو دیا ہوا ہے۔ کیا رانا اکرام ربانی صاحب کے پاس ہے یا چودھری فاروق صاحب کے پاس ہے۔ ہم کس کی یقین دہانی مانیں اور کس سے اس کا جواب لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ میری بات ہے۔ یہ بات میں نے کردی ہے۔ جی راجہ بشارت صاحب۔ موجود نہیں۔

ایک معزز ممبر، سوال نمبر 1339 (معزز رکن نے جناب محمد بشارت راجا کے ایماء پر سوال دریافت کیا)

معدنیات کی کانوں سے پیداوار کی تفصیل

*1339۔ **جناب محمد بشارت راجا،** کیا وزیر معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں معدنیات کی کتنی کانیں ہیں اور یہ کس کس قسم کی ہیں اور ہر کان سے 92-1991ء اور 93-1992ء کے دوران سالانہ کتنی پیداوار ہوئی۔

(ب) اس وقت حکومت کے زیر غور کتنی سکیمیں ایسی ہیں جن سے معدنیات کی پیداوار بڑھے گی ان سکیموں کے نام اور لاگت کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر معدنی ترقی (جناب غلام سرور خان)، جناب والا! جواب کافی لمبا ہے۔ اگر اجازت دیں تو میں پڑھ

دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر معدنی ترقی (جناب غلام سرور خان)،

(الف) اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں معدنیات کی 1847 کانیں ہیں ان میں سے 903 کانیں اعلیٰ معدنیات کی اور 944 ادنیٰ معدنیات کی ہیں۔ اعلیٰ معدنیات کی تفصیل مع اقسام معدن و پیداوار 92-1991ء و 93-1992ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) محکمہ صنعت و معدنی ترقی پنجاب کے زیر انتظام پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن کی مندرجہ ذیل تین سکیمیں حکومت کے زیر غور ہیں جن کی مطلوبہ تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام سکیم	سکیم کی حیثیت	تخمینہ (لاکھ روپے)	تعمیر پنجاب پروگرام 95-1994 میں مختص رقم (لاکھ روپے)	کیفیت
1-	ڈنڈوت کول کی توسیع	غیر منظور شدہ	110.03	10.0	زیر نظر ثانی ہے۔
2-	کیرانا ہلز (ضلع سرگودھا) میں خام لوہے کی تلاش اور جائزہ	منظور شدہ	45.00	22.50	ایضاً
3-	کھبکھب (چکوال) کے	غیر منظور شدہ	22.00	22.00	برائے منظوری محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے زیر غور ہے۔

سید عارف حسین بخاری: محترم سپیکر صاحب ہمارے پاس نشان زدہ سوالات کی کاپیاں نہیں ہیں۔ غیر نشان زدہ سوالات کی کاپی پڑی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کے پاس کاپی نہیں ہے؟

سید عارف حسین بخاری: میرے پاس بھی نہیں ہے اور میرے ساتھیوں کے پاس بھی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوالات کی کاپیاں مہیا کی جائیں۔ اور آئندہ احتیاط کی جائے کہ ہر سیٹ پر یہ کاپیاں ہونی چاہئیں۔

میاں عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر! یہ پہلے بھی اس چیز کی نشان دہی کی گئی تھی۔ کہ کچھ دوستوں کے پاس تو سوالات و جوابات ہیں۔ لیکن میری سیٹ پر یہ سوالات و جوابات نہیں رکھے گئے۔ جناب والا! ہم لوگوں نے تیاری کرنی ہوتی ہے۔ اس کے بعد prepare ہو کر سارے سوالات پوچھنے ہوتے ہیں۔ تو آپ اس چیز کا سختی سے نوٹس لیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ جمعرات کو سوالات کی کاپیاں ایڈوانس دی گئی تھیں۔ شاید آپ یہاں بھول گئے ہوں کہیں لے نہ گئے ہوں۔ آج بھی وہ کہتے ہیں کہ یہاں متداول کی گئی ہیں۔ لہذا اگر کوئی ایسی بات ہے تو اسمبلی سیکرٹریٹ آئندہ احتیاط کرے۔ تمام فاضل اراکین کو پیشگی کاپیاں مہیا کی جائیں۔ اور ان کی سیٹ پر بھی کاپیاں مہیا کی جائیں۔ یہ نشان زدہ اور غیر نشان زدہ کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ جی۔۔

جناب سلطان عظمت حیات: جناب والا! ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ضمنی سوال۔

جناب سلطان عظمت حیات: جی ہاں۔ میرے پاس تو سوالات کی کاپی ہے۔ اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ 1847 کانیں ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا۔ کہ یہ جو لکھا گیا ہے کہ 1847 کانیں ہیں۔ آیا یہ محکمہ مال نے colect کی ہیں یا معدنیات کے کسی افسر نے colect کی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی غلام سرور خان صاحب۔

وزیر معدنیات: جناب والا! یہ سوال ہی محکمہ معدنیات سے متعلقہ ہے نہ کہ محکمہ مال کے متعلقہ ہے۔ سوال بھی محکمہ معدنیات کے متعلقہ ہے اور جواب بھی محکمہ معدنیات نے ہی دیا ہے۔ اور کل تعداد جو پوچھی گئی تھی کہ محکمے کے ان دو ڈویژنوں میں کتنی کانیں ہیں۔ وہ تفصیل دے دی گئی ہے کہ کل 1847 کانیں ہیں جن میں سے ٩٠٣ کانیں اعلیٰ معدنیات کی ہیں ۔ اور ٩٤٤ کانیں ادنیٰ معدنیات کی ہیں۔

جناب سلطان عظمت حیات، جناب والا! چونکہ میرا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ تو یہ غلط فہمی جو پیدا ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ محکمہ مال کے پٹواری اور تحصیل دار اس کی گنتی کر رہے تھے علاقے سے کہ کون کون سی کانیں ہیں۔ اس میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفصیل نہیں ہے کہ اعلیٰ کون سی ہے اور ادنیٰ کون سی ہیں؟

وزیر معدنیات، جناب والا! دو قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔ ایک اعلیٰ معدنیات اور ایک ادنیٰ معدنیات۔ ادنیٰ معدنیات وہ ہیں جو زمین کے اوپر موجود ہوتی ہیں۔ جیسے کہ لائم سٹون' سینڈ گریولز' یعنی جو چیزیں آسانی سے زمین سے اٹھائی جاسکتی ہیں ان کو ادنیٰ معدنیات کہتے ہیں۔ اور جو چیزیں پہاڑوں سے کان کنی کے ذریعے حاصل کی جاتی ہیں جیسے کوئلہ اور نمک ہے۔ انہیں اعلیٰ معدنیات کہا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب عثمان ابراہیم صاحب۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب والا! وزیر موصوف نے جواب کے جزو (ب) میں تین سکیموں کا ذکر کیا ہے۔ یا تو یہ تمام کی تمام سکیمیں زیر نگرانی ہیں' زیر نظر ثانی ہیں یا زیر غور ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مالی سال ختم ہونے میں صرف چھ ماہ رہ گئے ہیں۔ کیا یہ سکیمیں زیر نظر ثانی یا زیر غور ہی رہیں گی یا ان منصوبوں پر عمل درآمد کی نوبت بھی آئے گی؟

وزیر معدنیات، جناب والا! یہ تین سکیمیں بتائی گئی ہیں۔ نمبر ا۔ ڈنڈوت کول مائنز کی توسیع۔ یہ کیس گورنمنٹ کے پاس بھجوایا گیا ہے۔ یہ پی اینڈ ڈی کے پاس پینڈ نگ ہے اور اسی مالی سال میں اس کیس کی approval ہو گی۔ جتنے بھی معاملات گورنمنٹ کے پاس پینڈ نگ ہیں یا پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے پاس پینڈ نگ ہیں ان کی approval حاصل کر کے کام شروع کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ عثمان ابراہیم صاحب اس کے بعد تابش الوری صاحب۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب والا! یہ سکیمیں جو زیر غور ہیں ۔ اور یہ جو رقم مختص کی گئی ہے اگر یہ مالی سال ختم ہو گیا تو کیا یہ رقم laps تو نہیں ہوجائے گی؟

وزیر معدنیات، جناب والا! یہ ان سکیموں کی estimated cost ہے ۔ اگر گورنمنٹ اس کی

approval دے گی تو یہ سکیمیں چلیں گی۔ اگر حکومت اس کی approval ہی نہیں دے گی تو پھر یہ رقم lapse ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری، جناب والا! کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بتائیں گے کہ ان دو سکیموں پر کیا نظر ثانی کی جا رہی ہے۔ وہ کون سے پہلو ہیں جن پر نظر ثانی کی جا رہی ہے؟

وزیر معدنیات، جناب والا! دو پوائنٹ آف ویو سے سکیموں کو دیکھا جاتا ہے۔ ایک تو اس پراجیکٹ کی جو estimated cost ہے تکنیکی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا یہ پراجیکٹ feasible ہے یا نہیں۔ جو ہمارے technical consultants ہیں پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ میں ۔ ان کی recommendation کے بعد اگر وہ سکیمیں feasible ہوئیں تو پھر اسی سال ان کو take over کیا جاسکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سید تابش الوری، یہ نمبر ۲ پر یہ جو ضلع سرگودھا کی خام لوہے کی تلاش کا جائزہ ہے ۔ یہ منظور شدہ سکیم ہے۔ یہ تمام جائزہ لینے کے بعد اس کو منظور کر لیا گیا ہے۔ اب اس پر نظر ثانی کیوں کی جارہی ہے۔ میں نے تو یہ پوچھا ہے؟

وزیر معدنیات، جناب والا! جو غیر منظور شدہ سکیمیں ہیں ۔ نظر ثانی ان پر ہو رہی ہے 'زیر غور وہ سکیمیں ہیں۔ یہ سکیم approved سکیم ہے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کام شروع کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔ انہوں نے بڑا واضح جواب دیا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! یہ انہوں نے ایضاً لکھا ہوا ہے۔ جناب والا! انہوں نے دیکھا ہی نہیں ہے اور وہ اس ایضاً کو سمجھے ہی نہیں ہیں۔ ایضاً کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی نظر ثانی کی زد میں ہے۔

جناب سپیکر، وہ mis print بھی ہوسکتا ہے۔

وزیر معدنیات، ایضاً کو جناب clarify کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ہاں clarify کر دیا گیا ہے۔ جی عثمان ابراہیم صاحب!

بیرسٹر عثمان ابراہیم، ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ حکومت اس کو منظور کرے گی تو ان پر عمل درآمد ہو گا۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ سے ان کی کیا مراد ہے۔ ہمارے نزدیک تو جو منسٹر ہوتا ہے وہ گورنمنٹ ہوتا ہے؟

وزیر معدنیات، جناب والا! ڈیپارٹمنٹ کوئی بھی سکیم study کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی feasibility بناتا ہے۔ پھر وہ feasibility فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس جاتی ہے۔ اور final approval جو ہے وہ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کرتا ہے پھر وہ سکیم take over کی جاتی ہے۔

سردار سکندر حیات، ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی سردار سکندر حیات۔

سردار سکندر حیات، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ چند ایسی کانیں یا لیزز ہیں جو بھی متعلقہ ہے اور ان کے مطابق جو پچھلے دور میں جب آکشن ہوا تھا وہ لی گئی ہیں۔ لیکن ان کے اوپر کوئی کام نہیں ہوا۔ کیا ان کو کینسل کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر معدنیات، جناب والا! جب کوئی بھی لیز گرانٹ کی جاتی ہے تو دو سال سے لے کر پانچ سال تک اس کا ٹرائل period ہوتا ہے۔ جس لیز پر کوئی کام نہ ہوسکے۔ محکمہ verification کے بعد وہ لیز کینسل کردیتا ہے۔ یہاں ضمنی سوال اس سوال سے متعلقہ نہیں ہے لیکن میں اپنے فاضل بھائی کو مطمئن کرنے کے لیے بتا رہا ہوں کہ پروسیجر یہ ہے کہ دو سال سے لے کر پانچ سال تک لیزیں ٹرائل basis پر دی جاتی ہیں۔ اگر وہ لیزیں کامیاب ہو جائیں وہ کانیں کامیاب ہوجائیں تو further ان کی extension ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔

سردار سکندر حیات خان (مشیر برائے وزیر اعلیٰ)، جناب والا! میں وزیر موصوف سے assurance لینا چاہوں گا کہ چند ایسی لیزیں دی گئیں جن کے اوپر ابھی تک کام نہیں ہوا۔ trial period کی بات وہ درست فرماتے ہیں کہ دو سے پانچ سال تک پچھلے جو انڈسٹریز اور منرلز کے ڈائرکٹر تھے۔ انھوں نے کئی سکیمیں دیں۔ اور علیحدہ علیحدہ ان لوگوں کو دیں۔ ان کے اوپر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا۔ اکستان اور پنجاب کی حکومت کو نقصان ہو رہا ہے۔ کیا وہ assurance دیتے ہیں کہ اگر prove کر

دی جائیں تو وہ کینسل کر دی جائیں گی؟

وزیر معدنی ترقی: جناب سپیکر! اگر میرے فاضل دوست ایسی ان تمام کانوں کی نشان دہی کریں کہ جو trial basis پر دیں اور قواعد و ضوابط کے مطابق ان پر کام نہیں ہوا تو ہم ان کو کینسل کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔ جی، رانا اقبال صاحب۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ آپ کی رولنگ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ کیا مشیر یا وزیر ہاؤس میں ضمنی سوال کر سکتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر تو نہیں کر سکتا، البتہ مشیر کے بارے میں ابھی میں پینڈنگ کرتا ہوں۔ بات آپ کی معقول ہے۔

خواجہ ریاض محمود: جب کہ ایک ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں!

جناب ڈپٹی سپیکر: محمد اسلم صاحب، ضمنی سوال۔

چودھری محمد اسلم: جناب والا! ۱۹۹۲ء کے سیلاب میں ضلع منڈی بہاؤالدین میں میرے حلقے کے بہت سے دیہات میں سیلاب کی وجہ سے زمینوں پر ریت کی بارہ بارہ چودہ چودہ آٹھ آٹھ فٹ تہ جم گئی۔ اس ریت کو حکومت اب نیلام کر رہی ہے۔ لیکن وہ زمیندار بےچارے جو ہیں، ان کا ذریعہ آمدنی زمین داری تھا۔ وہ ختم ہو کے رہ گیا ہے۔ کیا حکومت ان زمینداروں کو اس سلسلے میں کوئی معاوضہ دے گی؟ بلکہ میں کہوں گا کہ حکومت کو دینا چاہیے اور اگر آپ اس کو سوال کی شکل میں لیں تو کیا کوئی ایسا پروگرام ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اسی سوال میں سے ہے یا؟

وزیر معدنیات: جناب والا! اس کے متعلق نہیں ہے لیکن میں اپنے فاضل بھائی کو مطمئن کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن پرائیویٹ زمینوں پر سیلاب کی وجہ سے ریت آ گئی ہے وہ منرز رولز کے مطابق وہ ایریا پہلے notify ہو گا۔ پھر اس کی auction ہو گی۔ اور اس کے بعد جو بھی کنٹریکٹر آئے گا وہ ریت اٹھائے گا اور بلامعاوضہ ان کی زمینیں صاف ہو جائیں گی اور محکمہ اس سے منافع بھی کمائے گا

چودھری محمد اسلم، جناب والا! notify بھی ہوئے ہیں' auction بھی ہوا ہے۔ لیکن ریت تو پتا نہیں بیس سال کے بعد اٹھائی جائے گی یا پچاس سال کے بعد۔ ریت بہت زیادہ ہے۔ مثلاً ڈیم کی مٹی بہہ کر آ گئی تھی۔ لوگوں کے لیے تو صبح و شام کی روٹی کا مسئلہ ہے۔ غریب لوگ ہیں' ان کی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں۔دیہاتوں میں مونگ ہے' کڑا ہاشم شاہ ہے' گڑھی گوہر ہے' گڑھی لطف ہے' اس کے ساتھ بجرانہ کوٹ ہے' پندرہ بیس گاؤں ہیں۔ اور لوگ بالکل بےروزگار ہیں۔ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ ان کو معاوضہ بھی نہیں ملا۔ ان کے مکان گرے تھے۔ ان کا معاوضہ بھی نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو آپ تقریر کر رہے ہیں۔

چودھری محمد اسلم، نہیں جناب۔ تقریر میں نہیں کر رہا۔ میں جناب وزیر صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کر رہا ہوں کہ جو انھوں نے فرمایا کہ وہ ٹھیکیدار ریت اٹھائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں آپ کو اطلاع ہو گئی ہے۔آپ اس بارے میں ہمدردانہ غور کریں۔

چودھری محمد اسلم، میں چاہوں گا کہ وزیر صاحب اس سلسلے میں کچھ بیان فرمائیں کہ ان غریب لوگوں کے لیے حکومت کیا کر سکتی ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب عالی! ہم اسی طریقے سے ان سیلاب سے متاثرہ لوگوں کو compensate کر سکتے ہیں کہ ہم وہی ریت ان زمینداروں کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ ریت بیچ کر پیسے کمائیں —

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ کہتے ہیں کہ وہ ریت اٹھانے میں دیر نہ لگا دیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا بیان ہے؟

وزیر معدنی ترقی، اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ پہلی ترجیح لوکل کو دی جائے گی۔ اگر اپنی زمین سے وہ ریت اٹھانا چاہیں تو ریت اٹھا کے بیچ سکتے ہیں اور اپنی زمینوں کو صاف کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید تابش الوری صاحب!

چودھری محمد اسلم، وہ کوئی معمولی ریت تو نہیں ہے۔

سید تابش الوری، کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ حکومت کے زیر غور ان تین سکیموں کے ذریعے لوہے اور کوئلے کی پیداوار میں کتنا اضافہ ہو گا؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال irrelevant ہے۔ سوال میں یہ پوچھا گیا تھا کہ اس وقت حکومت کے زیر غور کتنی ایسی سکیمیں ہیں جن سے معدنیات کی پیداوار بڑھے گی۔ ان سکیموں کے نام اور لاگت کی تفصیل فراہم کی جائے کہ ٹوٹل سکیمیں کتنی ہیں' ان کے نام کیا ہیں اور ان پر لاگت کتنی آئی ہے۔ یہ تینوں چیزیں میں نے اپنے جواب میں بتا دی ہیں۔ technically وہ ہمیں کتنا profit دیں گی' کتنی وہ پیداوار دیں گی' یہ جو زمین کے اندر ہوتا ہے وقت سے پہلے' یا نکالنے سے پہلے بندہ نہیں بتا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سید تابش الوری، جناب والا! سوال یہ ہے کہ ایسی زیر غور کتنی سکیمیں ہیں جن سے معدنیات کی پیداوار بڑھے گی۔ اب تین سکیمیں انھوں نے فرمائی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ ان میں سے ایک منظور شدہ ہے اور دو غیر منظور شدہ ہیں۔ اس میں یقیناً یہ لکھا ہو گا کہ ان کے ذریعے پیداوار میں کتنا اضافہ ہو گا۔ یہ بڑا relevant question ہے۔ اگر حکومت کو یہی معلوم نہیں ہے کہ اس سکیم سے کتنی پیداوار ہو گی تو وہ اس پر رقم کیسے منظور کر سکتی ہے! یہ بڑا relevant سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ پیداوار کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ اس سے کتنی پیداوار ہو جائے گی۔ اندازاً۔

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! جو کچھ پہاڑوں میں ہے۔ جو کچھ زمینوں میں ہے ـــ

جناب ڈپٹی سپیکر، جو کچھ آسمانوں میں ہے۔

وزیر معدنی ترقی، آسمانوں تک تو ہم نہیں پہنچ سکتے۔ ہم پانیوں تک' پہاڑوں تک اور زمینوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ڈیپارٹمنٹ نے اس کے لیے ایک رپورٹ بنا کر گورنمنٹ کو بھیجی ہے۔ وہ رپورٹ کی کاپی میرے پاس نہیں ہے کہ میں اس سے بتا سکوں گا کہ کوئلے کی پروڈکشن کتنی ہو گی یا نمک کی پروڈکشن کتنی ہو گی۔ اگر وہ سکیمیں feasible ہوں گی تو approve ہوں گی۔

جناب سلطان عظمت حیات: میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ معدنیات پاکستان اور پنجاب کا بڑا اہم محکمہ ہے۔ اس کو ڈائرکٹوریٹ آف انڈسٹریز میں ایک مڈل ونگ قرار دیا گیا ہے۔ میری گزارش ہے جناب وزیر صاحب سے کہ پنجاب کے سارے زمینی علاقے میں کوئلہ اور معدنیات ہیں۔ اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ ایک باقاعدہ وزارت ہونی چاہیے جس میں ڈرلنگ کا انتظام ہو' معدنیات کو نکلوانے کے لیے حکومت کیا انتظام کرتی ہے' کر سکتی ہے۔ اس کے لیے ان کے پاس مشینری کا کیا انتظام ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک سوال میں کتنے ضمنی سوال پوچھ لیے!

جناب سلطان عظمت حیات: جناب' میرا اس علاقے سے تعلق ہے ناں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ سوال ختم ہوا۔ اب نماز مغرب کا وقفہ ہوتا ہے۔ ساڑھے پانچ بجے اگلے سوال پر ہم چلیں گے۔ آدھا گھنٹہ کے لیے وقفہ ہے۔

(اس مرحلے پر نماز مغرب کے لیے وقفہ کیا گیا)

(جناب سپیکر وقفہ نماز مغرب کے بعد ۵-۳۳ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ جناب محمد بشارت راجہ

ایک معزز ممبر: راجا بشارت کے ایماء پر سوال نمبر 1340 (معزز رکن نے جناب محمد بشارت راجا کے ایماء پر سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

معدنیات کی کانوں سے رائلٹی کی تفصیل

*1340- **جناب محمد بشارت راجہ**: کیا وزیر معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں معدنیات کی کتنی کانیں ہیں اور ان سے 1991-92ء اور 1992-93ء میں سالانہ کتنی آمدن ہوئی۔

(ب) متذکرہ معدنیات 1991-92ء اور 1992-93ء میں کس کس ٹھیکیدار کو کس کس طریقہ کار [illegible] اور ان سے کتنی آمدن ہوئی ہے۔

(ج) ان کانوں سے 1991ء سے آج تک کتنی سالانہ رائلٹی بنتی ہے اس میں کتنی حکومت کو وصول ہو چکی ہے اور کتنی بقایا ہے نیز اس کی وصولی کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

وزیر معدنی ترقی(جناب غلام سرور خان):

(الف) اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں کل 1848 کانیں ہیں۔ جن میں سے 904 کانیں اعلیٰ معدنیات کی اور 944 ادنیٰ معدنیات کی ہیں۔ مذکورہ کانوں سے 1991-92ء اور 1992-93ء کے دوران آمدنی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اعلیٰ معدنیات

سال	سرگودھا ڈویژن	راولپنڈی ڈویژن
1991-92ء	776795.00 روپے	11826542.00 روپے
1992-93ء	8646733.00 روپے	12439128.00 روپے

ادنیٰ معدنیات

سال	سرگودھا ڈویژن	راولپنڈی ڈویژن
1991-92ء	13413588.00 روپے	5833183.00 روپے
1992-93ء	17796755.00 روپے	6272570.00 روپے

(ب) اعلیٰ معدنیات کے پٹہ جات پنجاب معدنی ترقیاتی مراعاتی قوانین مجریہ 1986ء کے تحت اولیت کی بنیاد پر عطاء کیے جاتے ہیں۔ عطا کردہ کانوں / پٹہ جات کی تفصیل بمہ آمدن پرچم "الف" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ادنیٰ معدنیات کی کانیں / پٹہ جات بذریعہ نیلام عام پنجاب ادنیٰ معدنیات مراعاتی قوانین مجریہ 1990ء کے تحت عطا کیے جاتے ہیں۔

عطا کردہ کانوں / پٹہ جات کی تفصیل مع آمدن پرچم "ب" کے تحت ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) رائلٹی صرف اعلیٰ معدنیات کی مد سے ہر ششماہی کے اختتام پر وصول کی جاتی ہے۔ جبکہ ادنیٰ معدنیات میں پہلی ہر قسط پیشگی وصول کر لی جاتی ہے۔ ان کانوں سے اعلیٰ معدنیات

کی رائلٹی مبلغ 229794.00 روپے بنتی ہے اس میں سے حکومت کو مبلغ 161346.00 روپے وصول ہو چکی ہے۔ بقایا مبلغ 68448.00 روپے کی وصولی کے لیے حسب ضابطہ کارروائی کا اجراء کیا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! وزیر موصوف سے میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ جس طرح سوال نمبر 1339 کے جزو "الف" میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں معدنیات کی 1847 کانیں ہیں۔ جن میں سے 903 کانیں اعلیٰ معدنیات کی اور 944 ادنیٰ معدنیات کی ہیں۔ جبکہ اس موجودہ سوال میں 1340 کے جواب کے جزو "الف" میں دیا گیا ہے کہ اس وقت راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں کل 1848 کانیں ہیں۔ جب کہ پچھلے سوال میں 1847 ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان میں سے کس سوال کا کون سا جواب درست ہے؟

جناب سپیکر، کتنا فرق ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! صرف clarical mistake ہو سکتی ہے۔ ایک کا فرق ہے۔ 903 کو درست تصور کیا جائے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ جواب میں لکھا گیا ہے کہ اعلیٰ معدنیات کے پٹہ جات پنجاب معدنی ترقیاتی مراعاتی قوانین مجریہ 1986ء کے تحت اولیت کی بنیاد پر عطا کیے جاتے ہیں۔ جناب والا! ٹھیکوں کے بارے میں یہاں لکھا گیا ہے اولیت کی بنیاد پر ٹھیکے الاٹ کیے جاتے ہیں۔ میرا وزیر موصوف سے یہ سوال ہے کہ میری اطلاع کے مطابق کچھ ٹھیکوں کو کینسل کر دیا گیا ہے اور پیپلز پارٹی کی اعلیٰ شخصیات کو یہ ٹھیکے دے دیے گئے ہیں اور اس صورت حال پر جو ٹھیکیدار ہیں انہوں نے ہائیکورٹ میں رٹ بھی کر دی ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ وزیر صاحب اس بارے میں تھوڑی سی وضاحت کر دیں۔

جناب سپیکر، اگر رٹ کر دی ہے تو کیا یہ معاملہ subjudice نہیں ہو جاتا؟

[illegible] وضاحت دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کا کیا جواب ہے؟ فرمائیے!

وزیر معدنی ترقی: جناب سپیکر! میرا جواب بڑا واضح ہے اعلیٰ معدنیات کے پٹہ جات پنجاب معدنی ترقیاتی قوانین مجریہ 1986ء کے تحت اولیت کی بنیاد پر عطا کیے جاتے ہیں۔ اس کے لیے ایک مائنز کمیٹی رول کے مطابق تشکیل دی جاتی ہے۔ اس مائنز کمیٹی کی کمپوزیشن میں ڈائریکٹر منرل اینڈ انڈسٹریز اس کا چیئرمین ہوتا ہے' ایڈیشنل ڈائریکٹر منرلز اس کا سیکریٹری ہوتا ہے' ایک فنانس ڈیپارٹمنٹ کا نامزد ممبر ہوتا ہے' ایک فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کا نامزد ممبر ہوتا ہے اور ایک چیف انسپکٹر آف مائنز ہوتا ہے۔ اور یہ مائنز first come first served کی بنیاد پر گرانٹ کی جاتی ہیں۔ میں اپنے فاضل دوست کو یہ بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے نہ تو آج تک سیاسی بنیادوں پر کسی کی مائن منسوخ کی ہے اور نہ ہی آج تک کسی کو کوئی ایسی مائن الاٹ کی گئی ہے۔ نہ ہی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے۔ اگر کسی specific واقعے کی یہ نشان دہی کرتے ہیں تو ہم رولز کے مطابق اس پر ایکشن لینے کے لیے تیار رہیں لیکن میں ساتھ ہی ساتھ اپنے فاضل بھائی کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ ہی کے دور میں اس وقت کے مسلم لیگ کے وزیر اعلیٰ نے رولز کی relaxation کر کے ' پروسیجر کی relaxation کر کے ' اپنے منظور نظر لوگوں کو ' مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو مائنز الاٹ کی ہیں جبکہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے ' ہمارے اتحاد کی حکومت نے آج تک اس طرح ایک مائن بھی کسی کو الاٹ نہیں کی۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب سپیکر! وزیر صاحب جو کہ ہمارے بھائی ہیں نے فرمایا ہے کہ سیاسی بنیاد پر اس قسم کا عمل ہم نے نہیں کیا۔ تو میں ان کے گوش گزار کروں گا کہ میرا اپنا ایریا کوئلے کا ہے۔ میرے پاس کوئلے کی مائن تھی اس پر میں نے پانچ چھ سال کام کیا۔ ایک درخواست جو کہ پانچ سال پہلے میرے ساتھ دی گئی تھی......

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ کا یہ سوال تو نہیں بن رہا یہ تو کوئی ذاتی سا مسئلہ لگتا ہے۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب والا! وزیر صاحب نے ابھی خود فرمایا ہے کہ اگر کوئی سیاسی بنیاد پر عمل ہوا ہو تو اس کی نشان دہی کریں ہم اس پر رولز کے مطابق ایکشن لیں گے۔ تو اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ جناب پانچ سال ہوئے ایک درخواست کو ختم ہوئے حالانکہ اس کی اپیل کے لیے

ٹائم پیریڈ ایک مہینے کا ہوتا ہے یعنی ایک مہینے کے اندر اپیل کی جاتی ہے۔ اس پر پچیس تیس لاکھ روپے میں نے خرچ کیے۔ تو پانچ سال بعد اسی سابقہ درخواست کو جو کہ کسی قانون کے تحت اب نہیں آسکتی revise کر کے یہ ایریا اس آدمی کو الاٹ کر دیا گیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون سے قانون کے تحت کیا گیا؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر ! اگر کوئی ایسا specific معاملہ ہے تو اس کی نشان دہی کریں۔ لیکن اگر انہی کے دور میں کوئی ایسی irregularity ہوئی ہے تو اس کی ذمہ دار ہماری حکومت نہیں ہے۔ اگر ہمارے دور میں کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو میرے فاضل بھائی اس کی نشان دہی کریں۔ ہم قواعد و ضوابط کے مطابق انشاء اللہ ایکشن لیں گے۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب ! ایسا کریں کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو آپ وزیر صاحب سے مل کر جتا دیں۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا ! چونکہ بات ہاؤس میں ہو رہی ہے لہٰذا میں اس کا جواب بھی ہاؤس میں ہی دینا چاہوں گا کہ یہ واقعہ انہی کے دور میں ہوا ہے' میرے ساتھ ہوا ہے' سیاسی بنیاد پر ہوا ہے اور احمد مختار کے کہنے پر ہوا ہے۔ اس کے کوائف میں وزیر صاحب کو دے دوں گا۔

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر ! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سوال ہی غیر متعلق ہے۔ جہاں تک ان کی دوسری بات کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں' میں ایک ذمہ دار شخص ہونے کی حیثیت سے ان سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی irregularity ہوئی ہے تو اس کی یہ نشان دہی کر کے دیکھیں' اپنے اندر یہ حوصلہ پیدا کریں' یہ جرأت پیدا' مجھے بتائیں میں انشاء اللہ اس پر ایکشن لوں گا۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا ! میں نے تو نشاندہی ہاؤس میں کی ہے ' آپ کے سامنے کی ہے اور اس کی اپیل بھی چل رہی ہے ۔ اور میں آپ تک بھی پہنچاؤں گا ۔

وزیر معدنی ترقی، جناب میں پھر وعدہ کرتا ہوں کہ یہ اس کی نشان دہی کریں میں ایکشن لوں گا۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر ! جواب کے جز "ج" میں یہ لکھا گیا ہے کہ "ان کانوں سے اعلیٰ معدنیات کی رائلٹی مبلغ 229794.00 روپے بنتی ہے اس میں سے حکومت کو مبلغ 161346.00

[illegible]

کیا جا چکا ہے۔ " جناب والا ! یہ کارروائی سے متعلق ذرا بتایا جائے کہ ابھی تک کیا اس میں پیش رفت کی گئی ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر ! جیسا کہ جواب کے جز "ج " میں بتایا گیا ہے کہ رائلٹی صرف اعلٰی معدنیات کی مد سے ہر ششماہی کے اختتام پر وصول کی جاتی ہے۔ جبکہ ادنٰی معدنیات میں پہلی ہر قسط پیشگی وصول کر لی جاتی ہے۔ جناب سپیکر ! ہمارے پروسیجر میں یہ بات واضح ہے کہ جو کوئی بھی defaulter ہوتا ہے' جو کوئی بروقت قسط ادا نہیں کرتا اس کی lease منسوخ کر دی جاتی ہے۔ ہم نے اپنے قواعد و ضوابط کے مطابق اس پر ایکشن لیا ہے اور جو لوگ defaulter ہیں ان کی leases منسوخ کر دی گئی ہیں ۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر ! وزیر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی irregularity ہوتی ہے تو یہ lease منسوخ فرما دیتے ہیں۔ اس بات کی تو میں نے اپنے سوال میں پہلے ہی نشان دہی کر دی ہے کہ بے شمار leases منسوخ کر دی گئی ہیں ۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ جو یہ بقایا جات ہیں جس کے فگرز بھی جواب میں لکھے گئے ہیں اور جواب میں لکھا گیا ہے کہ جس کی وصولی کے لیے حسب ضابطہ کارروائی کا اجراء کیا جا چکا ہے تو اس پیسے کی وصولی کے لیے انہوں نے کیا پیش رفت کی ہے ؟ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں ۔

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر ! میں واضح طور پر بتا چکا ہوں کہ اگر کوئی بھی lease owner ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا defaulter ہوتا ہے تو سب سے پہلا ایکشن یہ ہوتا ہے کہ اس کی lease منسوخ کی جاتی ہے اور پھر recovery through administration کر لی جاتی ہے ۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر ! عمران مسعود صاحب نے جو ضمنی سوال کیا ہے وہ صرف balance amount جو recover کرنا ہے اس کی progress کے بارے میں ہے۔ وزیر صاحب بتا رہے ہیں کہ lease منسوخ کر دی جاتی ہے یا یہ کر دیا جاتا ہے۔ recovery جو ہے اس کے لیے انہوں کیا طریق کار اپنایا ہے اس specific amount کے متعلق بتائیں کہ یہ جو 68448.00 روپے کی specific amount ہے اس کے متعلق انہوں نے کیا کارروائی کی ہے؟ ہم پروسیجر کے پیچھے نہیں جا رہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جو balance ہے اس کی revcovery کے لیے انہوں نے کیا کیا ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! واضح طور پر میں اپنے دوستوں کو بتا چکا ہوں کہ سب سے پہلا step یہ ہے کہ جو defaulter ہوتا ہے اس کی lease منسوخ کی جاتی ہے اور پھر Land Revenue Act کے تحت recovery through distt: administration کی جاتی ہے ۔ یہ معاملہ ہم نے administration کو refer کر دیا ہے اور قواعد وضوابط کے مطابق ڈسٹرکٹ کلکٹر کے ذریعے یہ جو بھی معاوضہ ہے' جو بھی بندے کا بقایا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم Land Revenue Act کے مطابق recover کریں گے۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ جو defaulter ہیں کیا یہ ان کے نام بتائیں گے؟

جناب سپیکر، میاں صاحب اس کے لیے آپ الگ سوال دیں۔ یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ الگ سوال بنتا ہے لہذا اس کے لیے آپ الگ سوال لائیے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں اس سوال کو زیادہ آسان کر دیتا ہوں کہ جو بقایا جات بنتے تھے اس میں سے کتنے وصول ہو چکے ہیں؟

جناب سپیکر، یہ تو انہوں نے بتا دیا ہے کہ اتنے وصول ہو چکے ہیں اور اتنے بقایا ہیں ۔

میاں عمران مسعود، جناب وصول نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ اس پر کارروائی کی جا رہی ہے۔

وزیر معدنی ترقی، اگر میرے فاضل دوست یہ پڑھنے کی تکلیف گوارا کر لیں تو جواب میں یہ بات شامل ہے کہ " اس میں سے حکومت کو مبلغ 161346.00 روپے وصول ہو چکی ہے۔ بقایا مبلغ 68448.00 روپے ہیں۔ " یہ جواب میں سب کچھ موجود ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب میں بھی بقایا ہی کی بات کر رہا ہوں کہ جو رہ گئے ہیں وہ کتنے ہیں۔ اس کے طریق کار کا ہمیں علم ہے۔ یہ کورٹ کے ذریعے یا مجسٹریٹ کے ذریعے اس کو retrieve کریں گے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کتنا پیسا retrieve ہو چکا ہے؟

میاں فضل حق، جناب والا! میرا یہ خیال ہے کہ اس بارے میں وزیر صاحب کو clear ہو چکا ہے کہ ہم کیا پوچھ رہے ہیں۔ اگر اس سوال کو pending کر کے اس کی تفصیل لے لی جائے بجائے اس

سکے کہ اس کے لیے fresh question آئے جو تقریباً چھ مہینے بعد آئے گا۔ میری درخواست یہ ہے کہ یہ سوال بڑا اہم ہے اور اس بارے میں وزیر صاحب بالکل واضح جواب نہیں دے رہے۔ کہ اس amount کی recovery کے لیے کون لوگ ہیں ؟ اور کیا ضابطے کے مطابق کارروائی کی گئی ہے؟ ہمیں اس کے سسٹم سے concern نہیں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں میاں صاحب میں اس کی اجازت نہیں دے رہا۔ یہ الگ سوال ہے۔ آپ اس کے لیے الگ سوال لائیے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر ! اسی سوال کے جز "ب" کے جواب میں لکھا ہے کہ اعلیٰ معدنیات کے پٹہ جات پنجاب معدنی ترقیاتی مراعاتی قوانین مجریہ 1986ء کے تحت اولیت کی بنیاد پر عطاء کیے جاتے ہیں۔ اور نیچے لکھا ہے کہ ادنیٰ معدنیات کی کانیں / پٹہ جات بذریعہ نیلام عام۔۔۔۔تو میں جناب سپیکر! یہ سوال پوچھنا چاہوں گا کہ جو اعلیٰ معدنیات ہیں اولیت کی بنیاد پر تو ہیرا پھیری ہو سکتی ہے، گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ معدنیات کی بنیاد انہوں نے اولیت کی بنیاد پر رکھی۔ یعنی first come first served اور جو ادنیٰ معدنیات ہیں ان کو انہوں نے بذریعہ نیلام عام رکھا ہے۔ نیلام عام میں misappropriation کے چانسز کم ہیں تو کیا یہ بتائیں گے کہ اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر معدنی ترقی، جناب والا! یہ بات Mineral Concession Rules میں رکھی گئی ہے۔ اور یہ 1962 کے رولز ہیں۔ اور ان رولز میں اعلیٰ معدنیات مائننگ کمیٹی کے ذریعے گرانٹ کیے جاتے ہیں اور جو ادنیٰ معدنیات ہیں وہ block notify کرنے کے بعد open auction میں دیے جاتے ہیں اور وہ open auction ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کا nominee اور لوکل گورنمنٹ کا nominee اور ڈیپارٹمنٹ کا nominee کرتے ہیں۔ اور وہ open auction میں الاٹ کیے جاتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر، جناب کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ جناب ایس اے حمید نے پوچھا تھا کہ یہ فرق کیوں ہے طریق کار نہیں پوچھا تھا جو وزیر صاحب نے یہاں پر بیان کیا ہے۔ وہ تو طریق کار بتا رہے ہیں لیکن انھوں نے پوچھا ہے کہ یہ فرق کیوں ہے؟

جناب سپیکر: جی منسٹر صاحب!

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ 1962ء کے Mineral Concession Rules میں یہ طریق کار طے کیا گیا ہے۔ اگر ہمارے فاضل دوست سمجھتے ہیں تو ہم اس پر غور کرنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ کہ آیا دونوں کا طریق کار ایک ہو سکتا ہے اور جو مناسب ہو گا ہم دہی کریں گے۔

جناب سپیکر: پرانے قوانین ایسے چلے آتے ہیں اگر آپ اس میں ترمیم چاہتے ہیں تو اس کے لیے move ہو سکتا ہے۔

جناب ایس اے حمید: اعلیٰ معدنیات قیمتی ہیں ان کا آکشن ہونا چاہیے۔ first come first serve کی بنیاد پر یہ تو کسی کو بھی دے سکتے ہیں۔ تو میں وزیر موصوف کی یقین دہانی کے بعد یہ تصور کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں کچھ نہ کچھ پیش رفت کریں گے۔

جناب سپیکر: غور کریں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اسی سوال کا جو پہلا جز ہے سوال نمبر 1339 میں انھوں نے لکھا ہے کہ راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن میں جو کانوں کی تعداد ہے---

جناب سپیکر: یہ ہو چکا ہے۔

جناب ایس اے حمید: شکریہ جی۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری شوکت داود صاحب کا ہے

جناب امتیاز احمد: سوال نمبر 1346 (معزز رکن نے چودھری شوکت داؤد کے کے ایماء پر سوال دریافت کیا)۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ معدنیات کے رقبہ کی بولی

*1346- **چودھری شوکت داؤد**: کیا وزیر معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) تحصیل صادق آباد میں جو رقبہ محکمہ معدنیات کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اس کی کتنے روپے میں بولی ہوئی ہے۔ رقم کی وضاحت فرمائی جائے۔ نیز ریت اور مٹی وغیرہ کا شیڈول کیا ہے۔

(ب) کیا پرائیویٹ رقبہ جو محکمہ کے دائرہ اختیار میں نہ ہے اس پر بھی ٹھیکیدار ٹیکس وصول کر سکتا ہے۔

وزیر معدنی ترقی(جناب غلام سرور خان):

(الف) تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں عام ریت کے رقبہ جات پٹے پر بذریعہ نیلام عام عرصہ دو سال کے لیے دیے جاتے ہیں ان پٹہ جات کی سابقہ نیلامی کی تفصیل بمعہ زر نیلام وغیرہ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام رقبہ	زر نیلام بوقت نیلامی	تاریخ منعقدہ بولی	زر نیلام بوقت گفت و شنید
1-	چک 7 سونے والی	1102000/- روپے	24-08-93	1150000/- روپے
2-	چک 28 احمد ماتز	301000/- روپے	24-08-93	334000/- روپے
3-	میرل واسہ	150000/- روپے	24-08-93	165000/- روپے
4-	صادق آباد جبہ سینڈ زون	83000/- روپے	24-08-93	90000/- روپے
5-	بستی حاجی عبدالرحمان	25000/- روپے	28-06-93	....
6-	بہادر پور زون	1300000/- روپے	27-11-93	بولی پر فیصلہ عدالت سے حکم امتناعی کی وجہ سے التواء میں پڑا ہے۔

قوانین کے مطابق مٹی معدنیات میں شامل نہ ہے۔ اسی وجہ سے محکمہ معدنیات مٹی کے پٹہ جات نیلام نہ کرتا ہے۔ البتہ مٹی اور ریت کا آمیزہ جس کو قوانین میں بھسر کا نام دیا گیا ہے معدنیات میں شامل ہے۔ اس کے پٹہ جات عطا ہوتے ہیں۔ عام ریت جو کہ معدنیات میں شامل ہے اس کا کوئی شیڈول / ریٹ مقرر نہ ہے۔ سینڈ بورڈ کے فیصلہ کے مطابق پٹہ دار سپلائی اور ڈیمانڈ کی پوزیشن کے مطابق خود ریٹ مقرر کرتا ہے۔

(ب) بحوالہ صدارتی حکم نامہ نمبر 8 آف 1961ء پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1967ء کی شق نمبر 49 کے تحت عام معدنیات (بشمول عام ریت / بھسر) چاہے پرائیویٹ رقبہ میں ہو یا حکومتی

رقبہ میں حکومت کی ملکیت ہوتی ہے دونوں صورتوں میں وہ محکمہ معدنیات کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے۔ اگر پرائیویٹ رقبہ میں محکمہ کی طرف سے کوئی پٹہ الاٹ شدہ ہے تو وہاں سے متعلقہ ٹھیکے دار عام ریت کی نکاسی کروا کر رائلٹی وصول کر سکتا ہے۔

جناب سلطان عظمت حیات: جناب والا! میرا سوال تھا کہ ----

جناب سپیکر، اب سوال نکل گیا ہے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سلطان عظمت حیات، جناب والا! اس وقت آپ تشریف نہیں رکھتے تھے جب میں نے سوال کیا تھا تو اذان کا وقت ہو گیا تھا تو اس سلسلے میں ----

جناب سپیکر، نہیں آپ سوال کر رہے ہیں یا آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب سلطان عظمت حیات، میرا سوال یہ تھا کہ ----

جناب سپیکر، نہیں اب سوال کا وقت تو گزر گیا ہے

جناب سلطان عظمت حیات، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب سلطان عظمت حیات، جناب والا! کیا وزیر صاحب یہ وضاحت فرمائیں گے کہ پاکستان میں یا پنجاب میں معدنیات ایک بہت ہی اہم جز ہے۔ انھوں نے اس کو صرف ایک ونگ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اس کی ڈویلپمنٹ کے لیے اسے ایک علیحدہ شعبہ دینے کے لیے یا اس کو ایک علیحدہ وزارت دینے کے لیے حکومت کیا کر رہی ہے اور معدنیات کے لیز ہولڈرز کے لیے کس قسم کی مشینری یا کوئی سہولت دینے کو تیار ہے یا نہیں؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! یہ کس سوال کے متعلقہ ضمنی سوال ہے؟

جناب سپیکر، یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔

وزیر معدنی ترقی: جہاں تک میرے بھائی کی اس بات کا تعلق ہے Mineral کو اہمیت دی جانے۔ اس سے بڑھ کر Mineral Development کو اور کیا اہمیت دی جا سکتی ہے کہ پہلے ایک ڈیپارٹمنٹ تھا Minerals and Industries اب اسے تقسیم کر کے دو ڈیپارٹمنٹ بنا دیے گئے ہیں اور

اب دو وزارتیں ہیں دو وزیر ہیں تو انشاء اللہ ہم خصوصی توجہ دیں گے۔

جناب سلطان عظمت حیات ، جناب والا! وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس کو اتنی اہمیت دے دی ہے کہ ایک محکمے کی دو وزارتیں بنا دی ہیں یعنی دو وزارتوں کے تحت ایک محکمہ ہو گا۔ میرا سوال یہ ہے Mineral Development کی ایک ہی وزارت بنا دیں اور دونوں ونگز کو اکٹھا کر دیں۔۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب سلطان عظمت حیات، اگر اتنی اہمیت ہے کہ ایک لیبر کو دے دیا ہے ایک انڈسٹری کو دے دیا ہے اور تیسرا independent بنا دیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان تینوں کو اکٹھا کر کے ایک وزارت بنائی جائے۔ یہ بڑا اہم جز ہے اور پنجاب میں معدنیات کا بڑا کردار ہے۔

جناب سپیکر، آپ اس کی باقاعدہ تحریک لائیے اس پر بل لائیے اس پر بحث ہو سکتی ہے یہ لمبا مسئلہ ہے ۔ آپ تشریف رکھیں ۔

جناب امتیاز احمد ، جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جز الف میں جواب دیا ہوا ہے کہ بوقت نیلامی اتنا اور آگے لکھا ہوا ہے بوقت گفت و شنید اتنا ۔اس کا کیا مطلب ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب سپیکر! بوقت نیلامی جو رقم یہاں درج کی گئی ہے بعد میں negotiation میںیہ رقم بڑھائی گئی ہے نہ کہ کم کی گئی ہے ۔ ڈیپارٹمنٹ نے negotiations میں یہ رقم بڑھا کر یہ لیز آکشن کی ہے۔

جناب امتیاز احمد، تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ مک مکا ہے۔

جناب سپیکر، دوبارہ کہیے پتا نہیں چلا کہ آپ نے کیا فرمایا۔

جناب امتیاز احمد، اس کا مطلب یہ ہوا جی کہ یہ مک مکا ہے۔

وزیر معدنی ترقی، مک مکا کا دور ختم ہو چکا ہے۔ ہم نے یہ نیلامی رولز کے مطابق کی ہے۔

جناب سپیکر، بہت اچھے۔ جی میاں فضل حق صاحب فرمائیے۔

میاں فضل حق: جناب والا! جس وقت یہ نیلامی ہوتی ہے تو اس وقت یہ کہتے ہیں کہ negotiation کی ضرورت پڑتی ہے تو increase کیا جاتا ہے تو میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر جتنے کیسز بھی ہوئے ہیں سب کے اندر negotiation کی گئی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے آیا جو requirement تھی اس سے کم پیسے آئے ہیں یا کیا وجہ ہے۔ آپ جتنے بھی دیکھیں تقریباً سبھی میں negotiations کی گئی ہیں۔

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! جب موقع پر نیلامی ہوتی ہے جو آخری bid ہوتی ہے اسے finalize کرنے سے پہلے کوئی پارٹی اگر اس رقم سے اضافی رقم لگاکر offer دے دیتی ہے جسے ڈیپارٹمنٹ یہ سمجھتا ہے کہ ہماری آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تو جو پارٹی offer لگاتی ہے اسے وہ لیز دے دی جاتی ہے۔ یہاں گفت و شنید کے بعد اضافہ کیا گیا ہے کم قیمت پر کوئی لیز نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر: کیا یہ پریکٹس پہلے سے چلی آ رہی ہے؟

وزیر معدنی ترقی: یہ پریکٹس پہلے سے چلی بھی آ رہی ہے اور رولز میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔

جناب سپیکر: رولز میں گنجائش موجود ہے۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بولی کے بعد بذریعہ گفت و شنید یہ زیادہ قیمت پر دی گئی ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ پریکٹس چلی آ رہی ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ بولی کے وقت یہ پارٹیاں کیوں نہیں آئیں۔ اور انھوں نے پہلے ہی بولی کیوں نہیں بڑھائی۔ ظاہر ہے کہ ان کی کسی اور پارٹی سے بات چلی ہو گی یا کہ اسی پارٹی نے بولی بڑھائی جس نے ٹینڈر دیا تھا۔ یا کسی اور پارٹی نے لی ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! اگر میرے فاضل دوست یہ سوال کریں کہ کم قیمت پر کیوں دیا گیا ہے۔ اگر ہم نے کوئی بولی نیلامی کے وقت سے کم پر دی ہو تو پھر ہاؤس میں اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بولی نیلامی کے وقت سے اضافی قیمت پر دی جائے اس میں تو محکمے کو کریڈٹ ملنا چاہیئے۔ اس میں تو ہمیں کریڈٹ ملنا چاہیے کہ ہم نے نیلامی کے وقت سے اضافی قیمت پر الاٹ کی

جناب باد شاہ میر خان آفریدی: جناب والا! اب پھر میں اپنا سوال دہراتا ہوں۔ میرا پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس پارٹی نے پہلی پانچ بولیاں دی ہیں میں آخری دو بولیوں کی بات نہیں کر رہا وہ علیحدہ سوال آئے گا۔ جن پارٹیوں نے پہلی پانچ بولیاں 24-8-1993 کو ٹینڈر دیے تھے یا بولی میں لیے تھے اس کے بعد جب گفت و شنید ہوئی تو کیا انہی پارٹیوں نے لی ہیں یا کسی اور پارٹی نے لی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے۔

جناب سپیکر: سوال واضح ہے۔

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! میرے فاضل دوست ویسے ہی سوال کو اتنا complicated کر رہے ہیں۔ جناب والا بڑا واضح جواب ہے کہ نیلامی کے وقت جو بولی آئی تھی اس سے اضافی رقم پر negotiation میں آ کر ہم نے وہ الاٹ منٹ کی ہے۔

جناب سپیکر: جناب محترم وزیر صاحب آپ کا جواب واضح ہے لیکن ان کا سوال بھی بڑا واضح ہے کہ جس آدمی نے سب سے زیادہ بولی دی کیا اس سے negotiation ہوئی اسی نے اپنی بولی میں مزید اضافہ کیا یا اس کی بجائے اس مرتبہ کسی اور آدمی کو دس بیس یا سو دو سو یا ہزار دو ہزار روپے بڑھا کر آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہ یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں؟

وزیر معدنی ترقی: جناب سپیکر! جس کی بولی ہوئی ہو وہ بھی یہ حق رکھتا ہے وہ بھی negotiation میں آ کر اضافی رقم دینے کا حق رکھتا ہے۔ اور out sider بھی آ کر اس بولی سے زیادہ offer لگا کر وہ بھی لینے کا حق رکھتا ہے۔

جناب سپیکر: یہ جو گفت و شنید ہوتی ہے اس میں سب پارٹیاں لائی جاتی ہیں؟

وزیر معدنی ترقی: اس گفت و شنید میں جو پارٹیز حصہ لیتی ہیں ان سب کو بلا کر جس کی highest bid ہوتی ہے اسے نیلامی دی جاتی ہے۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی: جناب والا! وزیر موصوف پھر بھی میرا سوال نہیں سمجھ سکے۔ پریکٹس یہ ہوتی ہے کہ جس وقت بولی ہوتی ہے چند پارٹیاں مل کے pool کر لیتی ہیں اور pool کرنے کے بعد وہ ایک مخصوص حد تک جاتے ہیں۔ جب محکمے کو شک پڑ جاتا ہے کہ یہ pool ہو چکا ہے تو پھر محکمہ دوبارہ ان کو threat کرتا ہے کہ ہم آپ کی بولی قبول نہیں کریں گے۔ اس کے

بعد وہ آتے ہیں گفت و شنید ہوتی ہے دس بیس ہزار کی اونچ نیچ کر کے ان کو دے دیا جاتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جس پارٹی نے پہلی bid دی اور اس کی bid منظور ہوئی اس کا ٹینڈر منظور ہوا کیا یہ تمام ٹھیکے انہی پارٹیوں کو دیے گئے جنھوں نے پہلے highest ٹینڈر دیے تھے یا کسی اور پارٹی کو دیے گئے میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں؛ بڑا واضح سوال ہے۔

وزیر معدنی ترقی(جناب غلام سرور خان)،جناب سپیکر! جواب واضح طور پر آچکا ہے میں کئی بار اس کی وضاحت بھی پیش کر چکا ہوں کہ اگر negotiation میں نیلامی کے وقت سے کم رقم پر اگر ہم آکشن کریں تو پھر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اگر نیلامی کے موقع پر پول ہوا ہو تو اس سے بچنے کے لیے negotiation میں آکر ہم اضافی قیمت پر الاٹمنٹ کر دیتے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ جاننا چاہوں گا کہ انھوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ جو لوگ ٹنڈر میں حصہ لیتے ہیں ان سے بھی negotiation ہو سکتی ہے اور باہر سے بھی لوگوں کو بلایا جا سکتا ہے۔ جناب والا! یہ بڑی غور طلب بات ہے کہ اس سلسلے میں قانون کیا کہتا ہے؛ طریق کار کیا ہے ۔ جن لوگوں نے ٹنڈر کے کاغذات خریدے ہوتے ہیں وہ اس نیلامی میں اپنی بولی دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد ٹنڈر ایک کمیٹی کے سامنے کھلتا ہے اور اس کے بعد جس کی سب سے زیادہ بولی ہوتی ہے اس کو ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور وزیر صاحب نے کہا ہے کہ اس کے باوجود negotiation کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور انھوں نے یہ کہا کہ ہم باہر کے آدمی بھی بلا سکتے ہیں۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں قانون کیا کہتا ہے Minister should be very specific on the law کہ کس قانون کے تحت باہر سے آدمی شامل ہو سکتا ہے جس نے ٹنڈر کے وقت شمولیت نہ کی ہو وہ بھی زیادہ بولی دے کر ٹنڈر لے سکتا ہے۔

وزیر معدنی ترقی، جناب والا! جب کوئی بھی چیز آکشن کے لیے رکھی جاتی ہے تو پہلے ٹھیکیداروں کی رجسٹریشن ہوتی ہے اور جو رجسٹرڈ ٹھیکیدار ہوتے ہیں وہ اس بولی میں حصہ لیتے ہیں اور کوئی بھی رجسٹرڈ ٹھیکیدار ، بولی جہاں پر ختم ہوئی ہو اس سے اوپر آفر بھی لگا سکتا ہے' وہ یہ کہہ سکتا ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر کوئی بولی دس لاکھ میں طے ہوئی ہو اور وہ کہے کہ میں گیارہ لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہوں اس کے بعد محکمہ اس کا پابند ہوتا ہے کہ اگر اوپن آکشن میں اگر ہمیں پہلے دس

لاکھ ملتا ہے اور اب اگر ایک لاکھ روپے ہمیں اضافی ملتا ہے تو ہم ڈیپارٹمنٹ کی بہتری کے لیے اس ٹھیکیدار کو وہ الاٹمنٹ کیوں نہ کریں؟ تو جناب سپیکر! اسی بنیاد پر کہ جو بھی آکشن ہوئی ہیں ڈیپارٹمنٹ کی بہتری کے لیے ہوئی ہیں ' ڈیپارٹمنٹ کے فنڈز میں اضافے کے لیے ہوئی ہیں۔ ہم نے وہ آفرز قبول کی ہیں اور ان کو وہ الاٹمنٹ کی ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں بڑا واضح سا سوال کر رہا ہوں ' میں صرف ایک چیز پوچھ رہا ہوں کہ انہوں نے جو پہلی پانچ بولیاں یہاں پر لکھی ہیں وہ بولیاں جن پارٹیوں نے دی تھیں دوبارہ ٹھیکہ ان میں سے کسی نے لیا ہے یا کسی اور نے لیا ہے میں تو صرف یہ پوچھ رہا ہوں میرا سیدھا سا سوال ہے۔

جناب سپیکر، یہ تفصیل بھی ایک نئے سوال کی متقاضی ہے کہ کس کو بولی دی گئی اس کا نام بتایا جائے۔ کیا آپ کے پاس تفصیل موجود ہے؟

وزیر معدنی ترقی، جناب والا! سوال میں تفصیل پوچھی ہی نہیں گئی اور یہ اس پر نیا سوال لا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے نیا سوال لائیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں ایوان کے سامنے یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جتنے ٹھیکے گفت وشنید کے ذریعے بعد میں طے ہوئے وہ بڑی معمولی رقم کے ہیں۔ مثلاً ۱ لاکھ ۵۰ ہزار روپے' ۲ لاکھ ۲۴ ہزار روپے جو آخری ٹھیکے ہیں بڑے vital ہیں یہ ۳ کروڑ روپے کا ٹھیکہ ہے اور جس پارٹی نے یہ ٹھیکہ لیا ہے وہ عدالت عظمیٰ میں چلی گئی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے محترم بھائی اس بات کو محسوس نہ کریں محکمہ جان بوجھ کر facts چھپا رہا ہے اور اس نے الجھانے کی خاطر اور لوگوں کو دکھانے کی خاطر پہلے پانچ محکموں سے گفت وشنید کا چکر چلایا اور جو آخری vital ٹھیکہ ہے اس میں ۳ کروڑ روپے کی رقم involve ہے اور وہ ٹھیکہ عدالت سے stay لے کر وہی فرم چلا رہی ہے......

وزیر معدنی ترقی، جناب والا! یہ ۳ کروڑ نہیں ہے بلکہ ۳۲ لاکھ ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، ٹھیک ہے یہ سب سے بڑی بولی ۳۲ لاکھ کی ہے ......

جناب سپیکر، معاملہ جب عدالت میں چلا گیا تو یہ sub-judice ہے اس کا فیصلہ اب عدالت ہی ، ہونا

ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پارٹی جو عدالت میں گئی ہے کیا وہی پارٹی ہے جس نے ٹھیکہ لیا ہے یا کوئی اور پارٹی عدالت میں گئی ہے؟

وزیر معدنی ترقی: جناب سپیکر! یہ ٹھیکہ ۲۰ لاکھ روپے میں ہوا ہے اور کوئی دوسری پارٹی کورٹ میں گئی ہے ' کورٹ نے stay orderجاری کیا محکمے کی کوششوں سے stay vacate ہوگیا ہے اور اب ۲۱ لاکھ میں اسی پارٹی کو ٹھیکہ مل چکا ہے اور وہ اس پر کام کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: یہ latest پوزیشن ہے؟

وزیر معدنی ترقی: جی ہاں۔

جناب سپیکر: آگے چلیے۔ اگلا سوال راجہ جاوید اخلاص۔

راجا سلطان عظمت حیات: جناب والا! اسی سوال پر میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں بات کرنا چاہتا تھا مگر بات لمبی ہو گئی جس طرح جناب وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ اس کی پہلے بولی ہوئی اور بعد میں ہم نے اس پر گفت و شنید کی۔ کیا اس سے یہ تاثر تو نہی پیدا ہوتا کہ بولی میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ بعد میں بات گفت وشنید تک جاتی ہے۔ جب آپ اوپن ٹنڈر دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو بولی ہو گی۔ ایک بات اس معاملے میں بڑی واضح ہے کہ اس میں پول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص جگہ ہوتی ہے اور ایک ہی پارٹی کام کرتی ہے۔ عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ بعد میں محکمہ اپنی مرضی کرے گا اس لیے بولی دینے کا فائدہ نہیں ہے ....

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! آپ نے تو نیا سوال کال کر لیا تھا......

جناب سپیکر: وہ بار بار کچھ وضاحت چاہتے تھے۔ راجہ صاحب آپ ان سے ایک ملاقات کیوں نہیں کرتے؟

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! میں تو ہر وقت ان سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں جہاں یہ چاہیں جب یہ چاہیں میں ملاقات کرنے کے لیے تیار ہوں اور میں انہیں اچھی طرح سے مطمئن کروں گا۔

جناب سپیکر: راجا صاحب! آپ مل لیجیے وضاحتیں لے لیں اور جو چیز آپ چاہ رہے ہیں وہ دراصل نئی

قانون سازی ہے جو قوانین چل رہے ہیں جو رسم ورواج چل رہے ہیں ان کے بارے میں کچھ فیصلے اسی طرح سے ہو رہے ہیں اگر آپ اس میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں تو نئی قانون سازی کرنے کے لیے پرائیویٹ بل لائیے کہ اس میں یہ ترمیم ہونی چاہیے۔ ریزولیشن لے آئیے۔

راجا سلطان عظمت حیات: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: راجہ جاوید اخلاص۔

راجا جاوید اخلاص: سوال نمبر 1369۔

اکوا کلچر پروجیکٹ میں خالی اسامیوں کی تعداد

*1369۔ **راجا جاوید اخلاص:** کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
اکوا کلچر پروجیکٹ کس سال شروع ہوا اور اس وقت اس میں کل کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں اور کتنی اسامیاں کب سے خالی پڑی ہیں؟

وزیر ماہی پروری (جناب غلام سرور خان):

(1) سیکنڈ ایکوا کلچر پروجیکٹ دوران سال 90-1989ء شروع ہوا۔

(2) اس وقت پروجیکٹ ہذا میں کل 202 اسامیاں ہیں۔ جن میں گیارہ اسامیاں سروس رولز کی عدم نوٹیفکیشن کی وجہ سے خالی پڑی ہیں اور یہ اسامیاں 92-1991ء سے خالی آ رہی ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال' راجا جاوید اخلاص۔

راجا جاوید اخلاص: سوال نمبر 1370۔

صوبے میں پانی۔ ڈیمز۔ جھیل وغیرہ کی نیلامی

*1370۔ **راجا جاوید اخلاص:** کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
1990ء سے 1993ء تک صوبے میں کتنے پانی۔ ڈیمز۔ پانڈز۔ جھیل اور ڈھنڈ کس طریقہ کار کے تحت اور کتنی رقم میں نیلام ہوئے۔ الگ الگ تفصیل بیان کی جائے۔ حکومت کو ان سے کتنی آمدن ہوئی اور کتنا خرچ برداشت کرنا پڑا؟

وزیر ماہی پروری (جناب غلام سرور خان):

محکمہ ماہی پروری پنجاب صوبہ پنجاب کے سرکاری پانیوں دریا' نہریں' ڈھنڈیں' جھیل اور دیگر آب پائے کا نیلام عام فشریز آرڈیننس 1961ء فشریز قوانین 1965ء کے تحت ہر سال کرتا ہے جس کی آمدن خزانہ سرکار میں جمع ہوتی ہے۔ نیلام عام کی وسیع تشہیر ہوتی ہے۔ اخبارات' ریڈیو میں نیلام عام کے نوٹس کی تشہیر کرائی جاتی ہے اور مقامی مچھلی کی تھوک' پرچون مارکیٹوں میں نوٹس چسپاں کیے جاتے ہیں۔ تاکہ متعلقہ ٹھیکے دار و آڑھتی و دیگر افراد جو مچھلی کی تجارت سے وابستہ ہیں۔ نیلام عام میں بھرپور حصہ لے سکیں پروگرامکے تحت نیلام عام ضلعی' ڈویژن' ہیڈ کوارٹر میں کروایا جاتا ہے۔ جس میں بولی دھندکانپانی کی بولی لگاتے ہیں۔ جن سرکاری پانیوں کی بولی تسلی بخش ہوتی ہے ان کی منظوریفشریز قوانین مجوزہ شرائط نیلامی کے تحت دی جاتی ہے۔ 1990ء سے 1993ء تک سرکاری پانیوں کی آمدن کی تفصیل ذیل ہے۔

سال	منظور شدہ پانیوں کی تعداد	آمدن
1990-91ء	287	19032625 روپے
1991-92ء	300	19446890 روپے
1992-93ء	307	28247063 روپے

محکمہ ماہی پروری کے ضلعی و ڈویژنل آفیسر دیگر عملہ متنوع فرائض بشمول سرکاری پانیوں کی نگہداشت' ترقیاتی وغیرہ ترقیاتی منصوبہ جات پر عمل در آمد' توسیع خدمات اور ریسرچ و تربیت کے متعلق فرائض ادا کرتے ہیں ان فرائض کے ساتھ سرکاری پانیوں کے نیلام عام کے فرائض بھی ادا کرتے ہیں۔ لہذا سرکاری پانیوں کے نیلام پر علیحدہ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔

جناب سپیکر: جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔

ایجنسیوں کی الاٹمنٹ

*1380۔ **جناب بادشاہ میر خان آفریدی:** کیا وزیر معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
حکومت نے 1990ء سے آج تک نمک کی ریزنگ کنٹریکٹ پر کتنی ایجنسیاں الاٹ کیں۔

ہر ایجنسی ہولڈر کا نام' پتہ اور رقم بھی بتائی جائے؛

وزیر معدنی ترقی (جناب غلام سرور خان):

پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن جو کہ ایک نیم خود مختار ادارہ ہے۔ نمک کی لیز ڈی آئی ایم ڈی سے لے کر از خود نمک کی کان کنی بذریعہ ریزنگ کنٹریکٹ کرتا ہے اور ریزنگ کنٹریکٹر اپنی لیبر کے ذریعہ کان سے نمک کی صرف نکاسی کرتا ہے جس کا معاوضہ ہر سال کے ٹنڈر کے مطابق ادا کیا جاتا ہے اور اس طرح حاصل کردہ نمک کی فروخت پنجمن از خود یا بذریعہ سالٹ ایجنٹ/ ڈیلرکرتا ہے۔ 1990ء سے اب تک 3 سالٹ ایجنسیاں الاٹ کی گئیں جن میں سے اب صرف ایک ایجنسی باقی ہے۔ سالٹ ڈیلرز / ایجنٹ کا نام' پتہ اور سیکورٹی کی رقم منسلک فہرست میں دی گئی ہے۔

فہرست ایجنسی ہولڈر 1990ء سے آج تک

نمبر شمار	نام بمعہ پتہ	تاریخ تقرری	سیکورٹی کی رقم	موجودہ کیفیت
1۔	زاہد اخلاق ولد محمد اخلاق 678۔ این سمن آباد لاہور	25-9-90	20000 روپے	منسوخ
2۔	مسز زاہدہ پروین ہیڈ مرالہ روڈ ماچھی کھوکھر	2-6-94	20000 روپے	جاری
3۔	ملک امان اللہ خان اینڈ سنز ریلوے روڈ سمبڑیال ضلع سیالکوٹ	8-8-94	20000 روپے	منسوخی کے لیے درخواست دی گئی ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ آج بھی میں نے آپ کے آفس میں رابطہ کیا اور یہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں سوال میں نے نہیں کیے۔ یہ سوال میرے نام سے کوئی داخل کروا گیا ہے اور میں پہلے ہی ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ جب یہ سوال ایوان میں آئیں گے تو میں ضمنی سوال کیا کروں گا کیونکہ مجھے تو ان سوالوں کا ہی نہیں پتا اور نہ ہی میں نے بھیجے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں ٹھیک ہے بہت مہربانی۔

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! انہوں نے کہا تقاضا ......

نے یہ سوال ان کے نام پر دے دیا ہو گا۔۔۔

جناب سپیکر: کدھر گئے راجا عظمت حیات ان کی شرارت تو نہیں ہے کہیں؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! یہ بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ میں جرأت والا ہوں اور اگر میں نے یہ سوال بھیجا ہوتا تو میں اس پر ضرور ضمنی سوال کرتا لیکن میں نے یہ سوال نہیں بھیجے۔

جناب سپیکر: راجا عظمت سلطان صاحب آپ اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں کر رہے؟ اگلا سوال بھی جناب بادشاہ میر خان آفریدی کا ہے نمبر ۱۳۸۱ اور وہ اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں کرنا چاہتے۔

نمک کی ایجنسیوں کی الاٹمنٹ

*1381۔ **جناب بادشاہ میر خان آفریدی**: کیا وزیر معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
حکومت نے سال 1990ء سے آج تک جن کن فرموں / افراد کو آیوڈین ملے نمک کی ایجنسیاں الاٹ کیں اور اس الاٹمنٹ کا طریقہ کار کیا تھا اور ایسی ایجنسی دینے کے بعد حکومت کو سال وار کتنی آمدن ہوئی؟

وزیر معدنی ترقی (جناب غلام سرور خان):

پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن جو کہ ایک نیم خود مختار ادارہ ہے ڈی آئی ایم ڈی (ڈائریکٹوریٹ آف انڈسٹری اینڈ منرل ڈویلپمنٹ) سے لیز لے کر نمک نکالتا ہے اور از خود فروخت کرتا ہے۔ پنجمن رواں مالی سال یعنی 95-1994ء میں 200 تا 250 ٹن نمک کو آیوڈائزڈ کرنے کے بعد پہلی مرتبہ تجرباتی طور پر مارکیٹ میں فروخت کے لیے لائے گی۔ پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن (پنجمن) آیوڈائزڈ سالٹ کی ایجنسی الاٹ نہیں کرتی بلکہ اس کی تقسیم کاری (ڈسٹری بیوشن) کے لیے واحد نمائندہ (SOLE DISTRIBUTOR) کا تقرر بذریعہ ٹنڈر مقرر کر چکی ہے۔ جو طے شدہ قیمت فروخت پر آیوڈائزڈ نمک مختلف سٹوروں کو برائے فروخت مہیا کرے گا۔

وزیر معدنی ترقی: جناب والا! میں تو جواب پڑھنے کے لیے تیار ہوں ۔۔۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں اس پر ضمنی سوال اس لیے نہیں کرتا کہ مجھے اس ۔۔۔ سوال بھیجا ہے۔ البتہ میرے سر تھوپ

دیے گئے ہیں، لہٰذا میں ان سے یہ ضمنی سوال کرتا ہوں کہ یہ سوال کس نے بھیجے ہیں (قہقہے)۔
وزیر معدنی ترقی، جناب والا! یہ سوال آپ کے ہی کسی بھائی نے بھیجے ہیں جو صاحب خود بات نہ کر سکتا ہو اس نے بھیجے ہیں۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

اکوا کلچر پروجیکٹ میں گاڑیوں کی تفصیلات

*641۔ راجا جاوید اخلاص، کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اکوا کلچر پروجیکٹ میں اس وقت کل کتنی گاڑیاں ہیں۔ یہ کس ماڈل کی ہیں اور کس کس افسر کے زیر استعمال ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے اس محکمے کی کچھ گاڑیاں اس وقت غیر متعلقہ اور غیر مجاز افراد کے زیر استعمال ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان گاڑیوں کو کس اتھارٹی کے حکم سے غیر متعلقہ افراد کو دیا گیا ہے اور ان میں سے ہر گاڑی پر اب تک کتنا پٹرول / مرمت کا خرچہ آیا۔ نیز یہ گاڑیاں غیر متعلقہ افراد کو جن افسران کے حکم سے دی گئی ہیں۔ حکومت ان کے خلاف کیا کارروائی کر رہی ہے اگر کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر ماہی پروری (جناب غلام سرور خان)،

(الف) I۔ کل گاڑیاں — 35 عدد

II۔ ماڈل 1992ء اور 1993ء

III۔ زیر استعمال

1۔ پروجیکٹ ڈائرکٹر / ڈائرکٹر جنرل	1 عدد
2۔ ڈائرکٹر / پروجیکٹ مینجر ایکوا کلچر پروجیکٹ	1 عدد
3۔ ڈائرکٹر فیشریز (توسیع) پنجاب	1 عدد
4۔ ڈائرکٹر فشریز (ریسرچ اینڈ ٹریننگ)	1 عدد
5۔ ڈپٹی ڈائرکٹر فشریز (ہیچری) فیصل آباد	1 عدد
6۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر فشریز (پبلسٹی)	2 عدد

اسسٹنٹ ڈائر کٹر فشریز (نشر و اشاعت)

7۔ ڈپٹی ڈائر کٹر فشریز جملہ ڈویژن / اسسٹنٹ ڈائر کٹرز (توسیع) ڈویژنل	22 عدد
8۔ اسسٹنٹ ڈائر کٹر فیشریز (ٹریننگ) بہاول پور / راولپنڈی	2 عدد
9۔ اسسٹنٹ ڈائر کٹر فشریز (مری)	1 عدد
10۔ جناب منسٹر صاحب محکمہ فشریز	1 عدد
11۔ ایڈیشنل سیکرٹری محکمہ فشریز وائلڈ لائف	1 عدد
12۔ آنریری گیم وارڈن	1 عدد

(ب) آنریری گیم وارڈن کو گاڑی جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم سے دی گئی ہے گاڑی مذکورہ کا تیل / مرمت کا خرچہ محکمہ وائلڈ لائف برداشت کرتا ہے۔

ایکوا کلچر پروجیکٹ میں پی ایچ ڈی افراد کی تفصیلات

*642۔ راجا جاوید اخلاص، کیا وزیر ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) محکمہ ماہی پروری نے ایکوا کلچر پروجیکٹ کس سال کتنے سرمایہ سے شروع کیا تھا اور اس میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا کتنا قرضہ ہے اور یہ قرضہ کس شرح سود پر حاصل کیا گیا ہے اس پروجیکٹ کے مقاصد اور تفصیلات بیان کی جائیں۔

(ب) ایکوا کلچر پروجیکٹ میں کتنے افراد کو پی ایچ ڈی کرنے کے لیے بیرون ملک بھیجا گیا ان افراد کے نام، تعلیمی قابلیت اور انہیں کس کس کی سفارش پر بھیجا گیا۔ ہر امیدوار کو پی ایچ ڈی کرانے پر حکومت نے کتنا خرچہ برداشت کیا۔

(ج) بیرون ملک سے پی ایچ ڈی کر کے آنے والے کتنے افراد اس وقت محکمہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور کتنے ابھی تک بے کار بیٹھے ہیں۔ ایسے افراد کے نام کیا ہیں اور ان کی کہاں تعیناتی کی گئی ہے؟

وزیر ماہی پروری (جناب غلام سرور خان)،

(الف) ایکوا کلچر پروجیکٹ دوران سال 90-1989ء چودہ کروڑ تہتر لاکھ پچاس ہزار روپے

(147350000) کی لاگت سے شروع کیا گیا جس میں ایشائی ترقیاتی بنک نے مبلغ 110512000 روپے (6315000 امریکی ڈالر) قرض دیا ہے جس پر شرح سود ایک فیصد ہے۔
اس پروجیکٹ کے اغراض و مقاصد لف ہذا ہیں۔

(ب) ایکوا کلچر پروجیکٹ کے تحت مندرجہ ذیل دو افراد کو پی ایچ ڈی کرنے کے لیے بیرون ملک بھیجا گیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام آفیسر مع عہدہ	تعلیمی قابلیت	کس کی اجازت سے بھیجا گیا	اب تک کا کل خرچہ
-1	مسٹر محمد نعیم خان	ایم ایس سی ڈی ڈی ایف (زوالوجی)	حکومت پنجاب حکومت پاکستان	44870-00 امریکی ڈالر
-2	مسٹر ظفر اقبال	ایضاً	ایضاً	61127-45 امریکی ڈالر

دونوں آفیسران کا پی ایچ ڈی کا خرچہ ایشیائی بنک برداشت کر رہا ہے۔

(ج) ایکوا کلچر پروجیکٹ کا کوئی پی ایچ ڈی کے لیے زیر تربیت آفیسر تاحال تعلیم مکمل کر کے واپس نہیں آیا۔

ایکوا کلچر پروجیکٹ کے اغراض و مقاصد

(الف) قلیل مدت مقاصد

-1 ماہی پروری میں جدید فنی تکنیک کو متعارف کراتے ہوئے پنجاب کے آبی وسائل سے مچھلی کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کرنا۔

-2 موجودہ فش ہیچریز / نرسریز کی بچہ مچھلی پیدا کرنے کی صلاحیت اور گنجائش کو بہتر بنانا اور مزید 250 ایکڑ رقبہ پر 15 ملین اور بچہ پیدا کرنے کے لیے نرسری تالاب بنانا۔

-3 نجی شعبہ کو فش فرائی (چھوٹا بچہ مچھلی) کو Fingerling تک پالنے کے لیے اہلیت پیدا کرنے میں اعانت کرنا۔

-4 دو علاقائی ٹریننگ سب سنٹرز کا قیام تاکہ مقامی آبادی سے فش فارم بنانے والے جدید ماہی پروری کے علوم سے فیض یاب ہو سکیں۔

-5 صوبے کے مختلف اضلاع میں نجی مچھلی فارموں کو ماڈل فارم کی سہولتیں فراہم کرنا تاکہ فارمرز فش فارمنگ کی طرف راغب ہوں۔

6- ماہی پروری کے جدید علوم سے دیہی آبادی کے معاشرتی و معاشی حالات کو بہتری کی طرف گامزن کرنا۔

7- ماہی پروری سے مربوط دوسرے منصوبوں کو متعارف کرانا۔ جیسے مویشی پالنا' مرغ بانی وغیرہ۔

8- مچھلی پالنے کے لیے اور اس میں فی ایکڑ زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے بہتر خوراک استعمال کرنے کے رجحان کو فروغ دینا۔

9- جدید علوم کی روشنی میں بہتر منصوبہ سازی اور انتظامی امور کو بروئے کار لاتے ہوئے قدرتی وسائل سے بھرپور استفادہ کرنا۔

10- ماہی پروری سے متعلق تحقیقی شعبے کو جدید خطوط پر استوار کرنا۔

11- اہل ٹیکنیکل عملہ کو ترقی یافتہ ممالک سے اعلیٰ تعلیم و تربیت دلانا تاکہ جدید علوم سے مزین عملہ تیار ہو سکے جو مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو۔

(ب) طویل مدت مقاصد

اس منصوبے کا مطمح نظر ماہی پروری کو اس انداز سے فروغ دینا کہ یہ شعبہ جدید امور سے لیس ایک فعال ادارے کے طور پر ابھرے اور جو سرکاری اور نجی شعبہ میں موجود وسائل سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مچھلی کی پیداوار میں اضافے کا موجب ہو۔ اس سے دیہی علاقے میں نہ صرف باعزت روزگار کے مواقع فراہم ہوں گے بلکہ لحمیات (protein) سے بھرپور خوراک کی مزید دستیابی ممکن ہو جائے گی۔ اس منصوبے کے عمل پیرا ہونے سے صوبے کے آبی وسائل سے مچھلی کی موجودہ پیداوار میں قریباً 9000 میٹرک ٹن سالانہ اضافہ ہو گا۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ سیکرٹری اسمبلی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب سید سجاد حیدر کرمانی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"Kindly grant me leave for 8th Dec., 1994 as I have to go for medical Check up

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب سید محمد عبداللہ شاہ بخاری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں بوجہ بیماری مورخہ 7 اور 8۔ دسمبر 1994ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب سردار محمد عبداللہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں بوجہ علالت 20 تا 23 نومبر 1994ء اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا ان ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں عبدالحمید، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر، جناب والا! پچھلے دنوں چودھری محمد اقبال صاحب کے بہنوئی کا انتقال ہو گیا ہے۔ گزارش ہے کہ دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر، دعائے خیر کی جائے۔

(دعائے خیر کی گئی)

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! آپ کی مسکراہٹ سے مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میرا کام بن گیا ہے۔

جناب سپیکر، مسکراہٹیں ظالم لوگوں نے ایجاد کی ہوئی ہیں ۔ ان کے پیچھے پتہ نہیں کیا کیا چھپا ہوا ہے۔ مسکراہٹوں پر کبھی مت جانا۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! مجھے یہ خدشہ ہے ۔ اور میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور آپ کے پاس بھی حاضر ہوا ہوں کہ میں نے گوادر کی بندرگاہ کے بارے میں ایک قرارداد ۲۹ نومبر کو جمع کروائی تھی۔ چونکہ یہ سیشن ختم ہو رہا ہے۔ اور پرائیویٹ ممبر ڈے نہیں آئے گا۔ میری یہ درخواست ہے کہ وہ بہت ہی مفاد عامہ کا مسئلہ ہے ' قومی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ اس لیے جناب والا رول ۲۰۲ معطل کرکے اس کو out of turn پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، یہ ایسا ایمرجنسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔ میں نے اس کو ایڈمٹ کیا تھا اگلی مرتبہ آجائے گا۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! اب پتا نہیں اجلاس اس کے بعد کب ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی قومی اہمیت کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، اہمیت اپنی جگہ ہے۔ اس لیے اس کو ایڈمٹ کیا ہے۔ لیکن out of turn نہیں لیا جا سکتا۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! اجلاس ختم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر، نہیں اس کو out ot turn نہیں لیا جاسکتا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاقات کو لیتے ہیں۔ جناب شاہد ریاض ستی صاحب کی تحریک استحقاق

ہے۔ جی فرمائیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب والا! میں نے اسی اجلاس میں ایک تحریک استحقاق پیش کی تھی۔ جس پر آپ نے کہا تھا کہ آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ وزیر قانون صاحب نے تسلی دلائی ہے اگر وہ نہیں کریں گے تو آپ اس کو دوبارہ لے آئیں میں اس کو منظور کروں گا۔ چنانچہ آج تک میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا گیا۔ میں نے وزیر قانون صاحب کو بھی جا کر کہا۔ انہوں نے کہا کہ ایس پی صاحب آپ کو بلوائیں گے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اب اپنے وعدے کے مطابق میری اس تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کریں اور میرے ساتھ انصاف کریں۔

جناب سپیکر: نہیں وہ اس وقت تو dispose of ہو گئی تھی وہ pending نہیں رہی۔ اس کو دوبارہ لانا پڑے گا۔

ملک محمد عباس کھوکھر: میں اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ آج اجلاس ختم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: اس وقت تو اس کو دوبارہ نہیں لیا جاسکتا۔ وہ ایجنڈے پر نہیں ہے۔

ملک محمد عباس کھوکھر: پھر جناب ہم جائیں تو جائیں کہاں۔

جناب سپیکر: آپ وہ دوبارہ پیش کردیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر: میں نے جناب وہ دوبارہ تو پیش کی ہے۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آج آخری دن ہے۔

جناب سپیکر: لیکن اب اس وقت تو میں اس کو نہیں لے سکتا۔ وہ دفتر میں آئے گی درج ہو گی، پھر میرے پاس آئے گی۔

ملک محمد عباس کھوکھر: آج کے بعد تو اجلاس ہی ختم ہو جائے گا۔ پھر وزیر قانون صاحب سے ذرا پوچھ لیں انہوں نے مجھ سے کیا وعدہ کیا تھا۔ پھر ہمیں یہ بتادیں کہ ہم جائیں کہاں۔ ہمارے ساتھ اتنی بڑی زیادتی ہوئی۔ اس دن آپ نے کہا تھا۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! اس وقت تحریک استحقاق کا معاملہ تو نہیں ہے۔ ذاتی ایشو کے حوالے سے۔

معاملہ ہے۔ اور میں نے ان سے جو بات کی تھی۔ اس میں ان کے بھائی یا عزیز جو بھی اس کیس میں ملوث ہیں ان کو انصاف دلانے کے لیے۔ میں ابھی اس بات پر بھی قائم ہوں۔ اور متعلقہ حکام سے رابطہ کرنے کے بارے میں اور انہیں انصاف دلانے کے بارے میں انہیں ہدایات دینے کے لیے جو میں نے بات کی تھی ۔ اس سلسلے میں میں نے انہیں ہدایات پاس کر دی ہیں۔ میں کل ہی ہدایات پاس کرسکا ہوں۔ جمعرات کو اجلاس میں ہم یہاں دیر تک اسمبلی میں رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

MR. SPEAKER: I call the House to order

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ جمعرات کو اسمبلی کی کارروائی میں شام تک میں یہاں مصروف رہا ہوں۔ میرا اس روز رابطہ نہیں ہوسکا تھا۔ جمعہ کو بھی میں رابطہ نہیں کرسکا۔ کل ۔۔۔۔۴ بجے انتظامیہ سے میرا رابطہ ہوا ہے۔ میں نے انہیں کہا ہے کہ وہ ان کو بلا کے مطمئن کریں۔ اور مجھے بھی کارروائی کے بارے میں اطلاع دیں۔ جناب والا ذاتی طور پر ، حکومتی سطح پر جہاں تک بھی ہوسکا میں انہیں انصاف دلانے کے لیے یقین دلاتا ہوں۔" یقین دہانی "۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ موقع دیجیے۔ کل ہی ان کی بات ہوئی ہے۔

ملک محمد عباس کھوکھر: میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بڑی ہی زیادتیاں ہوتی ہیں۔ ہم تو ہاؤس میں لاتے ہی نہیں ہیں۔ ہمیں خود شرم آتی ہے۔ میں نے اس معاملے میں گزارش یہ کی تھی کہ اس نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ میرے خاندان کو اور میری شہرت کو نقصان پہنچانے کے لیے اس ڈی ایس پی نے بہت زیادہ زیادتی کی ہے۔ اگر آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیتے ہیں تو وہاں اس کو دیکھ لیں گے۔ اگر وہاں مجھے انصاف مل گیا تو میں واپس لے لوں گا۔ میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ آج اجلاس ختم ہوجائے گا۔ پھر ان کی technicality آ جائے گی کہ جناب اب تو یہ بنتی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی تحریک اس وقت ایجنڈے پر نہیں ہے۔ اسے اس وقت ہاؤس کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔

ملک محمد عباس کھوکھر: آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اسی اجلاس میں ٹیک اپ کر لوں گا۔

، مسلک ہ ز ۔۔۔ کہا تھا کہ وہ انصاف کروائیں گے۔

ملک محمد عباس کھو کھر: اب پھر ہمیں بتائیں کہ ہم کہاں انصاف مانگنے جائیں۔

جناب سپیکر: آپ میرے پاس آئیے۔

ملک محمد عباس کھو کھر: میں آجاؤں گا تو پھر بھی کہیں گے کہ یہ technically بنتی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ میرے چیمبر میں آئیے۔۔۔ جناب شاہد ریاض ستی صاحب۔۔۔

بادشاہ میر خان آفریدی: جناب ایک گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں نے ایک تحریک استحقاق آپ کے پاس جمع کروائی تھی۔ آپ نے اس کو چیمبر میں kill کردیا۔ صرف اس میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور صرف دو باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ آج جب میں ایرپورٹ سے آرہا تھا۔ وہاں پر سرور خان صاحب میرے ساتھ تھے۔ وہاں پر ایک ہی لاؤنج میں پیپلز پارٹی کے کوئی سات آٹھ سو کارکن جمع تھے۔ جنہوں نے مجھے باہر نکلنے کا راستہ نہیں دیا۔ جب میں نے اے ایس ایف والوں سے کہا کہ مجھے باہر نکلنے کا راستہ دلوائیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا تعلق کون سی جماعت سے ہے۔ میں نے کہا کہ میرا تعلق مسلم لیگ (ن) گروپ سے ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ فوراً یہاں سے کسی متبادل راستے سے نکل جائیں۔ ہم آپ کی زندگی کی گارنٹی نہیں دے سکتے۔ یہ میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: دیکھیے آپ بحث نہیں کر سکتے۔

بادشاہ میر خان آفریدی: نہیں بحث نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: نہیں میری بات سنیے۔

بادشاہ میر خان آفریدی: میں تو آپ کے نوٹس میں لا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ میرے نوٹس میں ہے۔ میں نے دیکھا ہے آپ نے کسی پر الزام نہیں لگایا۔ specific نہیں ہے۔ crowd کے خلاف کس کے خلاف ایکشن ہو سکتا ہے۔

بادشاہ میر خان آفریدی: جن اتھارٹیز نے crowd کو وہاں allow کیا۔

جناب سپیکر: نہیں آپ نے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

بادشاہ میر خان آفریدی، سر وی آئی پی لاؤنج صرف وی آئی پی کے لیے ہے۔ اور وہاں پر سات آٹھ سو آدمی وی آئی پی نہیں تھا۔ اب جس اتھارٹی نے ان کو وہاں پر allow کیا۔ میری ان کے خلاف تحریک استحقاق تھی۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں کہ آپ اس اسمبلی ہال کے اندر دو ہزار آدمی لے آئیں اور پھر کہیں کہ کس کے خلاف تحریک استحقاق move کریں۔

جناب سپیکر، نہیں it is not specific. آپ تشریف رکھیں۔ شاہد ریاض ستی صاحب۔۔۔

نشان زدہ سوال نمبر 1386 کا غلط جواب

جناب شاہد ریاض ستی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے:

> کہ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۹۴ء کو وزیر جیل خانہ جات پنجاب کی طرف سے وزیر قانون نے محکمہ داخلہ اور جیل خانہ جات سے متعلق سوالات کے جواب ایوان میں پیش کیے۔ فہرست نشان زدہ سوالات کے صفحہ ۲۶ پر میرا بھی ایک نشان زدہ سوال نمبر ۱۳۸۶ درج تھا۔ جس کے جزو (ب) کے ذریعے میں نے دریافت کیا تھا کہ "اڈیالہ جیل راولپنڈی میں سیاسی قیدیوں کی تعداد کتنی ہے اور انہیں کس قسم کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں"۔ اس سوال کا جو جواب دیا گیا اس کے مطابق جہاں قیدیوں کی تعداد بتائی گئی وہاں یہ بھی بتایا گیا کہ اڈیالہ جیل میں نظر بند ایم این اے اور ایم پی اے حضرات کو ٹیلی ویژن، فرنیچر، چارپائیاں، بستر اور اخبارات کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں یہ سب کچھ ہماری طرف اشارہ تھا۔
>
> وزیر موصوف کا یہ جواب غلط بیانی پر مبنی ہے کیونکہ میں اور بادشاہ میرخان آفریدی ایم پی اے اسی دوران اڈیالہ جیل میں نظر بند تھے مگر ہمیں ان تمام سہولتوں سے نہ صرف محروم رکھا گیا بلکہ ہم پر ہر قسم کی سہولت بند کردی گئی اور ہمارے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا رہا۔ وزیر موصوف کی طرف سے غلط جواب دینے پر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا

اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے---

جناب سپیکر: آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے ہیں؟

جناب شاہد ریاض ستی: شارٹ سٹیٹمنٹ مسٹر سپیکر سر۔ انسانی حقوق کی علم بردار حکومت نے اور جمہوری روایات کی نام نہاد پاس داری کرنے والی حکومت نے جو سلوک اپنی اپوزیشن کے کار کنوں کے ساتھ روا رکھا اس کی مثال شاید ہی کسی جمہوری دور یا جمہوری ملک میں ملتی ہو۔ جناب عالی! نہ صرف انھوں نے ہمارے کارکنوں کو جیل میں رکھا بلکہ جس طریقے سے انھوں نے کارکنوں کو گرفتار کیا اور جس طرح سے ان کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا اس کی کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔ لیکن جیل کے اندر جو سلوک انھوں نے کیا اور جس طرح اسمبلی کےممبران کے ساتھ اور جس طرح ہمارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہم آفریدی صاحب اور میں اس چیز کے گواہ ہیں' یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم جیل میں رہے ہیں۔ ہمیں نارکاٹک سیل میں رکھا گیا۔ اور اس سیل کی جو حالت زار تھی وہ بیان کے قابل نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ حکومت نے ہمیں صرف ایک چارپائی دی۔ اس چارپائی کی آپ حالت دیکھتے کہ وہ ہمارے استعمال کے قابل تھی یا نہیں تھی۔اس کے ساتھ یہ جو ٹی وی اور باقی معاملات کے بارے میں جو وزیر موصوف نے جواب دیا ہے' نہ ہمارے پاس وہاں پر کوئی ٹی وی تھا اور نہ کوئی اور سہولت وہاں پر میسر تھی۔ آفریدی صاحب نے ریڈیو منگوایا۔ جب ہمارا سیل بند ہو جاتا تو میں ان سے خبروں کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ہمارے گیٹ پر بھی انھوں نے چادریں لگوا دیں۔ ہمیں اندر تمام سہولیات سے محروم رکھا۔ یہاں تک کہ ہمارا پانی بھی محدود عرصے کے لیے کھولا اور بند کیا جاتا تھا۔ جناب عالی! ان حالات میں آپ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ میرے بیان کے بعد آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر انصاف کریں گے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! فاضل اراکین اسمبلی کے نظربند کیے جانے اور اڈیالہ جیل میں رکھے جانے پر مجھے افسوس ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اراکین اسمبلی کو ایوان کے اندر اپنا پارلیمانی کردار ادا کرنا چاہیے۔ یقیناً جیلوں میں اراکین اسمبلی کو بھیجنا کوئی مناسب فیصلہ نہیں ہے اور یہ حکومت نے ناخوش گوار فریضہ مجبوراً انجام دیا۔ اور اس پر میں نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک

تحریک استحقاق کے نفس مضمون کا تعلق ہے فاضل رکن اسمبلی نے سہولتیں فراہم کرنے کے بارے میں مطالبہ نہیں کیا کہ ہمیں سہولتیں فراہم نہیں کی گئیں۔ جس کا انھوں نے ابھی انصاف مانگنے کے لیے ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس میں انھوں نے کہا ہے کہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اس حوالے سے میں نے غلط بیانی سے کام لے کر ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ جناب سپیکر! اس حوالے سے ایک تحریک استحقاق کہ کیا غلط بیانی ہوتی ہے وہ پہلے دن ایوان کے اندر آئی تھی جس پر میں نے تفصیلاً جواب دیا تھا۔ آج پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ اس طرح جو سٹیٹمنٹ نیک نیتی سے ایوان کے اندر دی جاتی ہے وہ منسٹر کی طرف سے دی گئی انفرمیشن کے مطابق ہوتی ہے۔ ایسے بیان پر تحریک استحقاق آ سکتی ہے یا اسے دیکھا جا سکتا ہے جو deliberately کوئی جھوٹ بولا جائے۔ نہ میں نے کوئی deliberately جھوٹ بولا' نہ غلط بیانی کی اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ جناب سپیکر! جہاں تک اس کے واقعات کا تعلق ہے تو اس کی فاضل رکن اسمبلی نے چونکہ وضاحت چاہی ہے تو میں تھوڑی سی وضاحت کر دیتا ہوں۔ جناب سپیکر! انھیں چارپائی فراہم کی گئی۔ چارپائی موجود تھی۔ ہم نے بھی جواب میں یہی کہا ہے کہ چارپائی موجود تھی۔ اس کی کوالٹی کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کیا تھی۔ جہاں تک سیل کی حالت کا تعلق ہے' حکومت نے اپنے وسائل کے مطابق جیلیں بنائیں اور ان کے سیلز کو maintain کرنے کی حکومت کوشش کرتی ہے۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ کسی سیل کی حالت کتنی معیاری ہے یا غیر معیاری ہے۔ اس لیے سیل کے معیار کے حوالے سے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اور وہاں پر مختلف اراکین اسمبلی واقعی مختلف سیلز میں رکھے گئے۔ ان میں شیخ رشید ایم این اے صاحب' ریاض ستی صاحب اور بادشاہ میر خان آفریدی صاحب بھی ان دنوں وہاں مہمان تھے۔ یہ علیحدہ علیحدہ سیلز میں تھے۔ اور ان تینوں کو جیل کی طرف سے ایک ٹی وی مہیا کیا گیا تھا جو یہ مل کر دیکھتے تھے۔ اور جب الگ سیل میں یہ چلے جاتے تھے یقیناً اس وقت تینوں کے پاس ٹی وی کی سہولت میسر نہیں ہوتی تھی۔ اور شیخ رشید صاحب اور بادشاہ میر آفریدی صاحب کو ریڈیو رکھنے کی اجازت بھی دی گئی تھی۔ چودھری تنویر صاحب ایم پی اے' اعجاز الحق صاحب ایم این اے اور راجہ بشارت صاحب ایم پی اے اور ظفر علی شاہ صاحب ایم پی اے کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا اور انھیں ٹی وی مہیا کیا گیا تھا۔ جیل کی طرف سے انھیں دو اخبارات "جنگ" [illegible] صاحب اپنے طور پر مزید

اخبارات بھی منگوا لیا کرتے تھے جو یہ اپنے طور پر منگواتے تھے اور وہ یہ آپس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ اس لیے جناب سپیکر! کھانے پینے کا یہاں سوال میں ذکر نہیں ہے۔ البتہ دو مشقتی قیدی انھیں کام کرنے کے لیے فراہم کیے گئے تھے۔ اور ایک ایک کرسی بھی انھیں فراہم کی گئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: اتنی زیادہ سہولتیں آپ گنوا رہے ہیں کہ بہت سے لوگوں کا دل چاہ رہا ہوگا کہ وہ بھی جیل میں چلے جائیں۔(قہقہے)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ایک منٹ۔ یہ ختم ہو جائے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون: میں ختم کرنے لگا ہوں۔ جناب سپیکر! میں عرض کرنا یہ چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ کہیں ان کی شان میں پھر بھی کوئی کمی رہ گئی ہو۔ تو میں نہیں چاہتا کہ فاضل رکن اسمبلی کو دوبارہ جیل میں جانا پڑے۔ لیکن جہاں کہیں اگر کوئی تلافی کی نوبت آئے گی' جناب سپیکر! حاضر ہوں۔ اور حکومت بھی حاضر ہے۔ البتہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ میں فاضل رکن اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ جتنی سہولتیں میسر تھیں ان میں آئندہ ۔۔(قہقہے)۔۔(مداخلت) ایم پی ایز کے لیے نہیں جناب سپیکر! اے کلاس' بی کلاس اور سی کلاس کے حوالے سے یہ پرولجز ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے ہم پرولجز جیل کے اندر بھی بہتر بنانے کے لیے کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! یہ جو تحریک استحقاق ہے' اس کا مین پوائنٹ یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا تھا وہ غلط تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا وہ اپنی معلومات کے مطابق کہا۔ اس میں میری کوئی intention نہیں تھی۔ میں نے اپنی طرف سے جان بوجھ کر کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ یہ اس کا مین نکتہ ہے۔ باقی کیا تھا' کیا نہیں تھا' وہ تو پہلے زیر بحث آ چکا ہے۔ اس پر پہلے ایک decision اسی سیشن میں آ گیا ہے کہ اگر غلط بیانی بدنیتی پر محمول نہیں ہے تو پھر اس سے استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔

جناب شاہد ریاض ستی: جناب سپیکر! ہم یہاں پر جو بھی سوال کرتے ہیں اس کا جواب کبھی بھی سچ پر مبنی نہیں ہوتا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا' میں نے سی اینڈ ڈبلیو کے وزیر سے ایک سوال کیا جو ایک سڑک بنی' تہتر لاکھ روپے گورنمنٹ کے وہاں پہ ضائع ہوئے۔ اور میں نے پوچھا کہ

آیا اس میں کام معیاری ہوا ہے تو انھوں نے بعد میں جواب دیا کہ اس میں کام معیاری ہوا ہے۔ آج یہ لوگ اسی سڑک پر گئے ہیں' انھوں نے وہاں پہ جلسہ لگایا ہے۔ ان سے پوچھ لیں کہ وہ سڑک کا کام معیاری ہوا ہے یا نہیں۔ یہ ایمان سے بتا دیں۔ اگر یہی حالات رہے' جو ہم اسمبلی کے اندر سوال کریں گے اس کا جواب اسی طرح توڑ موڑ کر دیا گیا تو ہم کیا کریں گے؟

جناب بادشاہ میر خاں آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیے آپ کی جو تحریک ہے اسے اسی لیے admit کیا گیا۔ کہ کم از کم اس کی آواز یہاں اسمبلی میں سنائی دی جانے گی۔ پریس میں بھی آنے گی۔ لیکن ٹیکنیکلی اس کی شکل یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ہوسکتا ہے کہ مکمل طور پر correct نہ ہو۔ لیکن بدنیتی پر مشتمل نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں اسے رد کرتا ہوں۔ میں اسے out of order قرار دیتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) آپ تشریف رکھیں۔ اس کا فیصلہ ہو گیا۔ (قطع کلامیاں) آپ تشریف رکھیں اور ایک آدمی بات کرے۔

جناب بادشاہ میر خاں آفریدی: جناب والا! ہم نے سہولتوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہم جیل جائیں گے۔ جیل جانے کو تیار ہیں۔ جیلیں ہمارا راستہ نہیں روک سکتیں۔ آئندہ کی جو بات کرتے ہیں تو وقت کی رفتار کو دیکھیں شاید آئندہ آپ کو جانا پڑے۔ جیلیں ہمارے لیے نہیں بنی ہیں' ان کے لیے بنی ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی بات نہیں ہے۔ آنا جانا چلتا رہتا ہے۔ یہ سیاست دانوں کی زندگی کا حصہ ہے۔

جناب بادشاہ میر خاں آفریدی: جناب والا! ہم ان سہولتوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہمیں جیل میں فرش پر سونا پڑا تو ہم سوئیں گے۔ لیکن نواز شریف صاحب کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔

چودھری اختر رسول: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری اختر رسول: جناب والا! جیل میں سہولتوں کی بات ہو رہی تھی۔ آئی جی جیل خانہ جات بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وزیر قانون صاحب ابھی وضاحت کررہے تھے۔ میں تو جیل کے معاملے میں دو

لفظوں میں بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ موٹے موٹے باندر بند ۔ سانگی سارے اندر بند

گھنٹی وجدی کنجیاں پھڑدا۔ کاغذ دا اک سہرا ودا

مجبوری دا سینہ سڑدا ۔ بندہ ڈگدا ڈھیندا دھڑدا

الٹا نہ اوہ چڑیا گھر دا ۔ باندر باہر قلندر بند

شامی سارے اندر بند ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات(جناب سعید اکبر خان)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی سعید اکبر خاں صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میرے بھائی بادشاہ میر خاں صاحب نے کہا ہے کہ ہم جیلوں میں جائیں گے اور کل شاید یہ جائیں۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا! ہمارا جیلوں میں جانے کا کوئی پرو گرام نہیں ہے۔ ہم غلط کام کرتے ہیں نہ کوئی کریں گے اور نہ ہی جیلوں میں جائیں گے۔ جو اس طرح کے کام کریں گے وہ تیار رہیں ۔ ہمارا کوئی پرو گرام نہیں ہے۔

جناب سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! ہمیں فخر ہے اور جو ہم نے کام کیا ہے وہ ہم ہزار بار کریں گے لاکھ بار کریں گے۔ کروڑ بار کریں گے۔ جب تک آپ کی اس بد دیانت اور بے ایمان حکومت کو ہٹا نہیں لیں گے ہم بار بار یہ کام کرتے رہیں گے۔ کرتے رہیں گے۔ کرتے رہیں گے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ چودھری تنویر خاں!

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، آپ اتنی اچھی باتیں کرتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ صرف میں سنا کروں۔ آپ ان کو یہ باتیں مت سنایا کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں ان کو اچھی بات سنانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں۔ جانے دیجیے۔ مہربانی کیجیے۔ (قطع کلامیاں) آپ نے اچھی بات ضرور سنانی ہے تو سنائیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ جیسے سعید اکبر خان صاحب نے فرمایا ہے کہ انہوں نے جرم کیا ہے تو جیلوں میں گئے ہیں۔ یہ تو اب ادھر ایسے ... رہے ہیں کہ جیسے یہ اپنے ننھیال مہمان گئے تھے۔ جیل میں گئے تو یہی ہو گا۔

جناب سپیکر: اس طرح کے کاموں میں تو ایسا ہوتا ہے۔ جی تنویر صاحب! (قطع کلامیاں) تشریف رکھیں۔ تھوڑا آرام بھی کیا کریں۔ آپ ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔ آرام سے بیٹھا کریں۔ جی۔

مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری تنویر خان: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

کہ مسودہ قانون (ترمیم) ہیلتھ فاؤنڈیشن پنجاب ۱۹۹۴ء مسودہ قانون نمبر ۱۵ بابت ۱۹۹۴ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

کہ مسودہ قانون (ترمیم) ہیلتھ فاؤنڈیشن پنجاب ۱۹۹۴ء مسودہ قانون نمبر ۱۵ بابت ۱۹۹۴ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے

(تحریک منظور کی گئی)

تحاریک التوائے کار

تحریک التوا کے لیے ہم نے وقت رکھا تھا اور میرے چیمبر میں دوستوں کے ساتھ طے یہ پایا ہے کہ چونکہ ... عامہ بحث بہت ضروری ہے اور ... تحریک التوا کے لیے اگرچہ دو گھنٹے کا وقت رکھا گیا ... آپس میں افہام و تفہیم سے یہ ... پایا ہے کہ جن دو دوستوں نے خاص طور پر اس مسئلے پر ... کرنی ہے یعنی میاں فضل حق ... اور عمران سہری صاحب اس پر مفصل بات کر لیں۔ اور ... گھنٹہ ... کوئی اور دوست بھی اس پر بات کرنا چاہے تو وہ کرے

لیکن ساری بات ایک گھنٹے میں سمیٹ لی جائے ۔ تاکہ کچھ وقت امن عامہ پر بحث کے لیے بھی ہمارے پاس بچ جائے۔

سید تابش الوری، جناب والا! تحریک التوائے کار پر جو بحث کا وقت تھا وہ آخری گھنٹہ تھا۔ ابھی نہیں۔

جناب سپیکر، یہ بھی طے پایا تھا کہ پہلے ہو جائے۔ بعد میں پھر یہ صورت شاید مشکل ہو کہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ اور یہ اس وقت اچھا ہے۔ اور چھ بجے کا وقت رکھا تھا' چھ بھی بج چکے ہیں۔ باہم بھی یہ طے پایا ہے۔ اس لیے میں اس تحریک التوا کے سلیے۔۔۔

سید تابش الوری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں ایک اہم ترین مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، تابش صاحب! تشریف رکھیں۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ اسے میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ یہ معاملہ جہاں زیر بحث ہے وہ یک صحیح پلیٹ فارم ہے۔ وہاں اس پر بحث ہو گی۔ اس ایوان میں اس مسئلے پر بحث نہیں ہو سکتی۔ (قطع کلامی) تابش صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ غلط بات ہے۔ میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس پر اس ایوان میں بحث نہیں ہوسکتی۔ اس پر قومی اسمبلی میں بحث ہو گی۔ یہاں بحث نہیں ہو سکتی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں۔ پہلے سردار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔ جی فرمائیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آپ نے ہاؤس میں اور ہاؤس سے باہر اپنے چیمبر میں اپنے اخباری بیانات میں ہمیشہ قانون کی بالا دستی کی بات کی ہے اور ہاؤس کے اندر بھی آپ نے ان ایوان ہائے کے تقدس کی بات کی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آج تابش الوری صاحب کی طرف سے ان

دو ایوان ہائے بالا کے بارے میں بات کی جا رہی ہے۔ سینیٹ کا ادارہ ملک کا سینئر ترین ادارہ ہے اور نیشنل اسمبلی اس کے ساتھ ہے۔ وہاں سپیکر اور چیئرمین کی رولنگز موجود ہیں اور اس پر آپ ہمیں یہاں discuss بھی نہیں کرنے دیتے۔

جناب سپیکر: آپ انہیں یہاں پر زیر بحث نہیں لا سکتے ۔ کوئی رول ایسا نہیں ہے کہ سینیٹ کو اور قومی اسمبلی کو اس ہاؤس میں زیر بحث لایا جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ہم آپ کے اس رویہ کے خلاف احتجاجاً پانچ منٹ کے لیے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کی مرضی ہے۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ ابھی آ رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: گنتی کریں جی ۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب سپیکر: شاہنواز چیمہ صاحب آپ ان کو لائیں ناں۔

(اس مرحلہ پر چودھری محمد شاہنواز چیمہ معزز ممبران اپوزیشن کو ہاؤس میں واپس لانے کے لیے باہر تشریف لے گئے)

چودھری محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: گنتی ہو رہی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ کورم نہیں ہے لہذا گھنٹیاں بجائی جائیں۔ اس ... گھنٹیاں بجائی گئیں)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران اپوزیشن واک آؤٹ ختم کر کے ہاؤس میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر، دوبارہ گنتی کریں۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی) کورم پورا ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری، میاں فضل حق اور میاں عبدالستار کی تحریک التوائے کار کے بارے میں طے پایا تھا کہ آج اس پر بحث ہو گی۔ جی۔

MR ARSHAD IMRAN SULEHRI: Sir , I move that the Assembly do now adjourn.

MR. SPEAKER: The question is that the Assembly do now adjourn.

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب اس تحریک التوائے کار پر بحث کے لیے ایک گھنٹے کا وقت مقرر کیا جاتا ہے جس کے اندر اندر یہ تینوں فاضل مقررین جناب ارشد عمران سلہری، میاں فضل حق اور اگر چاہیں تو میاں عبدالستار صاحب اس پر بات کر لیں۔ ایک گھنٹے کے بعد خود بخود ہاؤس کی بقیہ کارروائی جو ہے وہ ایجنڈے کے مطابق persume ہو جائے گی۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کورم کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جب پہلی دفعہ گھنٹیاں بجائی جائیں تو پورے پانچ منٹ بجائی جائیں چاہے کورم پورا بھی ہو جائے۔

جناب سپیکر، پورے پانچ منٹ بجائی گئی ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، نہیں۔ پانچ منٹ تو نہیں۔ جناب! تین منٹ بجائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ انتظار کیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ بیٹھیں۔ تشریف رکھیں۔ جی میاں صاحب، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

میاں معراج دین، جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ آپ کو یاد ہو گا۔ آپ نے آج تین روز ہو گئے ہیں مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کی تحریک التوائے کار لے لوں گا بلکہ میں نے آپ کو تحریک التوائے کار دی اور آپ نے accept بھی کی اور آج خدا خدا کر کے باری آئی ہے۔ تو آپ نے میری تحریک التوائے کار پھر مؤخر کر دی ہے۔

جناب سپیکر: یہ ایک گھنٹہ ختم ہو تو پھر اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ کیا کارروائی ہو سکتی ہے۔

میاں معراج دین: پھر ایک گھنٹے کے بعد آپ لے لیں گے؟

جناب سپیکر: ایک دن آج اس پر بحث ہو سکتی ہے اور یہ وقت مقرر ہے۔ آپ کو پھر موقع دے دیں گے۔

میاں معراج دین: یہ پھر pending رہے گی یا میں نئے سرے سے دے دوں؟

جناب سپیکر: نہیں۔ نئی دے دیں۔ میں اس کو لے لوں گا۔

میاں معراج دین: میں نئی دے دوں پھر accept ہو جائے گی؟

ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے رہائشیوں کے مسائل پر پیش کردہ تحریک التوائے کار پر بحث

MR. ARSHAD IMRAN SULHERI: Sir, I move,

"That the Assembly do now adjourn."

MR. SPEAKER: Motion moved is.

"That the Assembly do now adjourn."

اب تحریک التوائے کار پر بحث ہو گی۔ جناب ارشد عمران سلہری۔

جناب سپیکر: جی ہاں ۔ جناب ارشد عمران سلہری۔

جناب ارشد عمران سلہری: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو آپ کا 'جناب وزیر قانون کا اور پورے ہاؤس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ لاہور کے اندر ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے مسئلے پر ہماری تحریک التوائے کار کو منظور کیا۔ تو اس سے پہلے کہ میں اس پر بحث شروع کروں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ وزیر ہاؤسنگ یہاں تشریف نہیں رکھتے۔ تو اس کا جواب جو ہے وہ کون سے وزیر صاحب دیں گے؟

جناب سپیکر: وزراء صاحبان تشریف رکھتے ہیں اور امید ہے کہ آپ کی بات توجہ سے سنیں گے۔ بہرحال لاء منسٹر صاحب خاص طور پر مہربانی سے توجہ سے سنیں۔ جی

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! یہ تو واضح ہونا چاہیے کہ یہ مسئلہ منسٹر ہاؤسنگ سے متعلقہ ہے اور وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ ان کو موجود ہونا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر، میں محسوس کرتا ہوں کہ انھیں ہونا چاہیے تھا۔ ان کے ہاؤسنگ کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری: وہ بھی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، وہ بھی نہیں ہیں۔ بہرحال لاء منسٹر صاحب سے درخواست ہے کہ اس طرح کی بحث تحریک التوائے کار پر کبھی کبھار ہوتی ہے۔ آئندہ میں حکومت کے ذمہ دار وزراء صاحبان کو تاکید کرتا ہوں کہ جس وزیر سے متعلقہ تحریک التوائے کار زیر بحث آئے وہ ہاؤس میں ضرور تشریف رکھا کریں۔

جناب ارشد عمران سلہری، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! جہاں تک ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے مسئلے کا تعلق ہے کہ یہ پچھلے دنوں اخبارات میں بھی آیا' ٹاؤن شپ کے علاقے میں عوام نے احتجاج بھی کیا' ٹائر بھی جلائے کہ انھوں نے اپنے بنیادی حقوق کے لیے آواز بلند کی اور اس سے پیشتر میں نے بھی اسی فلور پر اسمبلی کے اجلاس میں آپ کی موجودگی میں حکومت کی اور خصوصی طور پر وزیر ہاؤسنگ کی اس طرف توجہ دلائی۔ لیکن اس پر کوئی خاص کارواتی عمل میں نہ آسکی جس وجہ سے ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے اندر عوام میں بے چینی پھیلی اور انہوں نے تقریباً پندرہ دن احتجاج کیا

جناب سپیکر! میرے حلقے میں خصوصی طور پر ٹاؤن شپ کے علاقے کے لیے اگر آپ ۱۹۹۲ء کے اے۔ڈی۔پی۔ کے فنڈز release کر دیتے تو وہاں پر ترقیاتی کام ہوتے اور یقیناً یہ صورتحال تھی کہ عوام اسمبلی کا گھیراؤ کرنے کے لیے تیار تھی تو جناب والا! ایسی صورت نہ پیدا ہوتی۔ جناب سپیکر آج میرے حلقے میں ایسا ہوا ہے کہ یہ حکومت پورے پنجاب کے آدھے حصے کے فنڈز روکے ہوئے ہے آج ایک حلقے سے ایسا ہوا ہے کل کو آدھے پنجاب سے ایسی آواز اٹھے گی کہ اپنے مسائل کے حل کے لیے اپنی ان ترقیاتی سکیموں کے لیے آواز بلند ہو گی۔ جہاں آج پینے کے لیے پانی میسر نہیں ہے۔ جہاں چلنے کے لیے سڑکیں موجود نہیں ہیں جہاں سٹریٹ لائٹ موجود نہیں ہے۔ جہاں عوام کو سیوریج کی تکلیف ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک ٹاؤن شپ کا مسئلہ ہے ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن ایشیا کی سب سے بڑی سکیم ہے یہ ۱۹۶۱ء میں مرحوم صدر ایوب خان نے no profit no loss پر ان خاندانوں کو دی جن کا پہلے مغربی پاکستان میں کوئی گھر یا کوارٹر یا پلاٹ بصورت الاٹمنٹ یا ملکیت نہ پہلے کبھی رہا ہو نہ اب موجود ہو ان کے لیے یہ سکیم بنائی تھی اور جس کا اصل نام نیا لاہور تھا جناب سپیکر! یہ سکیم کینیڈا حکومت کی گرانٹ پر تقریباً ستائیس سو ایکڑ رقبے پر تعمیر ہوئی اس سکیم کے لیے اراضی حصول اراضی ایکٹ مجریہ ۱۸۹۴ء کے تحت حاصل کی سکیم اور اس کے قواعد و ضوابط کی منظوری مرکزی ادارہ قومی اقتصادی کونسل پاکستان نے دی اور اس کا ترقیاتی کام صوبائی حکومت کے سپرد کیا گیا جو پلاٹ یا مکان بنا کر قومی اقتصادی کونسل کے منظور کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق بے گھر خاندانوں کو الاٹ کرے گی الاٹمنٹ کا کام ۱۹۶۸ء میں شروع ہوا جناب سپیکر یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ حکومت نے پوری قیمت کے ادائیگی کے عرصہ پانچ سال بعد حقوق ملکیت دینے کی یہ ان کے قواعد میں طے تھا اور یہ ایگریمنٹ ہوا بصورت اقساط عرصہ دس سے بیس سال کے اندر قیمت ادا کرے گا اور اسطرح الاٹی کو عرصہ بیس سال میں مالکانہ حقوق ملنے تھے جبکہ محکمہ نے قواعد کے خلاف ورزی کی ہے اور ابھی تک کسی رہائشی الاٹی کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے جناب سپیکر بیس سال کی مدت ۱۹۸۸ء میں پوری ہو گئی تھی بلکہ اب تو چھ سات سال اوپر ہو چکے ہیں ۔ اس میں زیادہ تر ساڑھے چار مرلہ کے اوپر غریب عوام رہائش پذیر ہیں اور ۷۵ فیصد الاٹیوں نے ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے اندر قیمت ادا کر دی ہے لیکن ان میں سے کسی بھی الاٹی کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے۔ جناب سپیکر! سکیم کا ترقیاتی کام ۱۹۷۴ء تک صحیح چلتا رہا جس میں عوام کو بنیادی سہولتیں سڑکیں سٹریٹ لائٹ سیوریج اور پینے کا پانی میسر آتا رہا لیکن اس کے بعد محکمہ ہاؤسنگ کے افسران اور عملے کی عدم دلچسپی اور نااہلی کی وجہ سے مسائل پیدا ہونے شروع ہوئے۔ حکومت جو فنڈز دیتی تھی اسے ڈویلپمنٹ کی بجائے اپنے عملے کی تنخواہ کے اوپر خرچ کر دیا جاتا۔ جناب سپیکر! صرف الاٹمنٹ سائڈ کے عملے کی جو تنخواہ تھی وہ ۱۰ لاکھ ۸۰ ہزار روپے سالانہ ادا کی کی جاتی رہی۔ ۱۹۸۵ء کے بعد ورک چارج عملہ ہزاروں کی تعداد میں بڑھا دیا گیا جس میں جناب سپیکر! فرضی نام دیئے گئے یہاں تک کہ جو بچے سکولوں میں پڑھتے تھے ان کے نام درج کروا کر ہاؤسنگ کو لوٹا جاتا رہا اور اس طرح ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن میں ورک

ہے جناب سپیکر! ان حالات میں ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کا ترقیاتی کام بالکل بند ہو گیا وہاں کی سڑکیں غائب ہو گئیں پینے کا پانی تک نہیں ملتا وہاں پر سٹریٹ لائٹ سرے سے موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر نشان دہی کروں گا کہ کاغذات میں بعض مین سڑکات پر سیوریج ڈال دیا گیا موقع پر صرف مین ہول بنا دیے گئے اور ان کے اندر لائنوں میں پائپ غائب ہے جبکہ محکمہ کی ملی بھگت سے ٹھیکیدار اس کی رقم بل کی صورت میں وصول کر چکے ہیں۔ جناب سپیکر۸۹-۱۹۸۸ء میں سیوریج کی لائن دوبارہ بچھانا شروع ہوئی جس کی ایک مثال میں یہ دوں گا کہ چاندنی چوک میں مین سیوریج ۸۹-۱۹۸۸ء میں ڈالا گیا مگر اس کا کنکشن ابھی تک نہیں ملایا گیا۔ جناب سپیکر! اسی طرح مسجد انوار مدینہ کے قریب سیکٹر اے۔ ۲ میں بلاک نمبر ۲ میں کاغذات میں سیوریج ڈال دیا گیا ہے لیکن اس علاقے میں سیوریج ابھی تک نہیں ڈالا گیا۔ جناب سپیکر! سوک سنٹر ٹاؤن شپ میں کاغذات میں سیوریج ڈال دیا وہاں پر موقع پر ابھی سیوریج نہیں ہے۔ میری درخواست ہے کہ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس معاملے کی تحقیق کرے اور یہ پنجاب کی تاریخ میں سب سے بڑا فراڈ ثابت ہو گا۔ اسی طرح ٹاؤن شپ میں سٹریٹ لائٹ لگنی تھی جس کا ٹنڈر ۷۸-۱۹۷۷ء میں ہوا غفار اینڈ کمپنی کو ورک آرڈر الاٹ ہوا۔ ٹنڈر ہونے کے بعد جب ٹھیکیدار کو یہ بتایا گیا کہ فنڈز نہیں ہیں تو افسران نے اس ٹینڈر کو کینسل کر دیا وہ کمپنی ہائی کورٹ میں گئی ہائی کورٹ نے ۱۹۹۲ء میں فیصلہ دیا کہ جن افسران نے یہ ٹنڈر کال کیے اور جن افسران نے دوبارہ ان کو کینسل کیا ان کی تنخواہ سے رقم کاٹ کر یہ بل ادا کیا جائے مگر ڈی۔ جی ہاؤسنگ نے یہ ادائیگی افسران کی تنخواہ سے کاٹنے کی بجائے ہائی کورٹ کے احکامات کو نہ مانتے ہوئے یہ رقم جو تقریباً ۲۲ لاکھ روپے بنتی ہے محکمہ Finance سے لے کر ٹھیکیدار کو ادا کی گئی۔ جناب سپیکر! اسی طرح محکمہ سوئی گیس نے بارہ لاکھ روپے کا چیک نمبر ATG-748223 مورخہ ۱۱-۱۰-۱۹۹۲ اور چٹھی نمبر 16853 سے وصول کیا لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ٹاؤن شپ میں کہیں بھی موقع پر سوئی گیس کا کوئی روڈ کٹ بھی نہیں لگا۔

جناب سپیکر! ٹاؤن شپ کے رہائشی عرصہ آٹھ نو سال سے بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں میں نے منتخب ہونے کے بعد اسمبلی کے تقریباً ہر اجلاس میں ٹاؤن شپ کے عوام کے اس بنیادی حق کے لیے اور ان کے مسائل کے حوالے سے یہاں پر بات کی جس پر وزیر ہاؤسنگ جناب مشتاق اعوان صاحب نے ۲۳ جون ۱۹۹۴ء کو مجھے یقین دہانی کرائی کہ

release کر دی گئی ہے مگر گرانٹ نہ ملنے کی وجہ سے علاقے میں عوام نے احتجاج کرنا شروع کر دیا ۔ میں وزیر ہاؤسنگ کی توجہ ان کی مورخہ ۲۳ ۔ جون ۱۹۹۴ء کی طرف دلانا چاہتا ہوں لیکن وہ یہاں موجود نہیں ہیں اور میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اب تو ٹاؤن شپ کی گرانٹ کو release کر دیا جائے۔ جناب سپیکر! پھر میں نے اسمبلی میں آواز بلند کی اور میں نے آپ کو ایک Assurance Motion مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۴ ۔ کو دی جناب سپیکر! آپ نے اسے منظور کرتے ہوئے Government Assurance Committee کے حوالے کیا اور آپ نے لکھا کہ ایک ماہ کے اندر اس کا جواب دیا جائے۔ پھر ۴ دسمبر کو میری یہ قرارداد آپ نے منظور کی۔ جناب سپیکر! گورنر کا نوٹیفکیشن مورخہ 31 جولائی 1993 ۔ نمبر S.O.P HP-1-23/91 ۔ سکیم کے بنیادی قوانین سے متصادم ہے۔ کیونکہ الاٹمنٹ ایگریمنٹ کے مطابق گورنمنٹ اور الائی کے مابین معاہدہ ہوا۔ جس کی رو سے حقوق ملکیت جاری کرنے کا اختیار صرف معاہدہ کے فریق اول کو ہے۔ جو کہ محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ہے۔ جناب سپیکر! Specific Performance Act کے مطابق معاہدہ کرنے والے فریقین ہی اس معاہدہ کے پابند ہوتے ہیں۔ چونکہ دوسری طرف سے گورنمنٹ کا محکمہ ہاؤسنگ ذمہ دار ہے ۔ اس لیے proprietry right letter جاری کرنے کا قانونی حق محکمہ ہاؤسنگ کا ہے نہ کہ ایل ڈی اے کا یا کسی اور محکمے کا ۔ چونکہ specific performance کی رو سے قطع نظر اس کے کہ گورنمنٹ کا کوئی محکمہ ہو' ایل ڈی اے قانونی طور پر specific performance کا ذمہ دار نہ ہے۔ چونکہ نوٹیفکیشن مورخہ 31st July کے پیرا نمبر 2 کے مطابق ملکیتی حقوق الاٹیوں کو دینے کا حق ایل ڈی اے کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ جو کہ کسی طرح بھی بنیادی حقوق اور agreement of allotment کے ساتھ متفق نہیں ہے۔ جناب سپیکر! چونکہ ایل ڈی اے کے۔۔۔

میاں فضل حق، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے ۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! جب ارشد عمران سلہری صاحب نے اس پوائنٹ پر اپنی تقریر شروع کی تھی تو ہم نے یہ کہا تھا کہ متعلقہ وزیر کا یہاں ہونا ضروری ہے تو آپ نے کہا تھا کہ لاء منسٹر صاحب شاید اس چیز کو look after کریں گے۔ وہاں تو وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ جیسے ہی میں اٹھا ہوں تو

میری نظر ادھر پڑی تو وہ یہاں بیٹھے ہیں۔ جناب والا! It is a very serious issue, I would like to know wether the Law Minister is going to look after this Adjournment Motion or a pannel of Ministers is going to look after it

MR. SPEAKER: Law Minister will look after it.

MIAN FAZAL-E-HAQ: Thank you, Sir.

جناب سپیکر، راجہ ریاض صاحب ۔

راجا ریاض احمد، جناب سپیکر! یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ محکمہ ہاؤسنگ کے نہ تو منسٹر تشریف رکھتے ہیں نہ پارلیمانی سیکریٹری۔

جناب سپیکر، میں اس پہ رولنگ دے چکا ہوں۔

راجا ریاض احمد، میری بات سن لیں۔ اتنے serious issue پر بات ہو رہی ہے۔ اور آپ نے پرسوں اس کے لیے وقت متعین کیا تھا۔ اور سب کو اس بات کا پتا تھا کہ یہاں پہ اس معاملہ پر بات ہونی ہے۔ نہ منسٹر صاحب ہیں' نہ پارلیمانی سیکریٹری صاحب ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جتنی باتیں کی جا رہی ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ اس کے لیے علیحدہ دوبارہ ٹائم متعین کروائیں۔ یہ تو بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کیوں اپنے آپ کو بھینس کہہ رہے ہیں۔ آپ کے سامنے بین بجا رہے ہیں۔ آپ کیوں اپنے آپ کو بھینس کا خطاب دے رہے ہیں۔ جناب آپ مہربانی کر کے اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، میں اپنے فاضل دوست کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے ایک اچھی بات کہی ہے۔ جناب سپیکر! یہاں پہ وزراء پارلیمانی سیکرٹریوں کا موجود ہونا ضروری تھا۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ چونکہ ایل ڈی اے کے اپنے رولز موجود ہیں۔ چونکہ یہ کمرشل لیول پر ہے۔ اور یہ ٹاؤن شپ گرین ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم قطعی طور پر کمرشل نہیں ہے۔ جناب سپیکر! مندرجہ بالا وضاحت اس لیے گوش گزار کی گئی کہ محکمہ ہاؤسنگ' جس کے پاس اس زمین کے ملکیتی حقوق ہیں - یہ حقوق اپنے الاٹیوں کو صرف ٹرانسفر کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ محکمہ ہاؤسنگ کے پاس ٹاؤن شپ گرین ٹاؤن کے ملکیتی حقوق ہیں۔ اور اس نے صرف یہ ملکیتی حقوق الاٹیوں کو ٹرانسفر کرنے ہیں۔ اور اس پر معمولی سی مقرر شدہ ٹرانسفر فیس وصول کرنی ہے۔ جب کہ ایل ڈی اے کے قانون کے مطابق اس کی ٹرانسفر فیس زمین کی مارکیٹ ویلیو کے مطابق مقرر ہوتی ہے۔ چونکہ نوٹیفکیشن کے مطابق اب یہ سکیم لاہور کے اندر ہو چکی ہے اور اس کی مارکیٹ ویلیو زیادہ ہو چکی ہے اس لیے ایل ڈی اے کو اگر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ٹرانسفر کرے تو وہاں کے غریب عوام کو لاکھوں روپے مزید ادا کرنے پڑیں گے۔ جس کے وہ متحمل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی معاہدہ الاٹمنٹ کے مطابق وہ ایسا کرنے کے پابند ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ مسئلہ ہاؤس کے سامنے قانونی طور پر ہی نہیں بلکہ بنیادی انسانی حقوق کے ناطے بھی پیش کر رہا ہوں کہ وہاں کی غریب عوام کو مزید مشکلات سے دوچار کرنے کی بجائے ان کے مسائل کو آسان اور سہل بنایا جائے جبکہ ہاؤس کی قانونی، اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ عوام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے آسان سے آسان راستہ اختیار کرے یا متعلقہ محکموں کو اختیار کرنے کی ہدایت کرے۔ لہذا اس موقع پر مزید بحث میں جانے سے پہلے جناب وزیر ہاؤسنگ سے جو کہ یہاں موجود نہیں ہیں سے بھرپور درخواست کرتا ہوں کہ اس زمرے میں محکمہ ہاؤسنگ کو ہدایات جاری کرے کہ وہ تمام اختیارات ایل ڈی اے کو دینے سے پیشتر ٹاؤن شپ و گرین ٹاؤن کے الاٹیوں کو مالکانہ حقوق ٹرانسفر کرے۔ اس کام کے لیے زیادہ سے زیادہ دو ماہ کا عرصہ مقرر کیا جائے۔ جبکہ وہاں کے رہائشی اس بنیادی حق کے لیے پچھلے چھبیس سال سے منتظر ہیں۔ میں اس پوائنٹ پہ انتہائی درخواست کروں گا اور اپیل کرتا ہوں کہ منسٹر ہاؤسنگ اس مسئلے کو کہ ایل ڈی اے کو اس زمین کو hand over کرنے سے پہلے اس نوٹیفکیشن کو کہ جو 31 جولائی 1993ء کو عبوری حکومت کے زمانے میں ہوا ہے، اس کو کینسل کیا جائے اور ٹاؤن شپ کے الاٹیوں کو پہلے مالکانہ حقوق دیے جائیں اس کے بعد ایل ڈی اے کو ٹرانسفر کر دی جائے لہذا میری اس ایوان سے بھی استدعا ہے اور خصوصی طور پر منسٹر ہاؤسنگ سے استدعا ہے کہ گورنر پنجاب کی خدمت میں سمری بھجوائیں کہ وہ 31 جولائی 1993ء کا نوٹیفکیشن واپس لے کر نیا نوٹیفکیشن جاری کریں جس میں [illegible] سکیموں کے الاٹیوں کو پہلے ملکیتی حقوق ٹرانسفر

کرے اور پھر اس کا انتظام و انصرام کسی دوسرے محکمے ایل ڈی اے یا ایل ایم سی کے حوالے کیا جائے۔ اور ملکیتی حقوق ٹرانسفر کرنے کی مدت مقرر کی جائے تا کہ اس کے بعد بغیر وقت ضائع کیے اس سکیم کے رہائشیوں کے دوسرے بنیادی مسائل حل ہو سکیں۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو ٹاؤن شپ گرین ٹاؤن کے الاٹیوں کا چھبیس سال سے دیرینہ مالکانہ حقوق کا مسئلہ ہے۔ جس کی میں نے وضاحت کی ہے۔ اس کی روشنی میں مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ دوسری طرف اس سکیم کی maintenance کا مسئلہ ہے کہ جو نوٹیفکیشن کے ذریعے ایل ڈی اے کو دے دیا گیا ہے۔ لیکن ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کی حالت آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں ابھی بھی نہ پینے کا صاف پانی ہے' نہ چلنے کے لیے سڑکیں ہیں' نہ سٹریٹ لائیٹ ہے اور وہاں پہ پارکوں کے اور دیگر جو مسائل ہیں آپ ان کا اچھی طرح سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میری یہ گزارش ہے کہ اس کی ڈویلپمنٹ فوری طور پر شروع کی جائے اور اس کی ڈویلپمنٹ کے لیے جو گرانٹ مخصوص ہوئی ہے اس کو فوری طور پر وا گزار کیا جائے اور اس کے بارے میں یہ بھی بتایا جائے کہ کتنی اقساط میں ہو گی اور ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کی نئے سرے سے maintenance کس تاریخ تک مکمل ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! میری دوسری جو درخواست ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ وہاں پہ وزیر اعلیٰ نے ایک کمیٹی بنا دی ہے۔ جو وہاں کے الاٹیوں سے رابطہ کر رہی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک میرے علم میں ہے کہ اس کمیٹی میں وہاں ٹاؤن شپ کا' گرین ٹاؤن کا کوئی بھی الاٹی کیا رہائشی نہیں رکھا گیا بلکہ وہ لوگ جو وہاں سے الیکشن کے اندر ہم سے ہارے ہوئے ہیں ان لوگوں کی کمیٹی بنا دی گئی ہے۔ جناب والا! میں آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں وزیراعلیٰ پنجاب نے کمیٹی کے جو ممبران اناؤنس کیے ہیں صرف اس لیے کیے ہیں کیونکہ صرف پنجاب کے اندر گرینٹاؤن اور ٹاؤن شپ کی ہاؤسنگ سکیم ہی ایک ایسی واحد سکیم رہ گئی ہے جس کے اندر پبلک ویلفیئر کے یا دیگر خالی پلاٹس موجود ہیں۔ پورے پنجاب میں کوئی ایسی اور سکیم نہیں ہے کہ جہاں پر پلاٹس خالی ہوں۔ صرف وہاں سے پیسے اکٹھے کرنے کے لیے ان پلاٹوں کے جو مفاد عامہ کے لیے مخصوص ہیں ٹکڑے کر کے' ان کو الاٹ کروا کر پھر آگے لاکھوں روپے سے فروخت کرنے کے لیے' اور اپنے جیالوں کو الاٹ کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ اس سے وہ کمائی کریں گے۔

پہلے جو وہاں کے منتخب نمائندے ہیں انہیں مطمئن کیا جائے۔ اور اس کے لیے ہاؤس کی ایک خصوصی کمیٹی بنائی جائے تاکہ اگر وہاں پر اس پیکج کے لیے کوئی گرانٹ مہیا کی جاتی ہے، ترقیاتی فنڈز دیے جاتے ہیں تو وہ کہیں خورد برد نہ ہو جائیں۔ اور وہ کمیٹی کے ممبران جو نہ تو اس ہاؤس کو، نہ کسی اور محکمے کو جواب دہ ہیں ان کے ذمے یہ فنڈز نہ دیے جائیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! چونکہ میں بھی لاہور سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں گذارش کروں گا کہ دو چار منٹ کے لیے میاں صاحب کے بعد مجھے بھی بات کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی میاں فضل حق صاحب۔

میاں فضل حق: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! مجھ سے پہلے معزز رکن عمران سلہری صاحب نے ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے مسائل پر بات کی۔ میں اس حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن سے متعلق جو ہماری تحریک التوائے کار move ہوئی ہے اگر اس کو دیکھا جائے تو اس کے اندر جو main بات ہے وہ یہ ہے کہ حکومت نے جو اب notification جاری کیا ہے اس کو ہم سمجھتے ہیں کہ غلط ہے اور اس notification کی آڑ کے اندر حکومت اس سکیم کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتی ہے اس کے اوپر میں تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو ٹاؤن شپ ہاؤسنگ سکیم ہے۔ جس زمانے میں اس کا اجراء ہوا اس وقت لاہور کی آبادی بہت بڑھ رہی تھی اور خاص طور پر low income جو لوگ تھے ان کے لیے حکومت چاہتی تھی کہ ان کے لیے حکومت کی طرف سے کوئی ایسی آبادی بنائی جائے۔ جہاں وہ رہ سکیں۔ یہ کوئی 2 ہزار 774 ایکڑ زمین جنرل ایوب خان کے زمانے میں الاٹ کی گئی۔ اور اس کا 1967ء میں جو estimate تھا وہ 9 کروڑ اور 14 لاکھ روپے تھا یعنی اس پر 9 کروڑ 14 لاکھ روپے خرچ ہونے تھے۔ جس میں کینیڈا کی طرف سے امداد بھی شامل تھی۔ اور اس میں ایک چیز جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اس سکیم کے اندر جو پلاٹس بنائے گئے ہیں اس کے 75 فیصد جو پلاٹس تھے وہ ساڑھے چار مرلے کے تھے اور باقی اس سے اوپر کے تھے تاکہ غریب لوگوں کے لیے وہاں پر زیادہ سے زیادہ الاٹمنٹ کی جائے۔ اس کے علاوہ اسی سکیم کے ساتھ انہوں نے ایک انڈسٹریل ایریا بھی دیا۔ تا کہ اس سے حکومت کو revenue generate ہو سکے اور generate ہو کر اس سکیم کو آگے maintain کرنے کے لیے بھی رقم

وہاں سے مہیا ہو سکے۔ اب جناب سپیکر ! آپ اگر اس چیز کو دیکھیں کہ جو سکیم development میں آئی تھی، جس چیز کے لیے وہاں مثلاً جو سڑکیں تھیں، جو سیوریج تھا، واٹر سپلائی تھی ان سب کو چلانے کے لیے اور maintain کرنے کے لیے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کے جو فنڈز ریلیز کیے گئے وہ اتنے نہیں تھے کہ وہ اس کو مکمل طور پر execute کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جتنی سکیمز تھیں وہاں ایک تو وہ properly بنائی نہیں گئیں۔ جو سڑکیں تھیں، جو سیوریج سسٹم تھا، جو واٹر سپلائی سسٹم تھا وہ اتنا ناکارہ تھا کہ وہ سسٹم اور وہ سکیم چل ہی نہیں سکی۔ اس کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس سکیم کو develop کرنے کے لیے اور جو سسٹم ناکارہ ہو چکا ہے اس کو چلانے کے لیے upkeep revenue generate کیا جائے۔ تو اس زمانے میں یہ میں 1985ء کی بات کر رہا ہوں جناب سپیکر ! یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ میں اس وقت اسمبلی کا ممبر تھا اور میں نے اس زمانے میں اس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ کافی سر کھپائی کہوں گا۔ وقت ضائع کیا۔ مسئلہ low income لوگوں کا تھا کہ ان کو وہاں مالکانہ حقوق ملیں۔ اور جب سے وہ وہاں موجود تھے حکومت کو ٹیکس ادا کر رہے تھے۔ تو ہم یہ چاہتے تھے کہ سب سے پہلے ان کو مالکانہ حقوق دیے جائیں اور جو وہاں سکیم ہے جس کو upkeep کرنے کے لیے مزید فنڈز چاہئیں اس کو generate کیا جائے۔ تو میں نے اس زمانے میں یہ سکیم دی کہ جناب جو الاٹیز ہیں جن کو محکمے کی طرف سے یہ آرڈر تھا کہ یہ ٹرانسفر نہیں ہو سکتے تو ہم نے ان سے کہا کہ الاٹیز جو ہیں وہ ٹرانسفر فیس دینے کو تیار ہیں۔ جس کی مد میں تقریباً پندرہ سو روپے مقرر کیے۔ کہ جو الاٹمنٹ کے لیے آئے گا وہ دے۔ پھر ہم نے کہا کہ وہاں بہت ساری ایسی جگہ تھی جہاں پر دکانیں بنائی گئی تھیں۔ ہم نے کہا کہ یہ دکانیں اس وقت حکومت کی اجازت سے نہیں بنی تھیں لہذا ان کو regularise کر دیا جائے اور ان سے commercialization کے لیے amount لی جائے۔ اسی طرح ہم نے ان کو ایک اور تجویز دی کہ ٹاؤن شپ کی سکیم اور انڈسٹریل اسٹیٹ کے درمیان ایک زمین کا ٹکڑا ایسا تھا جس کا ایریا اتنا تھا کہ اس پر 40'-70 کے تقریباً کوئی 233 پلاٹ بنتے تھے۔ جس کے ایک طرف commercialization سکیم ہو جانی تھی اور دوسری طرف رہائشی سکیم ہونی تھی اور اس مد سے حکومت کو تقریباً 8 کروڑ روپے ملنے تھے۔ تو یہ ساری چیزیں جو میں نے اس وقت بنائیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو سمری گئی، ایکشن پلان ہوا لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ جو اس وقت اتنا کرپٹ ہو چکا تھا کہ جو بھی پیسا ملتا تھا جیسا کہ ابھی عمران سلہری

صاحب نے فرمایا کہ جو پیسا آتا تھا جو سٹاف وہاں اس سکیم کو maintain کرنے کے لیے تھا وہ اتنا زیادہ تھا کہ جو وہاں سے recovery ہوتی تھی اس کا 90 فیصد ان کی تنخواہوں میں استعمال ہو جاتا تھا ۔ میاں نواز صاحب کے زمانے میں ایک ایکشن پلان بنایا گیا جس کے تحت تقریباً ساڑھے آٹھ کروڑ روپیہ رکھا گیا کہ اس سکیم کو چلایا جائے اور جہاں یہ سسٹم خراب ہے چاہے وہ سڑکیں ہیں' چاہیں وہ سیوریج ہے' چاہے وہ واٹر سپلائی ہے اس کو maintain کرنے کے لیے ان کو hand over کیا جائے۔ اس زمانے میں یہ بات کی گئی کہ یہ ٹاؤن شپ کی جو سکیم ہے اسے ایل ایم سی یا ایل ڈی اے کو دیا جائے تو دونوں محکموں نے کہا کہ ہم اس کو--- جناب سپیکر! یہ بڑا اہم نکتہ ہے ذرا اس کی طرف غور کریں۔ جناب سپیکر! اس زمانے میں ایل ڈی اے اور ایل ایم سی سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کو صرف maintain کرنے کے لیے take over کریں گے باقی الاٹمنٹ سے متعلق جو ہاؤسنگ کا طریق کار ہے اس کو وہ take over کرنے کے مجاز نہیں تھے نہ وہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ آج ہم جس ڈگر پر چل رہے ہیں اور جو حالات اس ایریا کے ہیں بخدا میں آپ سے کہتا ہوں کہ وہ ایم پی اے جو interior پنجاب سے آئے ہوئے ہیں' جو یہاں اپنے علاقے کی ترقی کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں فنڈز نہیں ملتے آپ شہر کے لوگوں کو فنڈز ملتے ہیں بخدا آپ میرے ساتھ اس ایریا میں جا کر دیکھیں۔ جن روٹوں پر ویگنیں چلتی ہیں وہاں سے ویگنیں بند ہو گئی ہیں کہ وہاں پر ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو فٹ کے گڑھے ہیں۔ ان کی لمبائی اور چوڑائی دس دس فٹ ہے ۔ وہاں پر پانی ' واٹر سپلائی کا سسٹم یہ ہے کہ وہاں اول تو پانی آتا ہی نہیں ہے اور آتا ہے تو وہ گندا پانی آتا ہے ۔ سٹریٹ لائٹس کا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ نے اس کو upkeep کیوں نہیں کیا؟ اور اس کے بعد نواز شریف کے زمانے میں جو ڈویلپمنٹ کے لیے ایکشن پلان بنایا گیا اس پر عمل درآمد کیوں نہیں کیا گیا؟ جتنا کرپٹ یہ محکمہ ہاؤسنگ کا اس وقت ہے مجھے افسوس ہے۔ آپ کو شاید یاد ہو گا کہ جب وقفہ سوالات تھا تو وزیر ہاؤسنگ جو یہاں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ اتنی تکلیف تو کریں اور کم از کم یہ تو بتائیں کہ وہ چھ کروڑ کی سکیمیں کون سی ہیں؟ اور جب وہ کہتے ہیں کہ PC1 ہو گیا ہے۔ تو جب PC1 کے اندر سکیمیں دی جاتی ہیں تب PC1 بنتا ہے ۔تو انھوں نے وہ جواب بھی نہ دیا ۔جناب والا! بات یہ

چکی ہے لوگ لاہور شہر سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ اس ایریے کے اندر اس وقت زمین کی کم از کم value 30 سے 40 ہزار روپیہ فی مرلہ ہے۔ اب ایل ڈی اے کی نظریں اس سکیم پر بھی ہوئی ہیں۔ گورنر صاحب ایک نوٹیفکیشن جاری کرتے ہیں کہ اس کو ایل ڈی اے take over کرے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر ایل ڈی اے نے take over کرنا ہے تو ایل ڈی اے کو سب سے پہلے یہ چاہیے تھا کہ وہاں جو ڈویلپمنٹ ہے ہم جو فنڈز وہاں سے generate کر سکتے ہیں کہ جو صورت حال میں نے آپ کو بتائی کہ ٹرانسفر کیا جائے commercialization کی جائے۔ وہاں سے کروڑوں روپیہ لے کر لوگوں کو الاٹ منٹ ملے گی سڑکیں ملیں گی پانی ملے گا اور گورنمنٹ کو ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کو کہیں سے فنڈ نہیں لینا پڑے گا۔ لیکن ہو کیا رہا ہے؟ ہو یہ رہا ہے کہ ایل ڈی اے نے اس وقت جو وہاں صورت حال پیدا کر دی ہے اور لوگوں کے لیے جو وہاں پر مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ میں اس کا ذکر ایسے کروں گا کہ جب یہ نوٹیفکیشن ہوا تو دو دن کے اندر پیپلز پارٹی کے تین گروپوں نے ہاؤسنگ کے دفتر کے اوپر تالے لگا دیے۔ ایک کے اوپر لکھا گیا کہ بحکم جہانگیر بدر صاحب اور اسلم گل ایک لوکل گروپ۔ ان تین گروپوں نے ہاؤسنگ کے آفیشل دفتر کے اوپر تالا لگا دیا۔ جناب والا! اس علاقے سے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کی monthly collection 25 لاکھ روپے ہے۔ جناب والا! آپ imagine کیجیے کہ ایک سال وہ دفتر بند رہا اور ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کو اڑھائی کروڑ کا revenue نہیں ملا۔ اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کسی نے اس کی پوچھ گچھ کی؟ کوئی آدمی اس کے اوپر بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن اب وہاں یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ جب وہاں کے لوگوں کو یہ پتا لگا ہے کہ یہ آبادی ایل ڈی اے کے پاس جا رہی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ایل ڈی اے کی ٹرانسفر فیس کے کیا حالات ہیں؟ آپ کو پتہ ہے کہ ان کے پانی کے چارجز کیا ہیں؟ پہلے وہاں 45 روپے تھا اب 90 روپے ہو گیا ہے۔ وہاں ہمارے زمانے میں جب ہاؤسنگ والے ٹرانسفر کرتے تھے تو 35 سو روپے لیتے تھے اور یہ اب ٹرانسفر کا 40 ہزار روپے لیتے ہیں۔ ان کے bye-laws کیا ہیں؟ کیا یہ آبادی گلبرگ ہے؟ یا کیا یہ آبادی شادمان ہے؟ نہیں جناب والا! یہ ان غریب لوگوں کی آبادی ہے جو چار مرلے پانچ مرلے دس مرلے کے پلاٹ میں رہتے ہیں۔ بھٹو صاحب نے وہاں پر ایک visit کیا اور دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ جو دو دو اور ایک ایک کمرے کے مکان بنا رہے ہیں یہ تو میرے گھوڑے کے اصطبل جتنے بھی نہیں ہیں اس زمانے کے گھوڑے کی بات کی آج ان کے son-in-law نے بھی، گھوڑوں کو علاقہ ... کر ...

چاہتا ہوں کہ آج پنجاب کی تاریخ کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے یہ بڑی غور طلب بات ہے کہ ہاؤسنگ کی سکیم کو ایل ڈی اے take over کرنا چاہتی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آج یہ سلسلہ یہاں شروع ہوا تو پھر گوجرانوالہ کے اندر بھی ہاؤسنگ کی سکیم ہے اس کے پلاٹ لے لیے جائیں گے۔ اور مجھے یہ پتا لگا ہے کہ انھوں نے وہاں سے ریکارڈ مانگ لیا ہے۔ دوسرے علاقوں میں بھی یہی شروع ہو جائے گا تو پھر کیا ہو گا؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا سنگین مسئلہ ہے کہ وہاں پر تقریباً اڑھائی لاکھ کی آبادی رہتی ہے۔ یہاں کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق مل گئے ان کو سیورج بھی مل گیا ان کو پانی بھی ملا اور وہ بھی نواز شریف کے زمانے میں 85 میں ملا۔ جو اب claim کرتے ہیں کہ ہم نے غریبوں کو بہت کچھ دیا تو میں کہتا ہوں کہ ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن میں کچی آبادیوں سے بھی زیادہ برا حال ہے۔ عمران سلہری صاحب کہنے لگے کہ ہمارے ڈویلپمنٹ فنڈز روک لیے گئے ہیں اگر ملتے تو ہم کچھ ڈویلپمنٹ کرا لیتے۔ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ مجھے اگلے بیس سال کا فنڈ دے دیں تو میں صرف گرین ٹاؤن کو پورا نہیں کر سکتا۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہاں گلیوں کے اندر مہینوں سیورج کا پانی کھڑا رہتا ہے۔ لوگوں کے لیے گزرنا محال ہے۔ اب ایل ڈی اے جو اس سکیم کو لینا چاہتی ہے ٹھیک ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو سب سے پہلے ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہاؤسنگ نے الاٹمنٹ کے لیے جو ریٹ مقرر کیے تھے اب اسی ریٹ پر ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ مالکانہ حقوق دے۔ اس کے بعد میں نے سنا ہے کہ عنقریب وزیر اعلیٰ صاحب کا ایک دورہ ہے اور وہاں جا کر کوئی پیکج اناؤنس کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل ایک سیاسی کارروائی ہے جیسے انھوں نے اسمبلی کے اندر ہمارے فنڈز کے متعلق بات کی۔ وہ وہاں کس حیثیت میں جا کر بات کرنا چاہتے ہیں؟ نہ ہمارے ایم این اے کو involve کیا گیا اور نہ ہی ایم پی اے کو involve کیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس سکیم کو کسی بھی سطح پر ایل ڈی اے کو دینا ہے تو صرف اسی صورت میں دیا جائے کہ پہلے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ ان لوگوں کو پرانے ریٹس پر جو ان کے معاہدے ہوئے ہوئے ہیں اس کے مطابق دے۔ وہاں سے فنڈز generate کر کے وہاں ڈویلپمنٹ کی جائے اور اس کے بعد اس سکیم کو upkeep کرنے کے لیے maintain کرنے کے لیے ایل ڈی اے کے حوالے کیا جائے۔ جناب والا! میرے حساب سے اس سکیم کے لیے کم از کم 50 سے 60 کروڑ روپیہ چاہیے۔ آپ اندازہ کیجے کہ اس سکیم کے کیا حالات ہوں گے۔ لاہور کے اندر ہوتے ہوئے جس سکیم کے اندر اتنا پیسہ خرچ ہو گا تو ہم

کیاکریں گے کہاں سے لائیں گے؟ اگروزیر اعلیٰ صاحب گورنمنٹ اور گورنر صاحب مختلف وفود کی صورت میں لوگوں کو بلاتے رہے اور کہا یہ گیا کہ اس میں سب پارٹیوں کے لوگ شامل ہیں۔

(اس مرحلے پر میاں محمد افضل حیات کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا جیسے عمران سلہری صاحب نے بھی فرمایا ہم نے وہاں سے جہانگیر بدر صاحب کو دیس نکالا کیا۔ وہاں سے خواجہ طارق رحیم صاحب کی چھٹی کرائی ۔ جناب والا ان لوگوں کی سربراہی میں گورنر صاحب سے میٹنگز ہوئیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے وہاں پر اپنا ایک دورہ رکھا ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ کہ میں وہاں جا کر ایک پیکج اناؤنس کرنا چاہتا ہوں۔ I am afraid of Mr. Speaker کہ وہاں لوگ شاید ان کو welcome نہ کریں۔ لوگ جانتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ جب on the floor of the House اپنے کسی وعدے کا پاس نہیں رکھتا تو پبلک کے اندر تو ایک سیاسی بات کی جاتی ہے۔ میں چاہوں گا کہ اگر وزیر اعلیٰ نے کوئی بات چیت کرنی ہے تو on the floor of the House اناؤنس کریں نوٹیفکیشن کریں۔ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ اوکاڑہ سے ہارے وہاں سے نکلے آگے گئے وہاں سے جیتے کس نے جتایا مجھے تو پتا نہیں۔ اب مجھے لگتا ہے کہ یہ حلقہ ان کی نظر میں ہے کہ آئندہ الیکشن وہاں سے لڑا جائے -----

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں اپنے فاضل ممبر کی توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مت گھبرائیں کہ ان کو reception نہیں ملے گی - باہر سے لوگ آ کر بھی reception تو دیں گے۔ لیکن کہیں کہ لوٹے زیادہ ہوں گے۔

میاں فضل حق ، جناب والا! تو میں اس مسئلے میں عرض کروں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب اس کو سیاسی رنگ مت دیں ۔ یہاں لوگوں کی survival کا مسئلہ ہے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس بھی آتا ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ میرے حلقے کے اندر جو کہ ماڈل ٹاؤن اور گجر گں سے مشکل سے ایک میل کے فاصلے پر ہے ۔ وہاں جس حالت میں لوگ رہتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت جس چیز کی اشد ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس مسئلے کو اس طریقے سے حل کیا جائے کہ لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ جب بھی کوئی حکومت آتی ہے ہمارے ساتھ وعدہ کرتی ہے اور اپنا سیاسی مقصد پورا کر کے چلی جاتی ہے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارے وزیر ہاؤسنگ جن کا ہونا نہایت ضروری تھا لیکن وہ

ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ اس بات کو اتنا lightly لیا گیا حالانکہ رامے صاحب نے بھی فرمایا اور انہوں نے اس پر اپنی observation بھی دی کہ متعلقہ وزیر کا موجود ہونا ضروری تھا۔ خدا را ہم اس سکیم کا وہ حال نہ کریں جب یہ سکیم ایل ڈی اے کے پاس چلی گئی تو پلاٹوں کی تقسیم اس طریقے سے ہو گی کہ۔الامان۔ ....

ایک آواز۔ آپ کے دور سے بہتر ہو گی۔

میاں فضل حق: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو نصیحت دے' یہ میرے اور آپ کے دور کی بات نہیں ہے۔ پالیسی درست ہونی چاہیے۔ یہ قدم اس طرف جا رہا ہے کہ جہاں یہ دوبارہ بات شروع ہو گی۔ اس لیے اس کو یہیں کیوں نہ روکا جائے؛ یہیں اس سکیم کو محکمہ ہاؤسنگ کے ذریعے ایک اچھے اور منصفانہ انداز میں حل کر لیا جائے۔ میں جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی بات کی تائید کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ ہاؤس کی اس مسئلے پر ایک کمیٹی ضرور بننی چاہیے جس میں' میں ارشد عمران سلہری صاحب شامل ہوں۔ اس کے علاوہ ہمارے قائد جو بھی دو اراکین نامزد کریں اور گورنمنٹ کی طرف سے بھی لوگ اس میں آئیں' کمیٹی تشکیل دے کر ایک مہینے کے اندر اندر وہ کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کرے اور ٹاؤن شپ کے مسئلے کے حقیقی حل کے لیے سیاسی حل کے لیے نہیں ' ایک جامع رپورٹ پیش کرے تاکہ ہمارے ہاؤس کو بھی اس بات کا پتا چلے اور کمیٹی کو بھی پتا چلے کہ وہاں پر لوگ کن حالات میں رہ رہے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں ' وہاں پر سیوریج سسٹم کے لیے بھی پیسے ادا کرتے ہیں ' بجلی کا بل ادا کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہیں بنیادی سہولتیں تک میسر نہیں ہیں۔

جناب والا! انہیں نکات کے ساتھ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور میں جناب کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں پر اپنے حلقے گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ کے بارے میں بات کرنے کی اجازت دی کہ وہاں پر لوگوں کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب احسان الدین قریشی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ اتنا اہم معاملہ زیر بحث ہے لیکن اس کے باوجود نہ یہاں وزیر صاحب موجود ہیں' نہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں' یہاں تک کہ سیکرٹری ہاؤسنگ بھی موجود نہیں ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ اس مسئلے پر

کیا ایکشن لینا چاہیں گے؟

جناب چیئرمین، وزیر قانون صاحب موجود ہیں۔

جناب احسان الدین قریشی، جناب والا! میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس پر کیا ایکشن لیں گے؟

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں اپنے فاضل بھائی کی بات کی تائید کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ پرانے پارلیمنٹرین ہیں۔ یہ ہاؤس پنجاب کا سب سے بڑا ایگزیکٹو ہاؤس ہے لیکن یہاں پر بدقسمتی سے آج تک وزراء اور مشیروں کے محکموں کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے حکومت پنجاب کی ذمہ داری ہے۔ جناب غلام عباس کا ابھی تک نوٹیفکیشن نہیں ہوا ابھی تک وہ ناراض پھرتے ہیں جب پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ ہوتی ہے تو وہ جھگڑا کرکے باہر آجاتے ہیں اور میں ان کو بہت سمجھاتا ہوں کہ نہیں آپ اندر چلے جائیں۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ سمال انڈسٹریز کی منیجنگ ڈائریکٹر شاید ان کا نام مس شہناز ہے ان کا اپنے محکمے کے وزیر صاحب سے جھگڑا ہے۔ وہ وزیر کو کوئی لفٹ نہیں دیتی اور وزیر موصوف نے پچھلے دو ماہ سے محکمہ بھی چھوڑا ہوا ہے۔ جناب والا میں آپ کے سامنے حقیقت بیان کر رہا ہوں آپ ہمارے سپیکر ہیں ......

جناب چیئرمین، یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا....

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں آپ کو اتنی قیمتی باتیں بتا رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ......

جناب چیئرمین، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! اسی طرح وزارت داخلہ کا معاملہ ہے کبھی رانا اکرام ربانی صاحب اس محکمے کے جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی وزیر قانون صاحب جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ جناب! یہ مذاق بنا ہوا ہے یہ کس قسم کی حکومت ہے۔ اس کے پاؤں کہاں پر ہیں؟ اخبار والے جب صبح لکھتے ہیں تو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے نہایت مودبانہ گزارش کروں گا کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں [illegible]

اور اس کے مقابلے میں ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کا علاقہ لاکھوں افراد پر مشتمل ہے اور وہاں کے لوگ سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ نلکوں میں کالا پانی آ رہا ہے' گندگی کے ڈھیر تعفن پھیلا رہے ہیں اور مچھروں نے لوگوں کو بیمار کر دیا ہے اور وزیر صاحب بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ خدا جانے کون سی پجارو گاڑی میں کس سڑک پر وہ گھوم رہے ہیں؟----

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب محمد اکبر شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کورم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، سیکرٹری صاحب گنتی کی جائے۔ (گنتی کی گئی)--- کورم نہیں ہے پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب چیئرمین، گنتی کریں جی۔

(گنتی کی گئی)

امن عامہ کی صورت حال پر بحث

MR. CHAIRMAN: The House is in quorum. The House was adjurned for want of quorum for one hour. That time is over and now House has resumed its proper sitting. اب لاء اینڈ آرڈر پر بحث continue کرتے ہیں۔ and I call upon Choudhary Muhammad Iqbal to make his speech.

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہم نے ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کے حوالے سے بحث کی ہے۔ میں نے اور میاں فضل حق صاحب نے بھی بحث کی ہے۔ اس کے اوپر منسٹر ہاؤسنگ نے جواب دینا تھا۔ اگر وہ نہیں ہیں تو وزیر قانون نے اس پر ابھی جواب دینا ہے۔

جناب چیئرمین، یہ ایک گھنٹے سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ جہاں پر ایک گھنٹا ہو گیا وہاں یہ ختم ہو گیا۔ یہ بحث ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

سید تابش الوری، جناب والا! کیا حزب اقتدار لاجواب ہو گئی ہے کہ اس کے پاس اب اس معاملے ایک گھنٹے کی گفتگو کا کوئی جواب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں لاجواب نہیں ہو گئی۔ آپ کی ہی ایک term یاد ہے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا ہے کہ یہ motion جو ہے یہ talk out ہو گئی۔ اب چودھری محمد اقبال--

چودھری محمد اقبال: بہت شکریہ۔ جناب والا! آپ نے مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔

MIAN FAZAL-E-HAQ: I am on a point of order Sir.

جناب چیئرمین: جی--

میاں فضل حق: جناب والا! جس وقت یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اس تحریک التوائے کار پر بات ہو گی اور اس پر ایک گھنٹہ بات ہو گی اور ہم نے وقت صرف اس وجہ سے ایک گھنٹا کیا تھا کہ آگے لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو گی۔ لیکن جب دو گھنٹے کا ٹائم تھا تو چار سے پانچ سپیکر تھے تو یہ فیصلہ سپیکر صاحب کے چیمبر میں ہوا تھا کہ ارشد عمران سلہری صاحب اور میرے حلقے کا ذکر ہے تو اس لیے ہم دونوں اس پر بات کر رہے ہیں۔ اس پر میاں عبدالستار صاحب بھی بات کریں گے ۔ اس کے بعد متعلقہ وزیر نے اس کا جواب دینا تھا۔ میری گزارش ہے کہ ہم نے اپنا پوائنٹ آف ویو اس میں آپ کو جتایا ہے۔ آپ کی وساطت سے ہاؤس کو بتایا ہے۔ اب کم از کم منسٹر صاحب کو اس کا جواب دینا چاہیے تھا۔ یہاں کورم پوائنٹ آؤٹ کر دیا گیا۔ دس پندرہ منٹ اس میں ضائع ہوگئے۔ تو میری یہ استدعا ہے کہ یہ جو ہم نے بات کی ہے جو اتنا وقت رکھا گیا' تردد کیا گیا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب! میں آپ کی بات کو سمجھ گیا ہوں۔ اس کا ٹائم ایک گھنٹا ہوتا ہے اور ایک گھنٹے سے زیادہ اس پر ایک منٹ بھی نہیں چل سکتے۔

میاں فضل حق: جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر اس کو پندرہ منٹ بڑھا کر منسٹر صاحب کا بیان لے لیا جائے تو مہربانی ہو گی۔

جناب چیئرمین: نہیں۔ اس کو نہیں بڑھایا جا سکتا۔ یہ ختم ہو گیا ہے۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے تھا۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! اس کے بارے میں ہم کیا سمجھیں کہ یہ کیا ہوا؟

جناب چیئرمین: اس کو کہتے ہیں کہ .It has been talked out

والی تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ talked out سید ظفر علی شاہ، اس میں

جناب چیئرمین، اس میں یہی ہوتا ہے کہ ایک چیز جس پر صرف بحث ہونی ہوتی ہے۔ اور اس کا
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

سید ظفر علی شاہ، نہیں، نہیں۔ جناب چیئرمین! یہ نہیں ہوسکتا۔ دیکھیں اس پر ادھر بھی جو بحث ہونی
ہے وہ اس پر ہونی نہیں۔

جناب چیئرمین، بحث صرف ایک گھنٹے کے لیے تھی۔ اس پر ایک گھنٹے سے زیادہ ایک منٹ بھی
نہیں چل سکتی۔ اگر دو گھنٹے ہوتی تو دو گھنٹے چلتی۔ اب جناب چودھری محمد اقبال--

چودھری محمد اقبال، شکریہ۔ جناب والا! آپ نے مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کی اجازت فرمائی۔
لاء اینڈ آرڈر کے تانے بانے اس صوبے میں اتنے الجھے ہوئے ہیں' اتنے پھیلے ہوئے ہیں کہ اس پر
بات کرنے کی سمجھ نہیں آتی کہ کدھر سے شروع کیا جائے اور کہاں ختم کیا جائے۔ over all
situation پورے ملک میں اس طرح کی develop ہو گئی ہے کہ جس حکومت کے ہوتے ہوئے
عبدالستار ایدھی جیسے لوگ ملک سے باہر جانا شروع کردیں اور اپنی جان بچانے کی فکر میں ہو جائیں۔
تو اس سے لاء اینڈ آرڈر کی سمجھ تو ان کو آ جانی چاہیے۔ اگر ابھی تک نہیں آئی تو پھر فکر کریں کہ
اس صوبے سے کہیں عمران خان ہی نہ بھاگ جائے۔ ایسی صورت حال اس پورے ملک میں ہے۔
کراچی کے بارے میں اگر حکومت فکر مند نہیں ہوئی تو جو بھی ہم صوبہ پنجاب کے بارے میں ان
سے عرض کریں گے ان کی فکرمندی کا اندازہ مجھے پہلے ہی ہو رہا ہے۔ چونکہ یہ ڈیوٹی اپوزیشن نے
اپنے ذمے لی ہے تو ہم اپنا فرض تو نبھاتے ہی رہیں گے۔
جناب والا! صوبہ پنجاب میں اگلے دن وزیر اعلیٰ صاحب نے اخبار میں بیان بھی دیا۔ اور ایک
دفعہ وہ اس ہاؤس میں بھی فرما چکے ہیں۔ کہ جس شخص کی چوری ہوجائے وہ مجھ سے آکے وصول
کرے۔ میں تو حیران ہوتا ہوں کہ یہ جتنی چوریاں صوبہ پنجاب میں ہو رہی ہیں' جتنی ڈکیتیاں ہو رہی
ہیں وہ کہاں سے یہ ساری چوریاں اور ڈکیتیاں پوری کریں گے اور صوبائی حکومت پنجاب کی priorty
دیکھیں تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان کی ترجیحات کیا ہیں؟ یہ کس معاملے کو ترجیح دے رہے ہیں؟ لاء
... ملک میں اور صوبے میں اس طریقے سے سر ابھار رہی

ہے۔ بارہ بارہ چودہ چودہ قتل ہو رہے ہیں۔ ایک وقوعے میں دس بارہ قتل ہو رہے ہیں اور حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اگر یہی صورت حال رہی تو اس ملک میں پھر کس بات کا یہ انتظار کر رہے ہیں کہ یہ کوئی خانہ جنگی کو دعوت دے رہے ہیں انہیں اب کس صورت حال کا انتظار ہے۔ میری حکومت پنجاب سے بڑی ہی دردمندانہ اپیل ہے کہ کم از کم لاء اینڈ آرڈر کو ترجیح تو ضرور دیں۔ اس کو کم از کم اولیت پر رکھیں۔ کسی بھی حکومت کی اولیت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی جان و مال کا تحفظ فراہم کرے۔ جو حکومت اپنے عوام کو جان و مال کا تحفظ فراہم نہیں کر سکتی۔ اس نے پھر کیا باقی کرنا ہے۔ آج اس وقت کوئی بھی شخص چین کی نیند نہیں سوتا جب شام کو وہ اپنے بچوں کے ساتھ ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کو فکر ہوتی ہے کہ چار آدمی آکر کوئی ڈکیتی نہ کرلیں۔ ہمارے بچوں کو مار نہ جائیں اور ہمارا سارا سامان لوٹ کر نہ لے جائیں۔ اس وقت صوبہ پنجاب میں یہ صورت حال ہے کہ پولیس کی ترجیحات میں بھی لاء اینڈ آرڈر کی کوئی بات نہیں رہی۔ وہ بھی کسی اور ہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی اگر کوئی قتل کرکے مفرور ہوجاتا ہے۔ جب یہاں پر محکمہ داخلہ کے سوال و جواب ہو رہے تھے تو آپ نے figures پڑھی ہوں گی کہ اس وقت صوبہ پنجاب میں کتنے مفرور ہیں۔ کتنے پکڑے جارہے ہیں اور ان میں حکومت کی دلچسپی کیا ہے۔ وہ بھی آپ نے figures اس ہاؤس میں دیکھے۔ ان کو پکڑنے کا ان کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔ وہ کر کیا رہے ہیں؟ میں یہ اگر عرض کروں تو شائد گستاخی ہو۔ صرف اپنے کسی اور کام میں لگے ہوئے ہیں جس میں پوری حکومت بھی لگی ہوئی ہے اور ان کی پولیس بھی لگی ہوئی۔ اور اگر کوئی بڑا کارنامہ دیتے ہیں تو پھر اپوزیشن کو مارنا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن مفروروں کی طرف، چوروں کی طرف ڈاکوؤں کی طرف ان کی بالکل کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔ اور کبھی کسی وزیر اعلیٰ نے، کبھی کسی وزیر داخلہ نے کبھی کسی اور صاحب اقتدار نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ یہاں کی انتظامیہ سے پوچھا جائے کہ آخر وہ کر کیا رہے ہیں؟ انہوں نے کون سے چور ڈاکو پکڑے ہیں؟ اگر figures منگوا کر دیکھیں کہ ضلع میں کتنے ڈاکے کم ہوئے ہیں یا زیادہ ہوئے ہیں یا جو لوگ بسوں میں، فلائنگ کوچوں میں سفر کر رہے ہیں کیا وہ بھی بحفاظت اپنی منزل مقصود پر پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟ کون سے چور ڈاکو انہوں نے پکڑے ہیں؟ کتنے ڈاکے کم ہوئے ہیں؟ آپ figures منگوا کر دیکھیں یا ڈاکے زیادہ ہوئے ہیں۔ یا جو لوگ بسوں یا فلائنگ کوچوں میں سفر کر رہے ہیں، کیا وہ بھی حفاظت سے منزل مقصود تک پہنچ رہے ہیں

یا نہیں پہنچ رہے؛ یہ اس قسم کی صورت حال ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات آپ دیکھیں کہ کرپشن کا اس صوبے میں یہ حال ہو گیا ہے کہ پٹواری کسی غریب آدمی کو فرد دینے کے لیے تیار نہیں جب تک اس کو پیسے نہ دیے جائیں۔ ایگزیکٹوز کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ڈی سی ضلع میں کلرک کو appoint کرنے کے لیے تیار نہیں ہے جب تک اس کو رشوت نہ دی جائے۔ جو رجسٹری کلرک ہے' وہ سارے پیسے لے کر' ڈی سی صاحبان پیسے لے کر ان کو لگاتے ہیں اور ان کی ٹرانسفر اور پوسٹنگ کرتے ہیں۔ جس صوبے میں یہ صورت حال ہو جائے وہاں امن و امان کی صورت حال کا کیا اندازہ فرماسکیں گے۔ اس کے علاوہ آپ دیکھیں' یہاں ایجنڈے میں ہمارے دوستوں نے یہ بھی دیا تھا کہ جوڈیشری سسٹم کو تھوڑا سا discuss کر لیا جائے۔ جوڈیشری اس ملک کی' چھوٹی عدالت سے لے کر بڑی عدالت تک کیا ہو رہا ہے؟ حصول انصاف کے لیے کہاں تک لوگوں کو چکر لگانے پڑتے ہیں؟ میں آپ کو ایک مثال دوں گا۔ میرے ایک دوست ہیں جن کا اپنے بھائیوں کے ساتھ جائیداد کا جھگڑا چل رہا تھا۔ ان کی عمر دس سال تھی جب انھوں نے مقدمہ شروع کیا تھا۔ اب ان کی عمر چھیالیس سال ہو گئی ہے۔ ابھی تک ان کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جناب سپیکر! Justice delayed is justice denied اس صورت حال میں صوبہ چل رہا ہے۔ آپ ذرا حکومت کی کار کردگی دیکھیں کہ یہ ہمارے وزیر قانون تشریف رکھتے ہیں' کون سی اصلاحات وہ سال میں عدالتی نظام میں لائے ہیں۔ اگر کوئی ایسی اصلاح انھوں نے کی ہو تو on the floor of the House ضرور فرمائیں کہ ہم نے عدالتی نظام میں یہ اصلاحات کی ہیں۔ پولیس سے لے کر عدالت تک جو معاملات ہو چکے ہیں اس کا نتیجہ کل کو اس صوبے کے اندر کیا نکلے گا؟ آدمی کے لیے جب انصاف کے دروازے بند کر دیے جائیں تو پھر وہ برا راستہ اختیار کرتا ہے۔ جب کسی مفرور کو پکڑا نہیں جائے گا' جب کسی مدعی کو انصاف نہیں ملے گا تو پھر وہ اسی کام میں ملوث ہو جائے گا جو اس کے ساتھ ہوا ہے۔ وہ اپنا انتقام لینے کے لیے خود اپنے آپ کو آگے بڑھائے گا جس سے ملک میں خانہ جنگی اور بدترین صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ میں حیران ہوں کہ پنجاب کے اس وقت جتنے اضلاع ہیں اس میں دیانت دار ڈی سی پوری انتظامیہ میں نایاب ہو گئے ہیں۔ ایک ڈی سی اور ایک ایس پی اگر پورے اضلاع میں لگا دیا جائے جو دیانت دار ہو' upright ہو' حصول انصاف کے لیے لوگوں کو تک ... کے انتہاف ... کر دروازے کھلے رکھے تو آپ دیکھیں کہ صوبے کی حالت بدل سکتی ہے

یا نہیں بدل سکتی۔ کیا انتظامیہ میں قحط الرجال ہو گیا ہے کہ انھیں ڈی سی اور ایس پی نہیں مل رہے جو لوگوں کو انصاف مہیا کریں؟ جو دیانت دار ہوں' upright ہوں۔ اس حکومت سے میری بڑی دردمندانہ اپیل ہے کہ یہ کم از کم یہی کارنامہ کر دیں کہ پورے اضلاع میں ڈی سی اور ایس پی لگا دے۔

جناب چیرمین، اب آپ ذرا وائنڈ اپ کریں' کیونکہ ٹائم ہو رہا ہے۔

چودھری محمد اقبال، میں نے ابھی شروع ہی کیا ہے۔

جناب چیرمین، ختم بھی کر دیں۔

چودھری محمد اقبال، بہتر جناب۔

میاں محمد رفیق ارائیں، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں اپنے بھائی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پینتیس سال میں یہ اپنے بھائی کو کچھ نہیں دلوا سکے' ان کا اپنا دور بھی رہا ہے۔ تو اس میں انصاف نہیں دلوا سکے تو باقیوں کو کیا کہہ رہے ہیں؟

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بحث میں پڑا جائے کہ میں ایسی تنقید کروں کہ ہم نے یہ کیا اور آپ نے یہ کیا۔ لیکن انھیں اتنا ضرور بتاؤں گا کہ ہمارے دور میں اور ان کے دور میں یہ فرق ہے کہ اگر ہمارے دور میں کسی غریب آدمی کی عزت لٹی تو ہمارا وزیر اعلیٰ' ہمارا اس وقت کا وزیراعظم ' اس نے اس غریب لڑکی کے سر کے اوپر دوپٹہ بھی رکھا اور وہاں اپنا ہیلی کاپٹر بھی اتارا۔ یہ کوئی ایسی مثال پیش کر دیں اگر کوئی ان کے پاس ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ان کی تو یہ ترجیحات ہی نہیں ہیں۔ یہ تو کوئی کچھ محسوس نہیں کرتے کہ ہمارے صوبے میں ہو کیا رہا ہے اور پاکستان میں کیا ہو رہا ہے؟ میں تو اعتراض برائے اعتراض کرتا نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ chain of command نہیں رہی۔۔۔۔ مجھے دو منٹ دیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیرمین، آپ انھیں ختم کرنے دیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر، میں ان کی بات کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جواب آ گیا ہے۔ آپ ان کو تقریر کر لینے دیں تو بہتر ہے۔

چودھری محمد اقبال: شکریہ' کھوکھر صاحب۔ جناب سپیکر! ملک کے اندر chain of command کوئی نہیں ہے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ یہاں حکومت کس کی ہے' اتھارٹی آف دی گورنمنٹ کیا ہے اور کس کے پاس ہے؟ جو ایس پی کے ماتحت ہیں وہ اس کا حکم نہیں مانتے۔ جو اس کے اوپر ہیں ان کی کوئی کمانڈ نہیں ہے۔ جو اس سے اوپر ہیں ان کی بھی کوئی کمانڈ نہیں ہے۔ بالکل ہر چیز بے لگام ہو گئی ہے۔ ایس ایچ او ہے' وہ باقاعدہ منتھلی دے کر لگائے جاتے ہیں اور وہ لوٹ کھسوٹ میں شریک ہیں۔ وہ لوگوں کے خون پسینے کی کمائی لوٹ رہے ہیں اور یہاں پر کوئی پرسان حال نہیں کہ کسی کو پوچھا جائے کہ وہ اس صوبے میں کیا کر رہا ہے۔ میرے بھائی نے یہ کہہ دیا کہ ان کے دور میں ایسا کیوں نہیں ہوا۔۔۔۔

میاں محمد رفیق ارائیں: کابینہ کے وزیر ہو کر انصاف نہیں دلا سکے تو باقی کیا کریں گے؟

جناب چیئرمین: اب ان کو بات ختم کر لینے دیں۔

چودھری محمد اقبال: پتا نہیں۔ اگر میرے بھائی کو کوئی ذاتی تکلیف کبھی مجھ سے پہنچی ہو' میری وزارت سے تو ضرور اس کی بات کریں۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! اب آپ وائنڈ اپ کریں۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! میری صرف اتنی گزارش ہے' میں ایک منٹ میں وائنڈ اپ کرتا ہوں' اس طرف ضرور توجہ دی جائے ورنہ اس صوبے میں بہت برے حالات ہوں گے اور کسی کے کنٹرول میں یہ معاملہ رہ نہیں سکے گا۔ یہاں پر فرقہ واریت اس طرح سر اٹھا رہی ہے کہ آپ تنظیمیں دیکھیں اور ان کے پاس اسلحہ دیکھیں۔ visible اسلحہ۔ اتنا اتنا اسلحہ نظر آتا ہے کہ لوگوں کو صوبے کے اندر باقاعدہ traind کر رہے ہیں اور کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی کہ ان کو بند کیا جائے۔ یہ فرقہ واریت ملک کو تباہ و برباد کر دے گی۔ میری چند دردمندانہ اپیلیں ہیں۔ آپ مجھے وقت نہیں دے رہے۔ بہت شکریہ۔

MR CHAIRMAN: I extend the time for another fifteen minutes uptill 8:15 and I call upon Mimnster for Law for the reply.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! دو سپیکر ہمارے ہوں گے اور ایک ان کا۔

جناب چیئرمین، اب تو ٹائم ہو گیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، نہیں جناب۔ ایک گھنٹا سپیکر صاحب نے بڑھایا تھا۔ یہ سپیکر صاحب کے چیمبر میں آج اسمبلی اجلاس شروع ہونے سے پہلے طے ہوا تھا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اگر قائد حزب اختلاف کی یہ خواہش ہے اور ان کے ایک ساتھی اور بولنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

سید تابش الوری، طے یہ ہوا تھا کہ ایک گھنٹا بڑھایا جائے گا۔ اسی لیے التوائے کار کو دو گھنٹے کے بجائے ایک گھنٹا discuss کیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! نو بجے تک بڑھا دیں' کیونکہ سپیکر صاحب نے بڑے واضح الفاظ میں یہ کہا تھا

جناب چیئرمین، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ سب لوگ بیٹھے رہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ہم تو بیٹھے ہیں۔ جناب سپیکر کے ساتھ یہ طے ہوا تھا کہ اس ریزولیوشن پر دو گھنٹے کے بجائے ایک گھنٹے کی اجازت دیں گے اور وہ ایک گھنٹا normal کارروائی سے بڑھا دیں گے۔ یعنی آٹھ بجے کے بجائے نو بجے تک کر دیں گے۔

جناب چیئرمین، لاء منسٹر صاحب کے ساتھ طے ہوا تھا؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں عرض کر رہا ہوں کہ جناب سپیکر سے یہ طے ہوا تھا۔

جناب چیئرمین، چلیں پھر۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ٹھیک ہے۔ فارمولا وہی رکھیں کہ دو سپیکر ہمارے اور ایک ان کا۔

جناب چیئرمین، آپ کا ایک سپیکر ہو گیا۔ دوسرا سپیکر بلا لیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اس کے بعد لاء منسٹر صاحب یا جو اس طرف سے بولیں۔

جناب چیئرمین، اسی پہ پھر ختم کر دیں گے۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی توجہ [illegible]

نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے واک آؤٹ کیا ہو۔

جناب چیئرمین، کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ سید ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، سید محمد عارف حسین بخاری صاحب تقریر کریں گے۔

راجہ ریاض احمد، جناب سپیکر! یہ پتا کیا جائے کہ صحافی حضرات چلے گئے ہیں' وہ کیوں گئے ہیں؟ اگر انھوں نے واک آؤٹ کیا ہے ___

جناب چیئرمین، واک آؤٹ نہیں کیا۔

راجہ ریاض احمد، جناب سپیکر! کوئی بھی نہیں بیٹھے' آپ دیکھ لیں۔

جناب چیئرمین، بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف بیٹھے ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں نہایت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا۔ آج میرے پیارے صوبے پنجاب میں امن عامہ کی جو تباہ حالی ہے' بدحالی ہے اس کا مرثیہ پڑھنے کے لیے آج میں انھی الفاظ سے شروع کرنا چاہ رہا ہوں جہاں سے ہمارے فاضل سپیکر نے "پنجاب کا مقدمہ" شروع کیا تھا۔ کہ،

اج آکھاں وارث شاہ نوں کتے قبراں وچوں بول
تے اج کتاب عشق دا کوئی اگلا ورقہ پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی تُوں لکھ لکھ مارے بین
اج لکھاں دِھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کہن
اٹھ درد منداں دیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وِچھیاں اج لہو دی بھری چناب

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اگر کوئی ایک دکھ ہو تو دل ناداں کو تسلی دے لی جائے۔ حالات سے پہلو تہی کر لی جائے۔ تن ہمہ داغدار شد ـــ پنبہ کجا کجا نہند

جناب والا! ہر طرف تباہی و بربادی کے مہیب سائے رقص کناں ہیں۔ گلی گلی کوچے کوچے

[illegible] معزز ایوان کے چند قدم

کے فاصلے پر ایک جیولری کی شاپ پر ڈاکہ پڑا اور ایک آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ نہ جانے روز کتنے بے گناہوں کے خون اس حکومت کی بے تدبیری کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

کس کس کی زبان بند کرنے جاؤں تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں تیرا ہاتھ نہیں ہے

جناب والا قدر! حالات جس سمت جا رہے ہیں مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک اندھیری غار کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے ورنہ مستقبل کی کوئی اچھی تصویر سامنے نہیں آتی۔

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھیے تھمے
نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

جناب والا قدر! زمانہ طالب علمی میں اندھیر نگری چوپٹ راج اور سکھا شاہی کی اصطلاحیں جب سنتے تھے تو حاشیہ خیال میں بھیانک تصورات ابھرتے تھے۔ لیکن آج کے دور میں مجھے تو یوں نظر آتا ہے کہ سکھا شاہی بھی ہمارے ان حکمرانوں کے سامنے اظہار عجز کر رہی ہے۔ پولیس گردی، ڈاکہ زنی، عصمت دری، لاقانونیت اور کیا کچھ ہے جو یہاں نہیں ہو رہا۔ ہر کوئی عدم تحفظ کا شکار ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پتا تو کروائیں کہ پریس والے گیلری سے کیوں اٹھ کر چلے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین، عام طور پر ان کا رپورٹ لینے کا ٹائم ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ چلے جاتے ہیں۔جی!

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ پولیس گردی، ڈاکہ زنی، عصمت دری، لاقانونیت اور کیا کچھ ہے جو یہاں نہیں ہو رہا۔ مساجد میں دھماکوں سے شہید ہونے والوں سے لے کر کل جیولری شاپ پر مرنے والے کار کن تک کتنے ہی لوگ ہیں جن بے چاروں کی روحیں ان حکمرانوں سے چیخ چیخ کر سوال کر رہی ہیں کہ۔۔۔

کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا قدر! کتنے گھروں کے سہاگ اجڑ گئے۔ کتنی ماؤں کی آنکھوں کا نور چھن گیا۔ کتنے بچے یتیم ہوگئے ۔ لیکن ہمارے حکمرانوں کے کانوں پر جوں نہیں رینگی۔

وہاں لاکھ لب پر سخن اضطراب ہیں
یہاں ایک خاموشی تیری سب کے جواب میں

جناب والا قدر! نہ جانے قاتلوں اور ڈاکوؤں کو زمین نگل لیتی ہے یا آسمان میں کوئی ایسا دروازہ ہے جہاں کہ وہ عالم بالا میں چلے جاتے ہیں۔ وہ پنجاب پولیس جس کی شہرت تھی کہ ہوا میں سازش سونگھ لیتی ہے۔ آج تمام تر آسائشوں وسائل کی فراوانی کے باوجود ایک خاموش تماشائی سے زیادہ کوئی کردار ادا نہیں کر رہی۔ حیرت ہے کہ لاہور میں پولیس کے سٹی ہیڈ کوارٹر کے اندر مسجد میں نمازیوں پر بم پھینک دیا جاتا ہے۔ لیکن اس تخریب کار کا سراغ نہیں ملتا۔ یہ ہے کار کردگی آپ کی پولیس کی ۔ اس واقعہ پر پولیس والوں میں اگر ذرہ بھر احساس فرض ہوتا تو ان کو مستعفی ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس کہ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب والا قدر! کہتے ہیں کہ سعدی (مرحوم) رحمۃ اللہ علیہ صبح دم کہیں سفر پر تھے۔ ایک کتا انہیں کاٹنے کو دوڑا۔ انہوں نے قریب پڑے پتھر کو اپنے دفاع میں اٹھانا چاہا۔ ضعیف تھے، ٹھنڈا موسم تھا۔ یخ بستہ پتھر تو اٹھا نہ سکے۔ شاعر تھے فی البدیہ کہہ دیا کہ

عجب مرد مان حرام زادہ
سنگ را بستہ و سگاں را کشادہ

یہ کیسے عجیب لوگ ہیں جنہوں نے پتھروں کو تو باندھ دیا ہے اور کتوں کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین---)

جناب والا قدر! یہی صورت حال ہمارے آج کے حکمرانوں کی ہے۔ جو کام کرنے والے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں اور جو نہ کرنے والے کام ہیں وہ بھٹ سپیڈ سے کر رہے ہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ آج دیکھیے۔ آج کے حالات پر نظر فرمائیے۔ میں نے آج تک امن عامہ کی تباہ حالی اس قدر

سے بھی یہ عرض کروں گا کہ خدا گواہ سچی بات کہیں۔ حق بات کہیں کہ کیا آپ نے اپنی عمر عزیز میں کبھی اس طرح امن عامہ کو پامال ہوتے دیکھا۔ جو صورت حال آج ہے؟ لیکن ابھی دیکھیے حضور پنجاب جل رہا ہے' امن و امان قصہ ماضی ہے۔ کراچی میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ باجوڑ اور چترال میں شریعت کا مطالبہ کرنے والے معصوموں کے بے گور و کفن لاشے بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن یہاں کیا ہے؟ ہمارے حکمران بڑی ٹھاٹھ سے میلے منعقد کر رہے تھے۔ افسوس! سنا کرتے تھے کہ روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا لیکن کئی ہزار سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو پھر دہرایا۔ ہم نے جیتی' دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں سے یہ دیکھا اور سنا کہ پورا ملک لہو لہان ہے اور حکمران میلے میں غلطاں ہیں۔ جناب والا قدر! میں کہاں تک ان کا ماتم کروں یہ ہے ہماری نا عاقبت اندیشی کہ ہم نے قومی درد کی ٹیسیں محسوس نہیں کیں اور ہم نے ملک کو بچانے کے لیے کوئی تدبیر نہیں کی۔ کہتے ہیں کہ پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی۔ لیکن پولیس کی کیا صورت ہے۔ میں ایک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواتا ہوں۔ میرے دوست شاہنواز چیمہ صاحب آج تشریف نہیں رکھتے۔ میں ان کے حلقہ کا ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ان کے حلقہ میں ایک گاؤں ہے بھرو نکی چیمہ۔ بھرو نکی چیمہ میں دن دیہاڑے سرکاری گاڑی پر پولیس پارٹی گئی۔ جس نے بلا اشتعال فائرنگ کرکے ایک بے گناہ ضیاء اللہ نعیم کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ورثا نے جو ایف آئی آر درج کروائی' وہ ایف آئی آر میرے پاس موجود ہے۔ اس ایف آئی آر میں لکھا ہے کہ پولیس والوں نے ہمارے دشمنوں سے ساز باز کرکے پیسے لے کر ایک بے گناہ آدمی کو قتل کروا دیا ہے۔ اور جو آدمی قتل ہوا۔ اس کا چچا خیر سے یہیں پنجاب سیکرٹریٹ میں ڈپٹی سیکرٹری ہے۔ یہ ہے آپ کی پولیس کا بے نقاب چہرہ۔ یہ ہے ان کی کارکردگی۔ پولیس کی وردی خدمت کی وردی تھی۔ لیکن آج ان کے گندے کرتوتوں کی وجہ سے یہ وردی نفرت کا نشان بن چکی ہے۔ اب تو صورت حال یوں ہے کہ پورا ملک لاقانونیت کی زد میں ہے۔ ہر طرف کوئی پہلو ایسا نہیں جسے قابل تحسین کہہ دیا جائے میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ :

ہے جن کا نام شامل رہزنوں کی سرپرستی میں
وہی چہرے ہمارے قافلہ سالار ٹھہرے ہیں
بھلا کیوں کر حفاظت ہو امانت کی خزانے کی
لٹیرے جو ہمارے گھر کے پہرے دار ٹھہرے ہیں

(نعرہ ہائے تحسین------)

جناب چیئرمین، بخاری صاحب اب آپ wind up کریں۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر ! میں پوائنٹ آف آرڈر پر درخواست کروں گا کہ ان کو اپنی تقریر دھرانے کے لیے کہا جائے کیونکہ پریس لب آئی ہے۔

جناب چیئرمین ، پریس پہلے بھی سن رہی تھی۔ وہ باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب اب آپ windup کریں۔

معزز ممبران اپوزیشن ، وہ شعر دوبارہ سنائیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا قدر ! دوستوں نے کہا ہے۔ میں عرض کر رہا تھا۔ اس بات کا تسلسل دراصل ٹوٹ گیا۔ اجازت ہو تو دوبارہ عرض کروں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ:

ہے جن کا نام شامل راہزنوں کی سرپرستی میں
وہی چہرے ہمارے قافلہ سالار ٹھہرے ہیں
بھلا کیوں کر حفاظت ہو امانت کی ' خزانے کی
لٹیرے جو ہمارے گھر کے پہرے دار ٹھہرے ہیں

جناب والا قدر ! آج امن عامہ کی یہ حالت ہے کہ اسی بھرے شہر میں' لاہور کے دل موچی دروازے میں ایک مذہبی تنظیم جلسہ عام کرتی ہے۔ سرعام اسلحہ کی نمائش ہوتی ہے اور سٹیج سے حکومت اقتداری کو للکار کر کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو مطلوب ہیں اگر آپ کے ہاتھوں میں طاقت ہے تو آؤ ہمیں پکڑو۔ لیکن ان کے اس کہنے کے باوجود گولیاں چلتی ہیں۔ اسلحے کی نمائش ہوتی ہے۔ للکارا جاتا ہے اور یہاں تک کہا گیا کہ کتنے ہی قومی اسمبلی کے ممبران اور کتنے ہی صوبائی اسمبلیوں کے ممبران ہماری گولیوں کی زد میں ہیں۔ یہ وہ معاملات ہیں جو اخبارات میں آئے ہیں۔

جناب چیئرمین ، شاہ صاحب ! اب آپ windup کریں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جی میں windup کر رہا ہوں اور اس پر ایک دوسری تردید صبح اخبارات میں چھپتی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں یہ اسلحہ تو کیا اتنا اسلحہ تو ہمارے ایک ایک یونٹ کے پاس

بیٹھے لوگ بھی اپنا تحفظ نہ کر سکیں تو اس وقت کیا کہا جا سکتا ہے؟ میں تو یہی کہوں گا کہ یہ لوگ اپنا عہد نبھانے میں نااہل ہو چکے ہیں۔ جو ذمہ داری انھوں نے لی تھی، جس ذمہ داری کو اٹھانے کا انھوں نے عہد کیا تھا' اس مقدس ایوان میں حلف اٹھایا تھا' یہ اس میں بالکل نااہل لوگ ہیں۔

جناب چیئرمین، میں ساڑھے آٹھ بجے تک ٹائم بڑھاتا ہوں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر آ چکا ہے۔ یہ بھی حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اگر سب حضرات کا خیال رکھا جاتا تو ایسا نہ ہوتا۔ ابھی کل ہی بات ہو رہی تھی کہ فیصل آباد میں سنی تحریک کے بے گناہ ۴۵ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ بات تو وہی ہے جو میں نے شیخ سعدی والی کہی تھی کہ --

عجب مردمان حرام زادہ
سنگ را بستہ و سگاں را کشادہ

یہ کیسے نااہل لوگ ہیں؟

جناب چیئرمین، شاہ صاحب! شکریہ۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جی میں ختم کرتا ہوں۔ یہ بات کر کے ختم کر رہا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، میں اپنا ٹائم ان کو دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین، نہیں۔ اب ختم کریں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، یہ کیسے نااہل لوگ ہیں کہ جنھوں نے کرنے والے کام تو کیے نہیں۔ پتھروں کو باندھ دیا ہے' کتوں کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔ آج ان کی بے تدبیریوں کی وجہ سے فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر آ گیا ہے۔ درویش لاہوری نے کہا تھا کہ۔

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامہ محشر یہاں

لیکن ہم لوگوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور ابھی پرسوں کی ہی بات تھی کہ میرے دوست ریاض حشمت جنجوعہ یہاں سب اچھا کی بانسری بجا رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے کہ سب اچھا ہے۔ میں سمجھتا

چاہتا ہوں کہ آپ کے گروہ اور آپ کی جماعت کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے؟ باہر آپ کیا بات کرتے ہیں اور اندر آ کر حکومت کے وکیل صفائی بن جاتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد ، جناب سپیکر ! کورم نہیں ہے۔

معزز ممبران اپوزیشن، وارث شاہ کا شعر سنائیں۔

راجہ ریاض احمد ، جناب سپیکر ! گنتی کرائیں۔

جناب چیئرمین، آپ شاید serious نہیں ہیں۔ شاہ صاحب' آپ آخری فقرہ بولیں۔ چلیں آخری شعر بول دیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، ہاں تو میں اپنی بات کو اس طرح ختم کرتا ہوں کہ۔۔

دل میں ہیں درد و غم کے فسانے بھرے ہوئے
برسوں سناؤں گر کوئی درد آشنا ملے

میں تو بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن جناب!

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

لیکن آپ کے حکم پر میں windup کرتا ہوں اور آخر میں وہی اشعار جن سے ہمارے فاضل سپیکر نے پنجاب کا مقدمہ شروع کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ اشعار کہنے والی درد دل شاعرہ نے آج کے حالات کے متعلق یہ لکھے ہوں گے اور آج کے حالات پر یہ کتنے درست آتے ہیں کہ۔۔

اج آکھاں وارث شاہ نوں کتے قبراں وچوں بول
تے اج کتاب عشق دا کوئی اگلا ورقہ پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی توں لکھ لکھ مارے بین
اج لکھاں دھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کہن
اٹھ درد منداں دیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب

شکریہ جناب سپیکر۔ آپ نے مجھے برداشت کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جب لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو رہی ہے اور غالباً لاءمنسٹر صاحب اس کو windup کریں گے تو اس سے پہلے کہ وہ windup کریں میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں ایک اہم نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی بھی اس طرف توجہ دلاؤں گا کہ ----

جناب چیئرمین ، یہ پوائنٹ آف آرڈر تک ہی رکھیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جی ہاں۔ جناب والا! یہ بہت ہی اہم پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ پہلے تو میری تجویز یہ ہو گی کہ اس کرسی کو تبدیل کر دیا جائے جس پر آپ تشریف فرما ہیں۔ میں پہلے سمجھتا تھا کہ شاید سپیکر صاحب اور ڈپٹی سپیکر صاحب یہاں آ کر تیز و تند ہو جاتے ہیں لیکن آپ جیسے دھیمے اور ٹھنڈے مزاج آدمی کو بھی میں نے اسی طرح پایا ہے۔ تو اس میں آپ کا قصور تو نہیں کرسی کا قصور ہے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس اہم نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ میں نیو ایم پی اے ہاسٹل میں رہائش پذیر ہوں۔ میں پریس کے دوستوں کو بھی بتانا چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب کو بھی نام لیے بغیر بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں کمروں میں شراب نوشی ہوتی ہے اور رات کو وہاں طوائفیں آتی ہیں۔

راجہ ریاض احمد ، نام لیے جائیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، چھوڑیں پھر---- جناب والا! اس سے پہلے کہ کوئی امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو۔ اس لیے میں غلام عباس صاحب کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ جہاں آپ بڑوں بڑوں پر دعوے کرتے ہیں کہ ہم ہاتھ ڈال رہے ہیں وہاں آئیے ذرا یہاں سے چند قدموں کے فاصلے پر حالت زار دیکھیے۔

جناب والا! شراب میں دھت آدمیوں نے کئی مرتبہ میرے دروازے پر دستک دی اور جب میں نے دروازہ کھولا تو وہاں پر جو صورت حال تھی مجھے شرم آ رہی ہے۔ تو اس سے پہلے کہ وہاں پر صورت حال خراب ہو' اس سے پہلے کہ وہاں پریس فوٹو گرافر آئیں اور آپ کے دوستوں کی وہاں کچھ عجیب و غریب داستانیں پریس میں آئیں میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ آپ اس ہاؤس

کے اور ایم پی اے ہاسٹل کے custodian ہیں۔ وہ علاقہ آپ کی custody میں ہے۔ آپ اس کا نوٹس لیجیے اور خدا کے لیے ہم جیسے جو گناہ گار، فقیر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی ٹکڑیں مار لیتے ہیں تو ہمارے لیے بڑا مسئلہ ہے کہ ساری رات وہاں اودھم مچایا جاتا ہے۔ اب کس کے پاس جا کر فریاد کریں؟

جناب چیئرمین: میں آپ کی بات سپیکر صاحب کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں، رانا نورالحسن اور ایس اے حمید صاحب نے سپیکر صاحب کے چیمبر میں جا کر ہم نے یہ بات ان کو بتائی تھی۔ ان کے نوٹس میں لائے تھے۔ اس بات کو بھی آج تقریباً پانچ دن ہونے کو آئے ہیں لیکن ابھی تک شاید اس مسئلے پر کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: بہتر یہی ہے کہ ایسے مسائل ان کے چیمبر میں discuss کیے جائیں۔ جی

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ہمیں تو وقت ہی نہیں دیا جاتا کہ لاء اینڈ آرڈر پر کوئی ہماری باری بھی آ جائے۔ ہم اپنے ظلموں کی داستان بھی سنا سکیں۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے حکمرانوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا کیا فائدہ ہے؟ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جتنی دیر لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوتی رہی ہے، کسی منسٹر نے کوئی دو منٹ بھی توجہ دی؟ کسی پارلیمانی سیکرٹری نے توجہ دی؟ کسی نے کوئی نوٹ لیا ہو؟ یہ جتنی بھی ہم نے سنگین وارداتیں پوائنٹ آؤٹ کی ہیں کسی ایک جگہ بھی انھوں نے لکھا ہوا ہو۔ ان کو ہوم ڈیپارٹمنٹ نے تقریر لکھ کر دے دی ہے۔ جس پر اب یہ windup کر دیں گے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ کس بات کی کاریں جھولتے ہیں؟ کس بات کی تنخواہ لیتے ہیں؟

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر: یہاں ہوم منسٹر کوئی اور ہے جواب اس کا لاء منسٹر صاحب دیں گے۔ جتنی دیر تک امن عامہ پر بحث ہوتی رہی اتنی دیر نہ ہوم منسٹر یہاں رہا ہے، نہ ہوم کا پارلیمانی سیکرٹری یہاں رہا ہے، نہ لاء منسٹر صاحب نے کسی چیز پر کوئی توجہ دی ہے میں پوچھتا ہوں کہ اس لاء اینڈ آرڈر کا [illegible] لاء اینڈ آرڈر پر کیا قابو پائیں گے؟ جو خود

بلیک میلنگ پر قائم ہے۔ وہ ہر وقت بلیک میلنگ پر اپنے آپ کو قائم رکھنے میں مصروف ہے۔ وہ لاء اینڈ آرڈر پر کیا توجہ دے گی۔

جناب چیئرمین، آپ کی بات پہنچ گئی ---- جناب وزیر قانون صاحب۔

جناب عبید اللہ شیخ، جناب سپیکر! میرا نام لسٹ میں تھا اور میں لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنی چاہتا تھا لیکن چونکہ آپ وزیر قانون کو وائنڈ اپ کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں میں لاہور کا صرف ایک واقعہ اسی حوالے سے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو آٹھ تاریخ کا واقعہ ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بااثر غنڈوں نے زیادتی کے بعد بیٹی کو قتل کر دیا اور پولیس نے بے گناہ قرار دے کر اسے چھوڑ دیا تو جناب والا! یہ لاہور ہی کا ایک ایسا واقعہ ہے کہ ایک چودہ سالہ لڑکی میمونہ گھر سے سودا سلف خریدنے کے لیے جاتی ہے اسے اغوا کر لیا جاتا ہے اس کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے جناب والا! یہ بڑا ضروری مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون نے ابھی اسے وائنڈ اپ کرنا ہے اور ان کے نوٹس میں یہ بات لانا بے حد ضروری ہے کہ چودہ سالہ بیٹی جب بازار میں سودا سلف خریدنے کے لیے جاتی ہے اسے اغوا کر کے اس کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے پھر اس کو زہر دے دیا جاتا ہے اور جناب والا! جب وہ لڑکھڑاتی اپنے گھر پہنچتی ہے تو اس کا باپ اس سے پوچھتا ہے تو وہ اسے مرنے سے پہلے یہ بیان دیتی ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور مجھے زہر دے دیا گیا ہے جب اس کا باپ اسے ہسپتال لے کر پہنچتا ہے وہ لڑکی مرنے سے پہلے بیان پھر دیتی ہے اور دم توڑ دیتی ہے اور جناب والا! ملزم بااثر ہونے کی وجہ سے پولیس اسے ابتدائی تفتیش ہی میں فارغ کر دیتی ہے اور باپ اس کا روتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس کی ماں تو پہلے ہی مر گئی تھی میں نے ماں بن کر اس کو پالا ہے اور آج میرے ساتھ اس ملک کے اندر یہ زیادتی ہو رہی ہے وہ ایس۔ ایس۔ پی کے پاس پہنچتا ہے مگر اس ایس۔ ایچ۔ او کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جاتی اور اس کی تفتیش change کر دی جاتی ہے۔ جناب والا! وہ دردمند باپ وزیر اعظم کو یہ اپیل کرتا ہے کہ میری بیٹی کو اپنی بیٹی آسما سمجھ کر میرے ساتھ انصاف کیا جائے جناب والا! آج اس لاہور شہر کے اندر وزیر اعظم پاکستان آتی ہیں تو ایس۔ ایس۔ پی کو مبارکباد پیش کر کے جاتی ہیں تو جناب والا! اگر آپ پچھلے چھ مہینوں کا تھوڑا سا تجزیہ کر لیں تو میں تھوڑی سی تفصیل آپ کے سامنے

جناب چیئرمین، اب آپ کی بات ختم تو ہو گئی۔

جناب عبید اللہ شیخ، جناب والا! یہ امن عامہ کے حوالے سے بات ہے۔

جناب چیئرمین، آپ نے واقعہ تو سنا دیا۔

جناب عبید اللہ شیخ، جناب والا! میں بات تفصیل سے نہیں کرنی چاہتا میں آپ کے کہنے کے مطابق مختصراً یہ بات کر رہا ہوں کہ ------

جناب چیئرمین، اب آپ تقریر کو رہنے دیں۔

جناب عبید اللہ شیخ، جناب والا! میں تقریر نہیں کر رہا میں تو اپنے حلقے کے حوالے سے چند پوائنٹس آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ لاہور شہر کے اندر پولیس نے اسی کے قریب ناکے لگائے ہوئے ہیں اور ایک کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے لیے موٹر سائیکل کار رکشہ کو تقریباً پانچ ناکوں سے گزرنا پڑتا ہے اپنی تلاشیاں دینا پڑتی ہیں جناب والا! جہاں پورے شہر کے عوام کو ملزم سمجھ کر ان کی تلاشیاں لی جائیں ان کی جیبوں کی تلاشیاں لی جائیں ان کے بریف کیسوں کی تلاشیاں لی جائیں جناب والا! میں اور آپ آج اگر ڈاکوؤں سے بچے ہوئے ہیں یہ حکومت کی کوئی مہربانی نہیں ہے بلکہ یہ ان ڈاکوؤں کی مہربانی ہے کہ ابھی تک ان کا ہاتھ ہمارے تک نہیں پہنچا جناب والا! میرے معزز رکن ابھی فرما رہے تھے کہ اسمبلی کے قریب الفلاح بلڈنگ میں کل ہی ڈاکہ پڑا ہے جبکہ اسلحہ پر مکمل پابندی لگ چکی ہے۔ جہاں پولیس سڑکوں پر ناکے لگا کر بیٹھی ہوئی ہے اس کے باوجود ڈاکہ پڑتا ہے اور ایک شخص کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جناب ان چند ماہ کے اندر ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا گیا ہے ڈاکہ زنی ہو رہی ہے چوری ڈکیتی سے کوئی شخص محفوظ نہیں ہے جناب والا! ان چند واقعات کو آپ کے سامنے پیش کرنا اس لیے ضروری سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں کو انصاف مل جائے اور میں نے جو واقعہ آپ کے سامنے رکھا ہے میں چاہوں گا کہ وزیر قانون اس کے بارے میں روشنی ڈالیں۔ شکریہ۔

جناب ایس۔ اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! سپیکر صاحب کے ساتھ ہماری جو ٹیم بات چیت کرنے گئی تھی اس میں ایک گھنٹے کے اضافے کا فیصلہ ہوا تھا جناب سپیکر! ہم نے ایک ہفتہ پوری تیاری کی ہے مگر آج ہمیں موقع ہی نہیں دے رہے۔ اور ہم اپنی بات نہیں کر سکے۔ آپ سے التماس

ہے کہ آپ آدھا گھنٹا اور بڑھائیں میرا خیال ہے کہ حکومتی پارٹی کی طرف سے کوئی آدمی بات نہیں کرے گا لیکن یہاں تو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے ابھی بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین، دیکھیے۔ ادھر سے بات کرنے کے لیے نام میرے پاس موجود ہیں بات یہ ہے کہ اگر وزیر قانون صاحب جواب نہیں دے پائیں گے پھر بھی آپ کو اعتراض ہو گا اور بات تشنہ رہ جائے گی ابھی تو انہوں نے بھی کچھ وقت لینا ہے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب والا! وزیر قانون صاحب آدھے گھنٹے کے بعد بھی جواب دے سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین، دیکھیے وقت تو تھوڑا رہ گیا ہے۔

جناب ایس۔ اے حمید، نہیں جناب والا وقت تو نو بجے تک کا ہے۔

چودھری پرویز الہیٰ، جناب والا! ہماری جو سپیکر صاحب سے میٹنگ ہوئی تھی اس میں یہ طے ہوا تھا کہ اس کے لیے ایک گھنٹا اور بڑھا دیا جائے گا یعنی وقت نو بجے تک کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، آپ ان کو وائنڈ اپ کرنے کے لیے بیس پچیس منٹ کا وقت تو دیں گے۔

چودھری پرویز الہیٰ، جناب والا! انہوں نے وائنڈ اپ کیا کرنا ہے۔

جناب چیئرمین، ان کا حق تو ہے نا۔

چودھری پرویز الہیٰ، وہ بعد میں کر لیں پہلے ہمارے ساتھی ذرا بات کر لیں یہ پوری تیاری سے آئے ہیں انہوں نے تو صرف ایک بات کرنی ہے کہ ٹھیک ہو جائے گا ان کی تقریر صرف دو منٹ میں ختم ہو جائے گی آپ پہلے ہمارے ساتھیوں کی سن لیں کہ کیا کیا خراب ہوا ہوا ہے اور کیا یہ ٹھیک ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میری ایک تجویز ہے اور میری درخواست بھی ہے کہ ہمارے مقررین کو کم از کم پانچ پانچ منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین، چلو جی پانچ پانچ منٹ دیتے ہیں۔ آپ میں سے کون صاحب پہلے بولیں گے۔

جناب ایس۔ اے حمید، جناب والا! پہلے میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی ایس اے۔ حمید صاحب۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! پنجاب میں حکومتی کنٹرول کی ابتدا ۵۰۔۵۰ فارمولے کی بنیاد پر پیپلز پارٹی اور جونیجو لیگ کے درمیان ہوئی

جناب چیئرمین: میں نو بجے تک ٹائم بڑھاتا ہوں۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: یہ علیحدہ بات ہے کہ ۵۰۔۵۰ کا یہ فارمولا جناب والا! پنجاب حکومت کو بے وزن بے اثر اور ناکام بنانے کے لیے حکومت کے سر چڑھ کر بول رہا ہے اس وقت جناب سپیکر! حکومت نام کی کوئی چیز پنجاب میں نظر نہیں آتی۔ یوں تو پورے ملک میں حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں سندھ اس وقت جل رہا ہے روزانہ پندرہ بیس بے گناہ افراد کو موت کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے لیکن ملک کی وزیر اعظم کو سیر سپاٹے سے فرصت نہیں ہمارے قائد میاں نواز شریف نے سندھ کے گھمبیر مسئلے کو حل کرنے کے لیے غیر مشروط پیشکش کی لیکن وزیر اعظم نے اس کا بالکل منفی جواب دیا ہے۔ جناب سپیکر! عظیم محب وطن دانشور صحافی صلاح الدین کا قتل حکومت کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے آزادی صحافت کا یہ قتل شرافت کا قتل ہے انسانیت کا قتل ہے اور یہ پکار پکار کر ہم سے کہہ رہا ہے کہ ایسی نا اہل بدعنوان حکومت کے خلاف جہاد فرض ہو چکا ہے جو جناب سپیکر! عوام کے جان و مال کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو چکی ہے جناب سپیکر! امن و امان کی ضمانت کے عوض عوام کے تمام حقوق حکومت کے پاس رہن ہوتے ہیں جو حکومت امن و امان بھی برقرار نہ رکھ سکے اسے حکومت کا نام دینا غلط ہے کیونکہ حکومت نے عوام سے ٹیکسوں کی شکل میں اور ان کے حقوق کی شکل میں سب کچھ لینا ہوتا ہے صرف امن ہی دینا ہوتا ہے جب قانون سماج دشمن عناصر کے خلاف حرکت میں آ کر اپنے تقاضے پورے کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں کسی سوسائٹی میں امن عامہ کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ پنجاب میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کس حد تک امن و امان قائم کرنے میں کامیاب رہے۔ جناب سپیکر! موجودہ بجٹ میں پولیس کے لیے چار ا ۰۰۰ ر ک، خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اور آپ کو سن کر یہ حیرانگی ہو گی کہ اس خطیر رقم کے لیے

تعلیم کے شعبہ میں ڈیڑھ سو کروڑ روپیہ کم کیا گیا ہے۔ صحت کے شعبہ میں 87 کروڑ روپیہ کم کیا گیا۔ تقریباً اڑھائی سو کروڑ روپیہ تعلیم اور صحت کی ان بنیادی سہولتوں کے بجٹ کو کم کر کے صرف پولیس کو دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ رقم جو پولیس کو حکومت کی طرف سے مہیا کی گئی یہ پولیس کو ہتھیاروں اور چمکتی اور لہراتی ہوئی گاڑیوں کو مکمل طور پر لیس کرنے کے لیے نہیں دی گئی بلکہ اس ملک میں اور اس صوبے میں امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! دستور پاکستان کے آرٹیکل 284, 80 اور 25 کے تحت جو عوام کے حقوق ہیں وہ برابری کے حقوق ہیں اور قانون انہیں تحفظ مہیا کرتا ہے۔ ان کی آزادی کے خلاف اور ان کی پراپرٹی کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی ہو انہیں برابری کے حقوق دیتا ہے۔ لیکن حکومت کے افسران اور اہلکار جتنے اچھے شہری ہیں اتنی رعایا بھی۔ لیکن انہیں محکوم تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہی بنیادی اختلاف ہے۔ آپ کالج میں جائیں، سیکرٹریٹ میں جائیں، کسی جگہ پہ جائیں کوئی بھی آپ کو برابر کا شہری ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اور آج جناب سپیکر! اس بنیادی خرابی کو ہم نے دیکھنا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے۔ کیونکہ پبلک سرونٹ جو عوام کے خادم ہیں وہ اپنے آپ کو پبلک ماسٹر کہلاتے ہیں۔

جناب سپیکر! انگریز دور کی غلامی کی یادگار 1861ء کے پولیس ایکٹ کے تحت پولیس برس ہا برس سے ہم پر حکومت کر رہی ہے۔ یہ پولیس نا صرف مادر پدر آزاد ہے بلکہ خدا کے خوف سے بے نیاز ہے۔ احتساب کے خوف سے بے نیاز ہے۔ جناب سپیکر! زمانے بدل گئے، وقت بدل گئے، حکومتیں بدل گئیں۔ دستور بدل گئے۔ اگر کچھ نہیں بدلا تو پولیس کا رویہ نہیں بدلا۔ ملتان میں رقص و شراب کی محفل سجے تو پولیس محفل کے شرکاء کو گرفتار کرتی ہے اور ہفتوں ان کی ضمانتیں نہیں ہوتیں لیکن اگر ایسی ہی رقص و سرور کی محفل سرگودھا میں اے ایس آئی کی شادی پر ہو تو اس کے اوپر کوئی ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے آج اگر تھوڑا سا قانون اپنے اوپر نافذ کر لیں تو شاید صوبے کے عوام کی حالت بہتر ہو سکے۔

جناب چیئرمین: ایس اے حمید صاحب' اب آپ اپنے ساتھیوں کو وقت دیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! ابھی تو میں لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بات ہی نہیں کر پایا۔ ابھی تو میں نے صرف تمہید ہی باندھی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ سے پانچ منٹ کی بات ہوئی تھی ۔ وہ ختم ہو گیا ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! پھر مجھے دو منٹ اور دے دیں۔

جناب چیئرمین : آپ کے بہت سے ساتھیوں نے بات کرنی ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر ان میں سے ایک ممبر آپ کو وقت دے دیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! اب میں صرف شہر کی بات کرتا ہوں۔ میں صوبے کی بات چھوڑ کے اپنے شہر کی بات کرتا ہوں۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امن عامہ کی صورت حال تحریک نجات کے دوران گوجرانوالہ میں رہی ۔ میرے حلقے میں تین آدمیوں کو قتل کیا گیا۔ ان کے اوپر دفعہ 144 کا الزام لگا اور ان کو جس طرح سے ڈی سی اور ایس ایس پی نے اپنے سامنے کھڑے ہو کر ان پر تشدد کیا' انہیں مارا اور ان کا جس طور پر برا حال کیا وہ تین آدمی میرے خیال میں پولیس کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے صوبے میں جو terror تھا آپ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: حاجی احسان الدین قریشی!

حاجی احسان الدین قریشی : جناب سپیکر! آج اس ملک میں قانون نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ کراچی سے خیبر تک قتل ڈاکے چوریاں انتہا کی ہیں لیکن ہماری حکومت صرف ایک ہی بات کہہ رہی ہے کہ سارے پاکستان میں امن و امان ہے ۔ جناب سپیکر! پیر عارف شاہ صاحب نے ایک بات کہہ دی کہ اس ملک میں پولیس ایک خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے لیکن میں یہ کہوں گا کہ وہ خاموش تماشائی کا کردار ادا نہیں کر رہی وہ کر رہی ہے۔ وہ جیالوں کا کردار ادا کر رہی ہے ۔ وہ کام کر رہی ہے تو پاکستان مسلم لیگ کے اکابرین ایم این اے اور ایم پی ایز کے خلاف مقدمات بنانے کا کام کر رہی ہے ۔ جناب سپیکر! ملتان سے ایم این اے طاہر رشید کو خصوصی طور پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کو 302 کا مجرم گردانا گیا ہے۔ جناب سپیکر! پولیس اپنا کردار بخوبی ادا کر رہی ہے۔ جناب سپیکر! جناب چیف منسٹر ملتان میں تشریف لے گئے اور وہاں واسا کو توڑنے کا اعلان کر دیا۔ اور واسا کو نہیں توڑا ۔ آج ملتان کی حالت یہ ہے کہ وہاں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ ملتان پانی میں ڈوب رہا ہے ۔ لوگوں کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں ہے' مسجد میں وضو کے لیے پانی نہیں ملتا۔

واسا کی بجلی واپڈا نے کاٹ دی ہے۔ محکموں کا آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! کہاں قانون کی بات رہ گئی ہے۔ آج صرف اور صرف ایک بات کی جا رہی ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کے ورکروں، مجاہدوں اور ان کے اکابرین کو پھنسا دیا جائے۔ لیکن وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب یہ سب اندر ہوں گے، انشاء اللہ پاکستان میں مسلم لیگ کی حکومت ہو گی۔

جناب چیئرمین: حاجی عبدالرزاق صاحب۔

ملک محمد عباس کھوکھر: حاجی صاحب، آپ ذرا بیٹھ جائیں، مجھے ایک منٹ کے لیے بات کر لینے دیں۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس بہت کچھ بیان کرنے کو تھا۔ وزیر اعلیٰ صاحب چونکہ میرے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں سے الیکشن ہارے ہیں۔ اس الیکشن ہارنے کی پاداش میں انہوں نے جو جو ہمیں سزا دی ہے میں چاہتا تھا کہ وہ داستان میں آپ کی معرفت حکومت تک پہنچاتا لیکن وقت نہیں ہے۔ ابھی چونکہ وزیر قانون نے بحث سمیٹنی ہے اور وہ اپنی پولیس کو فرشتہ بنائیں گے یا پھر ان کو غازی بنائیں گے۔ پتا نہیں ان کو کیا کیا بنانے کا وعدہ کریں گے۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں ایک 45/50 سال عمر کی عورت کو زبردستی اٹھا کرلے گئے پہلے تو وہاں کا ایک لیڈر ہے اس کے گھر رکھا۔ رات کو اس کی آنکھیں باندھ کر مختلف مقامات پر اس سے زیادتی کی اور زنا کیا۔ جناب والا! آج اس کو اتنا عرصہ گزر گیا ہے۔ ملزمان کے خلاف بڑی مشکل سے ہم نے پرچہ کروایا ہے۔ پرچہ بھی اس شرط پر ہوا کہ پہلے میرے بھائی کے خلاف پرچہ دیا گیا۔ اور اس بھائی کے خلاف جو عمر میں مجھ سے کافی چھوٹا ہے۔ لیکن میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس نے اپنی ساری زندگی میں نماز قضا نہیں کی۔ میرے بھائی کے خلاف جو جھوٹا پرچہ درج ہوا تھا وہ تو خارج ہو گیا۔ وہ عورت اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ میں آپ کی معرفت ان سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کی تفتیش کروا لیں اور اس کے ملزمان کے خلاف کارروائی کروا دیں۔ ان کو اشتہاری ملزم قرار دیا گیا ہے۔ اب خاموشی سے یہ سنا گیا ہے کہ وہ پرچہ خارج کیا جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب اس کا نوٹس لیں اور کسی ایماندار پولیس افسر سے اس کی تفتیش کروا لیں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ حاجی عبدالرزاق صاحب۔

حاجی عبدالرزاق، شکریہ سپیکر صاحب۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ میں عرض کروں گا۔ آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ سقوط ڈھاکہ کی تاریخ کو دہرایا جا رہا ہے۔ جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے۔ لاتعداد روزانہ قتل ہو رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ میاں نواز شریف نے یہ پیش کش کی کہ یہ ہمارا ملک ہے، ہمیں اس ملک سے محبت ہے، ہم قتل و غارت کو پسند نہیں کرتے اور میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کی لیڈر بے نظیر صاحبہ فرماتی ہیں کہ آپ کی کیا حیثیت ہے۔ گیارہ لاکھ ووٹ زیادہ لینے والے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور ان کی حیثیت ہے۔ اور وہ دورے پر چلی جاتی ہیں۔ شاید اس ملک سے ان کو محبت نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جان بوجھ کر ایسا کیا جا رہا ہے کہ اس تاریخ پر جو ہمارا ماضی ہے اس پر پردہ ڈالا گیا۔ اگر اس کی تحقیقات ہوتیں تو معلوم ہوتا کہ اس کے محرک کون لوگ تھے اور آج یہ صورت حال کبھی پیدا نہ ہوتی۔ کراچی کو اس طرح چھوڑ دیا گیا ہے جیسے کہ یہ ہمارے ملک کا شہر ہی نہیں ہے۔ کچھ خدا کا خوف کریں۔ یہ لاء اینڈ آرڈر کا سوال ہے اور یہاں کوئی ملک کو پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔ میں مختصر بات کروں گا کیونکہ وقت تھوڑا ہے میں عرض کرتا ہوں کہ مالا کنڈ میں ان کا کیا قصور تھا؟ مالا کنڈ میں جو اتنے لوگوں کو شہید کیا گیا ہے۔ وہ کیا مطالبہ کرتے تھے؟ پاکستان کا مطلب کیا تھا؟ پاکستان کس لیے بنایا گیا تھا؟ پاکستان اس لیے نہیں بنایا گیا تھا کہ یہاں پر اسلام کے شیدائیوں کا قتل عام کیا جائے ۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ اس وقت ایک ہی نعرہ تھا ۔ میری عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی ۔ پاکستان کے بنتے وقت اس کے علاوہ کوئی اور نعرہ نہیں تھا ۔ لیکن آج وہ لوگ جو اس وقت شریک سفر بھی نہ تھے برسراقتدار آ گئے ہیں ۔ انہوں نے پاکستان کے لیے کوئی قربانی نہیں دی ۔ میں ان کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں ------

جناب چیئرمین، حاجی صاحب ! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے لہذا تشریف رکھیں ۔ جی صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری صاحب ۔

حاجی عبدالرازق، جناب والا ، مجھے پانچ منٹ دیے گئے تھے ۔ ابھی تو میں نے اپنی بات بھی پوری نہیں کی ۔ آپ مجھے سنیے ۔ میں ان لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں----

[illegible] آ . کر دو منٹ پورے ہو چکے ہیں ۔ اب آپ تشریف رکھیں ۔

حاجی عبد الرازق، جناب! مجھے دو منٹ نہیں پانچ منٹ دیے گئے تھے۔ مجھے بات کرنے دیں۔ ایک دفعہ قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے سوال کیا کہ آپ کا دستور کیا ہو گا؟ تو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے برملا کہا تھا کہ کیا ہمارا دستور آج بنے گا؟ ہمارا دستور تو آج سے چودہ سو سال پہلے بن چکا ہے۔ وہ دستور کیا تھا؟ وہ دستور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا۔ جس کو چودہ سو سال پہلے بنایا گیا تھا۔ آج یہ دستور کی باتیں کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین، حاجی صاحب آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اب آپ تشریف رکھیں۔

حاجی عبد الرازق، جناب والا! میں صرف ایک واقعہ عرض کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ ان کے لیے یہ تکلیف دہ باتیں ہیں۔ جناب والا! میرے علاقے کی ایک عورت، پانچ بچوں کی ماں اور اس کا شوہر بیمار ہے وہ اپنی ملازمت سے فارغ ہو کر بس سٹاپ پر کھڑی ہے۔ اپنے گھر جانے کے لیے کھڑی ہے۔ چند غنڈے جو کار میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ بی بی آپ کار لفٹ لے لیں۔ اس نے کہا کہ میں لفٹ نہیں لیتی۔ اس کو وہیں گولی مار کر ختم کر دیا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے وزیراعلیٰ سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے اس کا کیا کیا؟ اس کا بیمار خاوند ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ کیا آپ نے ان کا کوئی بندوبست کیا ہے؟ ان کو کوئی معاوضہ دیا ہے؟ ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں اس کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ ان کو الگ نوٹس بھی دوں گا کہ اس کا کیا ہوا۔ مسلسل مسجدوں میں بموں کے سات واقعات ہو چکے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہو سکا۔ میں کہتا ہوں کہ،

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آپ کو تو اس کا احساس ہی نہیں ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ماؤں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ پولیس صرف ہمارے پیچھے لگا دی گئی ہے کہ چلو یہ کارروائی پوری کرو۔ پنجاب کی پولیس ایسی نہیں ہے ہمیں علم ہے کہ اگر وہ نیک نیتی سے کام کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بہتر ہو جائے گی اور مجرم کہیں نہیں بھاگ سکتے۔ مجرم ملک کے اندر ہی ہیں وہ ملک سے باہر نہیں چلے گئے۔ لیکن وہ کیوں نہیں پکڑے جاتے اس لیے کہ پولیس کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔

پولیس تو سارا وقت حزب اختلاف کے لوگوں کے پیچھے لگی رہتی ہے وہ مجرموں کو کیا پکڑے گی؟ مجرموں کی عیاشی ہے وہ جو کچھ مرضی کریں۔ ڈاکے ڈالیں، چوری کریں، دہشت گردی کریں، لوگوں کو ماریں۔

جناب چیئرمین، حاجی صاحب اب تشریف رکھیں۔

حاجی عبدالرازق، جناب والا! میں آخری بات عرض کرتا ہوں کہ یہ جو سارے واقعات ہو رہے ہیں ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان پر غور کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔ جناب سپیکر! میری تقریر تو چار پانچ گھنٹے کی تھی لیکن وقت کا تقاضا یہ ہے کہ میں دو تین منٹ میں اپنا موقف پیش کر کے بیٹھ جاؤں۔ مجھے امن و امان کے مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت ملی ہے۔ حال ہی میں امن و امان کے سلسلے میں حکومت پنجاب نے لاؤڈ سپیکر پر پابندی عائد کر دی ہے۔ جناب سپیکر! لاؤڈ سپیکر پر پابندی کا جواز یہ ہے کہ کشیدگی بڑھ گئی ہے۔ جناب سپیکر! لاؤڈ سپیکر پر قرآن مجید کی تفسیر پیش کی جاتی ہے۔ احکامات خداوندی لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے حکومت یہ سمجھتی ہے کہ عوام تک اپنا پروگرام پہنچایا جائے۔ تو لاؤڈ سپیکر کے ذریعے قرآنی تعلیمات لوگوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔ جہاں تک یہ بات ہے کہ کشیدگی بڑھتی ہے تو اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ جو علماء تخریبی تقاریر کرتے ہیں ان کی تقاریر پر پابندی لگائی جائے، ان کی تقاریر روکی جائیں لیکن لاؤڈ سپیکر پر پابندی جو کہ کافروں کے ممالک میں ہے، جو کہ برطانیہ میں ہے، جو کہ امریکہ میں ہے۔ آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ کافروں کے ممالک میں یہ پابندی ہے لیکن آج ہم نے یہ دیکھ لیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے ملک میں بھی حضور کی تعلیمات سنانے پر پابندی ہے۔ یوم پاکستان کے موقع پر وزیراعظم صاحبہ کی سرپرستی میں جو عیاشی کا پروگرام ہوا، جو فحاشی کا پروگرام ہوا وہ فحاشی کا پروگرام یوم پاکستان پر ہوا۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ فحاشی کے پروگرام دیکھتے ہیں لیکن فحاشی کا پروگرام دیکھنا نہیں چاہیے لیکن، لوگ دیکھتے ہیں تو انھیں اور دنوں میں دیکھنا چاہیے یوم پاکستان پاکستان کے اغراض و

مقاصد پیش کرنے کے لیے ہوتا ہے ۔ لاء منسٹر صاحب مسکرا رہے ہیں ان کو پتا نہیں ہے ہم وہ ہیں جو نبی پاک کے نام پر جانیں دے سکتے ہیں۔ ان کو تو پاکستان کا پتا ہی نہیں پاکستان تو ہمارے بزرگوں نے بنایا جنھوں نے نگاہیں ڈالیں اور ہندوؤں کو کلمے پڑھائے سکھوں کو کلمے پڑھائے پاکستان کی قدر ہمیں ہے جن کے آباء و اجداد نے پاکستان بنایا حضرت مجدد الف ثانی کی نگاہ سے کروڑوں مسلمان ہوئے اگر مجدد پاک نہ ہوتے داتا گنج بخش علی ہجویری نہ ہوتے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نہ ہوتے تو خدا کی قسم لاء منسٹر صاحب رانا آفتاب صاحب ہم سب کلمہ گو نہ ہوتے۔ یہ ان بزرگوں کا صدقہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ جنھوں نے باغ لگایا ہے انہی کی اولاد اس باغیچے کی رکھوالی کرے گی۔ پاکستان کی رکھوالی ہم نے کرنی ہے پاکستان کو ہم نے بچانا ہے ۔ پاکستان میں عیاشی اور فحاشی کا پروگرام کیا گیا۔

جناب چیئرمین، صاحبزادہ صاحب بڑی مہربانی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، ریڈیو پر گانے ہوتے ہیں مساجد میں آوازیں جاتی ہیں نماز کے دوران اس ریڈیو کو نہیں روکا جاتا۔ بازاروں میں ٹیلی ویژن چلتا ہے ناچ گانے ہوتے ہیں وہ آوازیں مساجد میں جاتی ہیں ان کو نہیں روکا جاتا۔ کشیدگی کی بات کرتے ہو تو سیاسی پارٹیاں کتنی ہیں ان سے جتنی قتل و غارت ہوتی ہے وہ سنی اور اہلحدیث سے تو نہیں ہوتی ۔ آپ کہتے ہیں کہ فرقہ واریت ختم کرو ۔ فرقہ واریت سے ملک تباہ ہو رہا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سیاسی کشیدگی سے پاکستان کا جتنا بیڑا غرق ہوا ہے اتنا فرقہ ورانہ کشیدگی سے نہیں ہوا۔ اہل سنت اور اہلحدیث عقائد ہیں ۔ یہ نظریات ختم نہیں ہو سکتے۔ میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی پابندی ختم کی جائے ۔ اور جو علماء کشیدگی پیدا کریں تخریب کاری کی تقریر کریں ان کو روکا جائے۔

جناب چیئرمین، جناب شاہد ریاض ستی صاحب ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، حضور کی سیرت کو نہ روکا جائے۔ یہ بڑا ظلم ہے یہ حکومت پنجاب اللہ کی مجرم ہے رسول اللہ کی مجرم ہے یہ روز محشر حضور کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ یہ امن و امان کی بات کرتے ہیں امن و امان تب ملتا ہے جب انصاف ہو۔
اسحاق بچہ صاحب نے وزیر بلدیات ناظم شاہ صاحب کے خلاف تحریک استحقاق پیش کی تھی ----

جناب چیئرمین : صاحبزادہ صاحب اب آپ تشریف رکھیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، کہ انھوں نے کرپشن کی ہے۔ تو ایک ہووے کھلا تو سجھاوے وہڑہ اور وہڑہ ہووے کھلا تو سجھاوے کھڑا۔ ناظم شاہ صاحب کی انکوائری کیوں نہیں کی گئی۔ جب انصاف نہیں ہو گا تو امن و امان کیسے برقرار رہے گا۔اسحاق بچہ صاحب حکومتی رکن ہیں انھوں نے ناظم شاہ صاحب کے بارے میں کہا کہ وہ لوٹ مار کر رہے ہیں لیکن لاء منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھیں کہ بچہ صاحب کے ساتھ کیا انصاف ہوا ....

جناب چیئرمین، صاحبزادہ صاحب اب آپ تشریف رکھیں جی شاہد ریاض ستی صاحب

جناب شاہد ریاض ستی : جناب والا! صاحبزادہ صاحب بات کررہے ہیں

ایک معزز ممبر ، جناب والا' میرا ٹائم صاحبزادہ صاحب کو دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین ، اب آپ کا ٹائم پتا نہیں ہے اگر وہ نہیں بیٹھتے تو کیا کریں۔ آپ اپنی بات جاری کریں۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، آپ کو کیا پتہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کیا ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین ، صاحبزادہ صاحب اب تو آپ تشریف رکھیں۔ شاہد ریاض ستی صاحب آپ کے پاس دو منٹ ہیں۔

جناب شاہد ریاض ستی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے وقت دیا اور وہ بھی دو منٹ کا۔ جناب والا! جب سے یہ حکومت آئی ہے ملک میں افراتفری کا عالم ہے۔ لاقانونیت ہے فرقہ واریت ہے اور ہر طرف افراتفری کا عالم ہے۔ لوگ جو گھروں میں سڑکوں پر اور اب حد یہ ہے کہ مساجد میں بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ رہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس حکومت کی priorities کچھ اور ہیں۔ یہ اپنا تمام وقت اپنی تمام مشینری صرف اپوزیشن کو دبانے میں صرف کر رہی ہے اور اس کو کوئی سروکار نہیں ہے کہ اس ملک کی بہتری کے لیے یا قانون نافذ کرنے کے لیے کوئی اقدام اٹھانے ہیں آپ نے دیکھا اور صوبہ پنجاب کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ یہاں پر اپوزیشن کے سیاسی لوگوں کو دبایا گیا ان کو جیل میں بند کیا گیا۔ نتیجتے لوگوں

پر سیاسی لوگوں پر پولیس نے تشدد کیا اور اس کے عوض مرکز نے ہمارے وزیر اعلیٰ کو انعام میں جہاز دیا۔ لیکن جہاں قتل ہوتے ہیں جہاں عورتیں بیوہ ہوتی ہیں جہاں لوگوں کے بچے چھن جاتے ہیں وہاں پر کسی کو انعام نہیں دیا جاتا اور نہ ہی کسی سے کوئی پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔ جناب والا! اس کی چھوٹی سی مثال میں میں آپ کو اپنے حلقے کی دینا چاہتا ہوں کہ میرا حلقہ جو اسلام آباد سے قریب تر ہے اسلام آباد کوٹلی ستیاں روڈ پر دن دیہاڑے ڈاکے پڑتے رہے لوگ رات کو لٹتے رہے۔ وہاں پر ایک غریب سبزی والا قتل ہوا۔ میں نے یہ بات لاء منسٹر تک پہنچائی لیکن حکومت نے کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔ یہ ابھی میرے حلقے میں گئے اور وہاں پر ایک puppet show منعقد کیا تو پوری راولپنڈی کی مشینری وہاں پر چھ دن engage رہی اور اس جلسے میں انھوں نے فنڈز کہاں سے raise کیے یہ بات میں آپ کو نہیں بتاؤں گا لیکن مجھے اس کا بھی علم ہے کہ انھوں نے کن پٹواریوں سے اور کن تحصیلداروں سے پیسے اکٹھے کیے اور وہاں پر جلسہ لگایا اور وہ سارا ایریا انھوں نے کمانڈوز کے حوالے کیے رکھا۔ کیوں کہ انھیں جرأت نہیں تھی کہ یہ عوام کا سامنا کر سکتے ان کے یہ حالات ہیں ----

جناب چیئرمین : ستی صاحب اب آپ wind up کریں۔

جناب شاہد ریاض ستی : جناب والا! ہمارے ایم پی اے لیاقت صاحب کا قانونی طور پر چکوال میں اڈا منظور تھا۔ تو انھوں نے ابھی اس کا اڈا کینسل کیا اسے عدالت سے stay بھی ملا لیکن پولیس نے وہاں جا کر ریڈ کیا اور اڈا بند کرا دیا۔

جناب چیئرمین : ستی صاحب آپ کا شکریہ۔

جناب شاہد ریاض ستی : جناب والا! اس کے ساتھ میں آپ کو دو باتیں ضرور بتاؤں گا وہ اس لیے کہ اس حکومت کو افراتفری کا عالم ہے ہماری وزیر اعظم صاحبہ آئے دن باہر کے دوروں پر رہتی ہیں اور ایک سال کے مختصر عرصے میں انھوں نے باہر کے 22 دورے کیے ہیں۔ میرے خیال میں وہ گھر سے مجبور ہیں۔ وہ گھر سے اس لیے مجبور ہیں کہ اگر وہ باہر نہ جائیں تو ان کو kick back نہ ملے اور اگر ان کو یہ kick back نہ ملے تو یہ گھوڑے اور بڑی بڑی گاڑیاں کہاں سے خریدیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ کراچی کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ یکم دسمبر سے لے کر آج تک وہاں پر تقریباً 69 آدمی مارے جا چکے ہیں۔ اور اسی طرح آپ دیکھیں کہ صوبہ سرحد میں کیا ہوا نتے لوگ جو کہ نفاذ

شریعت کے لیے آواز اٹھا رہے تھے ان پر گولیاں چلائی گئیں ----

جناب چیئرمین ، ستی صاحب اب آپ تشریف رکھیں جی لاء منسٹر صاحب

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب والا' جو جائز بات کرتے ہیں جمہوری دور میں ان کی بات سننی چاہیے وہاں پر حکومت نے عوام سے وعدہ کیا لیکن اس وعدے پر عمل نہ کیا ----

جناب چیئرمین ، ستی صاحب تشریف رکھیں جی لاء منسٹر صاحب

جناب عبدالرؤف مغل ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! گوجرانوالہ کے متعلق میں نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جو یہاں پر پڑھی بھی گئی اس کے بعد اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی ہوئی لیکن محترم وزیر قانون نے اس پر اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ اس تحریک التوائے کار کا نمبر 31 ہے اور یہ ان کے ذمے ہے اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمائیں ۔

جناب چیئرمین، ہاؤس کا ٹائم مزید 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ جناب لاء منسٹر صاحب ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے جس اہم اور تلخ موضوع کے حوالے سے بات کرنے کا موقع مجھے فراہم کیا ہے۔ وقت کی صورت حال میرا ساتھ نہیں دے رہی کہ فاضل اراکین اسمبلی کی طرف سے اٹھائے گئے نکات اور تمام اعتراضات کا میں باری باری اور فرداً فرداً جواب دے سکوں البتہ میں مجموعی صورت حال کے حوالے سے روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا اور جناب سپیکر! اس میں شک نہیں کہ خونریزی اور دہشت گردی کا ماحول قوموں کو بنانے کی بجائے قوموں کے مستقبل کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور امن کی صورت حال امن کی دیوی ہی قومیں بنانے اور قوموں کا مستقبل سنوارنے کا کام دیتی ہیں۔ حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ ملک کے اندر سٹیٹ کے اندر صوبے کے اندر امن قائم کریں ۔ اور عوام کی فلاح وبہبود کے لیے اپنی جامع منصوبہ بندی پر عمل کرنے کے لیے ایسے حالات پیدا کریں کہ جس کے نتیجے میں عوامی مفادات کی پالیسیوں پر بہتر طریقے سے عمل درآمد کیا جا سکے ۔ اس طریقے سے حکومتی نظام چلانے کے لیے یقیناً امن عامہ ایک بنیادی جزو ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ یہاں ایک فاضل رکن اسمبلی نے فرمایا کہ فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر آ گیا ہے ۔ جناب سپیکر! یہ جن بوتل سے تو اب باہر نکلا ہے لیکن جناب سپیکر! اس جن کی پرورش کس نے کی؟ اس جن کو کس نے اس صوبے کے

عوام کے مستقبل سے کھیلنے کے لیے اب تک تحفظ دیا ۔ جناب سپیکر! کسی بھی پالیسی یا کسی بھی واقعہ پر احتجاج بہت آسان ہے لیکن احتجاج کرنے سے پہلے اس واقعہ کے پس منظر کو بھی ضرور دیکھنا چاہیے ۔ میں اگر یہ کہوں کہ آج ہم اپنے ہی دوستوں اپنے ہی مہربانوں کی طرف سے دیے گئے افراتفری کے ماحول کی گتھیاں سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی غلط پالیسیوں کے نتیجے میں آج امن عامہ کی خراب صورت حال کو ٹھیک کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جناب سپیکر! یہ خراب حالات جن کا یہ ذکر کرتے ہیں اگر ماضی سے ان کا موازنہ کیا جائے تو جناب سپیکر! حالات کو سنوارنے کے لیے ہم نے کئی ایک مثبت اقدام کیے ہیں ۔ جن کے واضح نتائج سامنے ہیں جب کہ ماضی میں صرف اقتدار کو سنبھالنے کے لیے پالیسیاں بنائی گئیں جس کے نتیجے میں ملک کے اندر بے روزگاری کا اضافہ ہوا' صوبے کی معاشی صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ چھ چھ ارب روپے کے اوور ڈرافٹ لے کر حکومتی نظام کو چلایا گیا۔ لیکن صوبے کے اندر بے روزگاری کی صورت حال کو بہتر نہ کیا گیا۔ انڈسٹرلائزیشن کے تحفے دینے کی باتیں تو بہت کی گئیں سیلف ایمپلائمنٹ کی سکیمیں بنانے کے اعلانات تو کیے گئے لیکن عملی طور پر غریب عوام کو استفادہ حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ جس کے نتیجے میں نوجوانوں کے اندر بے روزگار نوجوانوں کے اندر ایسی صورت حال پیدا ہوئی' جناب سپیکر! ان کے ذہنوں کے اندر ایک ایسی کشمکش پیدا ہوئی کہ جس کے نتیجے میں وہ قوم کے معمار بننے کی بجائے قوم کے بہتر مستقبل کے لیے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی بجائے وہ روزی کے چکر میں آمدنی کے چکر میں بے روزگاری کے خوف کی وجہ سے لاقانونیت کی طرف بڑھتے گئے ۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ سالہا سال کی بے روزگاری کے علاوہ سابقہ حکومتوں کی غلط معاشی پالیسیوں کی وجہ سے اور صوبے کی اقتصادی صورت حال بہتر نہ بنانے کی وجہ سے صوبے کے اندر حالات خراب ہوتے گئے۔ پھر جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی عرض کروں گا کہ جب ہم امن عامہ بحال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایڈہاک ازم کی کوئی پالیسی بنانے سے عوام کو رام تو کیا جا سکتا ہے لیکن جب تک کوئی ایسی پالیسی نہیں بنائی جاتی جس سے ہماری آنے والی نسلوں کی بچپن سے لے کر اس انداز سے تربیت کی جائے کہ جب وہ بچے بڑے ہوں تو اس قوم کا مستقبل سنوارنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں لیکن ایسی کوئی کوشش ماضی میں نہیں کی گئی جناب سپیکر! آزادی کے اتنے سال گزرنے کے بعد آج بھی ہمارے [illegible]

فیصد آبادی پڑھی لکھی ہے یعنی خواندگی کی شرح صرف ۲۵ فیصد ہے جب ناخواندگی کی انتہا ہو گی تو پھر معاشرے کے اندر امن نہیں ہو گا۔ جب ہمارا بچہ ہمارا نوجوان پڑھا لکھا ہی نہیں ہو گا تو وہ ہماری قوم کے مستقبل کو سنوارنے کی بجائے اس میں بگاڑ پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔ جناب سپیکر! یہ طبقاتی نظام کی وجہ سے اور مناسب سہولتیں فراہم نہ کرنے کی وجہ سے معاشرے کے اندر ایسا بگاڑ پیدا ہوتا گیا کہ آج ہمیں یہ خراب گتھیاں سلجھانے کے لیے خراب حالات ملے جنہیں فی الفور ٹھیک کرنا انتہائی مشکل مرحلہ ہے۔۔۔۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ایک تو یہ ہے کہ انہیں بھی اقتدار میں آئے ہوئے سال ڈیڑھ سال ہو چلا ہے اب یہ اپنی تھوڑی سی ذمہ داری بھی قبول کر لیں اور ہمیں یہ بتائیں کہ اس دوران ہم نے یہ بہتری پیدا کی ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت آنے سے پہلے صوبے کے اندر چوری اور ڈکیتی کے جرائم ہوتے تھے۔ غریب لوگ تھانوں میں جاتے تھے ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی تھی' چوری اور ڈکیتی کا پرچہ بھی درج نہیں ہوتا تھا جب چوری اور ڈکیتی کا پرچہ درج نہیں ہوتا تھا۔ تو ظاہر ہے کہ مال کی برآمدگی بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ ہماری حکومت نے یہ اعلان کیا' فیصلہ کیا اور تمام ضلع کی سطح پر انتظامیہ کو ہدایات کی گئیں۔ کہ جس شخص کے ساتھ بھی ایسا کوئی واقعہ پیش آئے اگر اس کا مقدمہ درج نہیں کیا جائے گا تو ایسے پولیس آفیسر کو معطل کردیا جائے گا۔ جناب سپیکر! اس بنیاد پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت صوبے کے اندر کہیں ایسی کوئی شکایت موجود نہیں ہے۔ جس کسی کی چوری اور ڈکیتی ہو اور پولیس اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرے اور ایسے جرم کا اندراج نہ کرے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں عوام کو ایک تحفظ کا احساس ملا ہے۔ اور ہماری حکومت نے ایسے معاملات کے علاوہ منشیات کے حوالے سے میں عرض کرتا ہوں کہ اس سال ۲ لاکھ ۲۲ ہزار ۶ سو ۴۲ مقدمات درج ہوئے جبکہ گزشتہ سال ۲۱ ہزار ۷ سو ۱۴ مقدمات درج ہوئے۔ جناب والا! اس سال ان مقدمات میں ہم نے ۲۲ ہزار ۶ سو ۶۲ ملزمان گرفتار کیے۔ جو کہ گزشتہ سال سے ۲۷۷ کی تعداد میں زیادہ ہیں۔ ہیروئن' چرس اور افیون کی برآمدگی بھی پولیس کی عملی

ہیروئن پکڑی گئی۔ جبکہ اس سال ۲ ہزار ایک سو ۵۸ کلو گرام ہیروئن برآمد کی گئی۔ جبکہ افیون گزشتہ سال ایک ہزار ۹ سو ۴۴ کلو گرام برآمد ہوئی۔ اس سال ۱۱ ہزار ۲ سو ۴۹ کلو گرام افیون برآمد کی گئی۔ یعنی ۹ ہزار ۴ سو ۴ کلو گرام افیون زیادہ برآمد ہوئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر پولیس کے ملازمین اپنی ذمہ داری ادا نہ کرتے اور ایسے مجرموں کو نظرانداز کرتے تو یہ پکڑے نہیں جاسکتے تھے۔

جناب چیئرمین(میاں محمد افضل حیات): دس منٹ کے لیے وقت اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون: شکریہ۔ اسلحہ کے ۱۰ ہزار ۲ سو ۲۴ مقدمات درج ہوئے۔ جبکہ گزشتہ سال اسی عرصہ کے دوران ۲۰ ہزار ۹ سو ۱۲ مقدمات درج ہوئے۔ جناب والا! اس سال کے عرصے میں کل ۲۴ ہزار ۲ سو ۱۹ ملزمان گرفتار کیے گئے جبکہ گزشتہ سال صرف ۲۰ ہزار ملزمان گرفتار کیے گئے تھے۔ جناب والا! اس کے علاوہ اسلحہ کی برآمدگی کی بھی خاصی لمبی تفصیل ہے۔ میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس پولیس کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے ' جن ملازمین کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے وہ ہمارے ہی عزیز و اقارب ہیں' وہ ہمارے ہی احباب ہیں ' وہ اسی صوبے کے رہنے والے ہیں وہ ہمارے ہی بھائی ہیں۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی--

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب ماشاء اللہ بڑے پرانے parliamentarian ہیں۔ کیونکہ یہ پہلی حکومت میں بھی پارلیمانی سیکرٹری تھے۔ جناب والا! بات یہ نہیں ہو رہی تھی کہ پولیس نے یہ کیا یا وہ کیا۔ بات تو صرف یہ تھی کہ لاء اینڈ آرڈر پر موجودہ حکومت نے کیا کارروائی کی ہے۔ وہ موجودہ حکومت کی کارروائی کی بجائے فگرز بتا رہے ہیں۔ پولیس کو کون مورد الزام ٹھہرا رہا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پولیس کو بھی زیادہ سہولت دی جائے۔ لیکن یہ اپنے آپ پر بھی کنٹرول کریں۔

جناب چیئرمین، رانا صاحب تشریف رکھیں۔ جتنی دیر بات ہوتی رہی کسی نے نہیں ٹوکا۔

وزیر قانون، جناب والا! غالباً فاضل رکن نے مجھے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ پولیس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ ایسے ملزموں کو پکڑے' پولیس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ناجائز اسلحہ پکڑے' پولیس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ہیروئن، چرس، اور شراب، پکڑے [illegible]

ہے۔ یہ ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے لیکن میرا نقطۂ نظر ان سے مختلف ہوسکتا ہے۔ میرا نقطۂ نظر چونکہ حکومتی نقطۂ نظر ہے کہ ایسے لوگوں کو پکڑنا چاہیے۔ اس سے ان کے اختلاف پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب والا! اس سال پولیس نے اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے۔۔۔

شیخ محمد انور سعید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر۔

شیخ محمد انور سعید: جناب والا! وزیر قانون نے یہ فرمایا ہے کہ پولیس کا یہ کام نہیں ہے کہ جرائم پیشہ افراد کو پکڑے یا پولیس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ہیروئن چرس اور افیون والوں کو پکڑے۔

جناب چیئرمین: نہیں انہوں "کیا" کے ساتھ کہا ہے۔

شیخ محمد انور سعید: میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پولیس کا کام یہ ہے کہ وہ اسمبلی کے احاطے میں ممبران اسمبلی کو پکڑے۔ پولیس کا یہ کام ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے ممبران کو جیلوں میں بھیجے۔ پولیس کا یہ کام ہے کہ وہ سیاسی کارکنوں کو جیلوں کے اندر بھیجے۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ اب بغیر ٹوکے وزیر قانون کو بات کرنے دیں۔

شیخ محمد انور سعید: میں تو پولیس کا کام بتا رہا ہوں کہ جو وزیر قانون فرما رہے تھے۔ کہ پولیس کا یہ کام نہیں ہے تو واقعی پولیس کا یہ کام نہیں ہے۔ پولیس کا تو وہ کام ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! اب خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے والے بات۔(تابش الوری صاحب بیٹھے بیٹھے کچھ کہہ گئے) ماشاء اللہ تابش صاحب نے بھی بیٹھے بیٹھے اپنی سیٹ چھوڑ کر دوسری سیٹوں سے بولنا شروع کر دیا ہے۔ ابھی تو نہ جانے کیا کچھ کریں گے۔ اس سال محکمہ پولیس نے اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ اور ۲۱۹ پولیس مقابلوں میں ۲۲ پولیس ملازمین شہید ہوئے۔ ۴۹ پولیس ملازمین زخمی ہوئے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ویسے ہی لکھا جاتا ہے۔ جس کے گھر کا چراغ گل ہوتا ہے اس سے پوچھیں کہ اس نے اپنے بیٹے کو محکمہ پولیس میں ملازم کروایا اور جب اس کے گھر میں لاش پہنچتی ہے تو انہیں پتا چلتا ہے کہ ان کی کیا صورت حال ہے۔ یہاں بیٹھ کر تقریر کر دینے سے اور یہ کہہ دینے سے کہ نہیں پولیس والے کچھ نہیں کرتے۔ اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ پولیس والے کرتے بھی ہیں جہاں کہیں ان سے کوتاہیاں ہوتی ہیں ان پر

اعتراض ضروری ہے آپ کیجیے وہ بھی انسان ہیں وہ پولیس میں ملازم ہیں اور سرکاری ملازم ہیں غلطیاں کوتاہیاں ان سے بھی بحیثیت انسان ہوسکتی ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ جو کہ آپ کے تحفظ کے لیے ، صوبے میں امن عامہ کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

سردار سکندر حیات خان، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب چیئرمین، پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! جب ان کی طرف سے سپیکر بول رہے تھے حالانکہ ان میں سے کئی نے irrelevant بات کی تھی۔ ہم نے تب بھی مداخلت نہیں کی۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب تشریف رکھیے۔ یہ بات تو پھر لمبی ہوجائے گی۔

سردار سکندر حیات خان، ازراہ کرم انہیں روکیے جب ہم نے مداخلت نہیں کی تھی اور ان کو بولنے دیا تھا۔ برائے مہربانی وہ بھی مداخلت نہ کریں۔

وزیر قانون، جناب والا! میں ایک موازنہ اور پیش کرتا ہوں کہ پولیس کے اس سال کی کار کردگی کے نتیجے میں مجموعی طور پر قتل اقدام قتل، ڈکیتی۔ جناب والا! گزشتہ سال قتل کے مقدمات میں ۴۲ فیصد اضافہ ہوا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے سال ۴۸ فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔ اور اغوا کے مقدمہ جات میں پچھلے سال ۶۶ فیصد جبکہ اس سال ۵۷ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اور ڈکیتی کے جو مقدمہ جات ہیں ان میں گزشتہ سال ۳۴ فیصد جبکہ اس سال ۲۷ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ میں اس صورت حال کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سال جو مال مسروقہ برآمد کیا گیا اس کی مالیت 10 کروڑ 24 لاکھ 79 ہزار 78 روپے ہے۔ جبکہ گزشتہ سال اس کے مقابلے میں صرف 7 کروڑ 40 لاکھ روپے کا مال برآمد کیا گیا تھا ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سال محکمہ پولیس نے اپنی ذمہ داریاں انتھک طریقے سے ادا کرنے کے لیے اور صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ اپنا کردار ادا کیا ہے ۔ جناب سپیکر! معاشرے میں امن عامہ کی بحالی کے لیے سیاسی ماحول کی کشیدگی کو بھی ختم کرنا ضروری ہے ۔ جب سیاسی ماحول کشیدہ ہو گا، سیاسی لحاظ سے عدم استحکام ہو گا اس صورت حال میں افراتفری کا ماحول ہو گا۔ افراتفری میں امن عامہ قائم نہیں ہوتا۔ اس ایک سال کے عرصہ میں میں یہ گزارش کروں گا کہ تقاضا

اراکین اپوزیشن اپنے پارلیمانی کردار پر بھی تھوڑی سی نظر ثانی کریں۔ ہم مذاکرات کی میز سے بھی دور ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ جب ہم صوبے کے معاملات حل کرنے کی بات کرتے ہیں تو ہمیں بھی یہ چاہیے۔ ہم جمہوری لوگ ہیں' ہم سیاسی لوگ ہیں۔ ہم سیاست کرتے ہیں۔ ہم عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم امن عامہ اس لیے بحال کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ عوام کے لیے امن عامہ بحال کیا جائے۔

شیخ محمد انور سعید، جناب والا! وزیر قانون نے جن مدلل دلائل کے ساتھ پولیس کے بارے میں پولیس کو تحفظ دیا ہے میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب یہ اپوزیشن میں آئیں گے تو کیا پولیس کو اسی طرح تحفظ دیں گے۔

ملک محمد عباس کھوکھر، جناب والا! میری وزیر قانون سے یہ گزارش ہے کہ جو پوائنٹ ہم نے اٹھائے ہیں ان کے جوابات دے دیں۔

جناب چیئرمین، دیکھیے کھوکھر صاحب۔ آپ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ جس حوصلے سے حکومتی بنچوں نے آپ کی بات سنی۔ آپ بھی اپنے میں وہی حوصلہ پیدا کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! امن عامہ بحال کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اپوزیشن کے اراکین اگر یہ کہیں کہ امن عامہ کی بحالی میں ان کا کوئی کردار نہیں ہے تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ سیاستدان جتنے بھی ہیں۔ ان کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے۔ وہ سیاسی جماعتیں جن کے ایک ایک دو دو ممبر ایوانوں کے اندر بیٹھے ہیں ان کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے اندر' صوبے کے اندر امن عامہ کی بحالی کے لیے وہ اپنا سیاسی کردار ادا کریں۔ لیکن جب اپوزیشن دہشت گردی کے لیے' محاذ آرائی کے لیے افراتفری پیدا کرنے کے لیے سڑکوں پر ہنگامہ آرائی کی کیفیت پیدا کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امن عامہ کی خرابی میں اپوزیشن اپنا منفی رول ادا کر رہی ہے۔ میں یہاں پہ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کی قیادت کو چاہیے کہ وہ حکومت کے ساتھ بیٹھے۔ وہ ٹیبل پر مذاکرات کرے۔ جہاں کہیں حکومت کی کوتاہیاں ہیں؟ ان کی نشان دہی کرے۔ حکومت ان کی ترجیحات کو ان کی جائز سفارشات کو اور ان کی ایسی سفارشات کو کہ جس کے نتیجے میں امن عامہ بحال کرنے میں زیادہ مدد مل سکتی ہے ہم ان کی تجاویز کو خوش آمدید کہیں گے۔

اور انشاء اللہ اپنی پالیسیوں کا حصہ بنائیں گے۔ یہاں میں یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ پی ڈی ایف کی حکومت نے میاں منظور احمد وٹو صاحب کی قیادت میں ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے کہ ہر سب ڈویژن لیول پر ایک ایڈیشنل سیشن جج کی تعیناتی کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ جس پر ہم نے عملدر آمد کرتے ہوئے 13 نئے ایڈیشنل سیشن جج سب ڈویژنل سطح پر تعینات کیے ہیں۔ جبکہ سات آئندہ ماہ تک تعینات کیے جا رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں عوام کو انصاف اپنے گھر کے دروازے کے قریب ملے گا ۔ جناب سپیکر! پورے صوبے کے اندر اسلحہ کی بھرمار کر دی گئی۔ عام لوگوں کے ہاتھوں آٹومیٹک اسلحہ دے دیا گیا۔ ایسے لوگ جو ذہنی طور پر ناپختہ تھے ان کے ہاتھوں میں اسلحہ دے دیا گیا۔ ہماری حکومت نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسا تمام اسلحہ ایسے لوگوں سے لینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے ۔

جناب سپیکر! ہم نے اسلحہ کی سر عام نمائش پر بھی پابندی لگا دی ہے۔ اور اس کے لیے ہم آرڈیننس لے کر آئے ہیں۔ انشاء اللہ وہ آرڈیننس وقت کے ساتھ اس اسمبلی سے قانونی مسودے کی حیثیت سے پاس کیا جائے گا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلحے کی نمائش پر پابندی' اس کے رکھنے پر پابندی کے نتیجے میں بھی امن عامہ قائم رکھنے میں مدد ملے گی اور وہ بوتل کا جن' فرقہ واریت' ماضی کی غلطیوں کے نتیجے میں آج مختلف گروہوں نے militant troops کی شکل اختیار کر کے ہمارے معاشرے کے امن عامہ کو تباہ کرنے کا جو جال بنا ہے' اس میں کئی لوگوں نے علمائے کرام کو بدنام کرنے کے لیے ' مذہبی جماعتوں کو بدنام کرنے کے لیے جو کارروائیاں کی ہیں اور جن لوگوں نے مذہب کے نام پر یہ خون ریزی شروع کی ہے ۔ ہم نے ان کی خونریزی کو ختم کرنے کے لیے اتنے زبردست اقدامات کیے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں انشاء اللہ مستقبل میں امن قائم ہو گا۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت ایسے گروپس کو مذاکرات کی ٹیبل پر لے کر آئی ہے اور ہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا ہے ۔ لاؤڈ سپیکر کی بات ہوتی ہے۔ ہم لاؤڈ سپیکر پر قرآن پاک پڑھنے کے خلاف نہیں۔ ہم لاؤڈ سپیکر پر تلاوت کرنے کے خلاف نہیں' ہم لاؤڈ سپیکر پر احادیث نبوی بیان کرنے کے خلاف نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! اس سے ہٹ کر جو لوگ لاؤڈ سپیکر کو فرقہ واریت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہم اس فرقہ واریت کو آگے بڑھنے نہیں دینا چاہتے۔ اس لیے کہ یہ سازش ہمارے مذہب کے بھی خلاف [illegible]

بھی خلاف ہے ' ملک کے امن کے بھی خلاف ہے اور ہم اپنی سیاست کو تو داؤ پر لگا سکتے ہیں لیکن ہم ملک کے امن اور صوبے کے امن کو داؤ پر نہیں لگا سکتے۔ اس لیے انشاء اللہ ہم اس فرقہ واریت کو بھی ختم کریں گے اور انشاء اللہ لوگ صوبے کے اندر ایک ہی مذہب' ایک ہی دین کے نام پر ایک ہی قرآن کے ماننے والے اور ایک ہی رسول کے ماننے والے آخری نبی کے ماننے والے انشاء اللہ اس صوبے کے امن کے لیے ہم مل کر کام کریں گے ۔ میں ایک دفعہ پھر اپوزیشن کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئین اور سیاسی نظام کے استحکام کے لیے صوبے میں امن عامہ کی بحالی کے لیے مزید بہتر اقدامات کرنے کے لیے اپنا جمہوری رول ادا کریں۔ ہم انہیں ایوان کے اندر بھی خوش آمدید کہتے ہیں اور ایوان کے باہر بھی۔ حکومتی پالیسیوں اور منصوبہ بندی میں بھی انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ماضی کی پالیسیاں اور جہاں کہیں خرابیاں ہیں ہم انہیں بھی دور کرنے کے لیے نیک نیتی سے عمل کر رہے ہیں اور انشاء اللہ نیک نیتی سے عمل کریں گے ۔ اسی کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ ۔

جناب چیئر مین: اب میں جناب سپیکر کے آرڈر پڑھ کر سناتا ہوں ۔

"In exercise of the powers conferred on me under Clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Isalmic Republic of Pakistan. I, Muhammad Haneef Ramay, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with immediate effect.

اجلاس کی طلبی کا فرمان

In exercise of the powers conferred by Article 54(3) read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Muhammad Haneef Ramay, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab to meet on Thursday the 22nd December, 1994 at 9:00 a.m in the Assembly Chambers, Lahore.

LAHORE:

The 17th December, 1994

MUHAMMAD HANEEF RAMAY

Speaker

Provincial Assembly of the Punjab

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پندرھواں اجلاس)

جمعرات' 22 دسمبر 1994ء

(پنج شنبہ' 18 رجب المرجب 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز' لاہور میں 9 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ○

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ○

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

سورہ حٰمٓ السجدہ' آیات 33 تا 35

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں ۔ بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو سخت کلامی کا ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو۔ ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔

وما علینا الا البلاغ O۔

چودھری پرویز الٰہی ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ پینل آف چیئرمین کا اعلان پہلے کر لیا جائے۔

سیکرٹری اسمبلی ۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973 کے قاعدہ 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل حسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

1۔ میاں مناظر علی رانجھا ' ایم پی اے

2۔ چودھری محمد وصی ظفر ' ایم پی اے

3۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ' ایم پی اے

4۔ ملک کرامت علی کھوکھر ' ایم پی اے

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ leave applications بھی پہلے لے لیں۔ اس کے بعد آپ کا پوائنٹ آف آرڈر۔

سیکرٹری اسمبلی ۔ ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب کی طرف سے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ ہاؤس میں کورم نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ گنتی کی جائے---- کورم نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔ (مداخلت) اب تو کورم کی نشاندہی ہو گئی ہے۔ جب کورم کی نشاندہی ہو جائے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اب کارروائی ہی نہیں لکھی جا رہی۔ جب کورم نہ ہو تو ہاؤس کی کارروائی کو رپورٹر نہیں لکھتے۔ بات یہ ہے کہ جب کورم کا نکتہ raise ہو جائے تو گنتی کی جاتی ہے۔ اب پانچ منٹ کے لیے کارروائی معطل کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر گنتی کریں گے۔ شکریہ۔ مہربانی۔

(اس مرحلہ پر گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، پانچ منٹ ہو گئے ہیں، دوبارہ گنتی کی جائے ---- گنتی کی گئی ---- کورم پورا نہیں ہے میں ہاؤس کو پندرہ منٹ کی بجائے تیس منٹ کے لیے adjourn کرتا ہوں اور آپ کو تیس منٹ کا پورا وقت دیتا ہوں ورنہ میں پندرہ منٹ بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا ہاؤس کو 30 منٹ کے لیے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر ایوان کی کارروائی تیس منٹ کے لیے ملتوی کر دی گئی)

وقفہ کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر 9 بج کر 46 منٹ پر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

اس وقت 58 ممبران تشریف رکھتے ہیں، کورم پورا نہیں ہے۔ لہٰذا اجلاس sine die adjourn کیا جاتا ہے۔ اور میں prorogation کے بارے میں جناب سپیکر کا حکم پڑھ کر سناتا ہوں۔

In exercise of the powers conferred on me nunder Clause(3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan I Muhammad Haneef Ramay Speaker . Provencial Assembly of The Punjab . hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with immediate effect